کتاب الاولاد والوالدین

اولاد اور والدین کی کتاب

رب ارحمهما كما ربياني صغيرا (القرآن)

اے پروردگار! ان دونوں پر رحم فرما جیسے انہوں نے مجھ پر بچپن میں رحم کیا۔

تحقیق وافادات:
محدث العصر علامہ ناصر الدین البانی

تالیف وتخریج:
حافظ عمران ایوب لاہوری

مَنْ يُرِدِ اللَّهُ بِهِ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّينِ (بخاری)

اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتے ہیں اسے دین میں فقاہت عطا فرما دیتے ہیں

تالیف و تخریج
حافظ عمران ایوب لاہوری حفظہ اللہ

تحقیق و افادات:
محدث العصر علامہ ناصر الدین البانی

0300-4206199, E-mail: fiqhulhadith@yahoo.com

تاریخ اشاعت ———————— مارچ 2006ء

مطبوعہ ———————— آصف لیلین پرنٹرز لاہور

ناشر

فقہ الحدیث پبلیکیشنز لاہور پاکستان

<u>Phone</u>: 0300-4206199

E-mail: fiqhulhadith@yahoo.com

ڈسٹری بیوٹر

نعمانی کتب خانہ

حق سٹریٹ اردو بازار لاہور

<u>Phone</u>: 042-7321865

E-mail: nomania2000@hotmail.com

تقریظ

جدید دور مختلف جدید فتنوں کے ساتھ اس انداز میں نمودار ہوا ہے کہ اگر ان فتنوں کا صحیح مقابلہ نہ کیا گیا تو امت مسلمہ اپنی اصل کھو بیٹھے گی۔ اس جدید دور میں ٹکنالوجی اور ذرائع ابلاغ کی قوت نے پوری دنیا کو مسخر کر لیا ہے۔ ذرائع ابلاغ و ٹکنالوجی پر کسی قوم اور مذہب کی اجارہ داری نہیں۔ جو آگے بڑھ کر اس پر عبور حاصل کر لے یہ اس کی خدمت کے لیے تیار ہو جاتے ہیں۔ جدید روشنی اپنے ساتھ مادہ پرستی کی ایک لہر بھی لے آتی ہے۔ ہمارا معاشرہ اس کی زد میں ہے۔ مغرب میں خاندان کی اکائی ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہے۔ مغرب کی پوری کوشش ہے کہ اسلامی دنیا میں بھی یہ انارکی پھیل جائے۔ ہمارے قدیم علماء نے دنیا میں تحقیق اور انکشافات کی بنیاد ڈالی تھی۔ انہوں نے دینی علوم کو بھی پوری تحقیق کے ساتھ مدون و مرتب کیا اور سائنسی علوم کے میدانوں میں اساسی اور اصولی ضابطے اور کلیے ایجاد و رائج کیے۔ موجودہ دور میں ہمارے نوجوان عموماً سہل انگاری، عیش پرستی اور مادی خوش حالی کے سحر میں گرفتار رہتے ہیں۔ ایسے میں کہیں اگر کوئی نوجوان سنجیدگی کے ساتھ تحقیق کے میدان میں جت جائے اور پھر اپنی عرق ریزی سے علوم کے بحر ذخار سے کچھ ہیرے موتی تلاش کر کے دنیا کے سامنے پیش کر دے تو بے انتہا قلبی اور روحانی خوشی ہوتی ہے۔

آج کے دور میں جہاں ایک جانب نوجوان نسل کو شیطان نے اپنی گرفت میں لے رکھا ہے، وہیں اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ خوش آئند صورت بھی نظر آتی ہے کہ امام بخاریؒ، امام ابن تیمیہؒ اور امام غزالیؒ وغیرہ جیسے بلند پایہ فقہاء و محدثین کے نقشِ قدم پر چلنے والے اعلیٰ ہمت اور عالی دماغ سپوت بھی سرمایۂ ملت ہیں۔ ایسے کسی نوجوان سے جب بھی تعارف ہو، بے ساختہ زبان پکار اٹھتی ہے "ایسی چنگاری بھی یارب اپنی خاکستر میں تھی۔" ایک نوخیز محقق **حافظ عمران ایوب لاہوری** ایسی ہی شخصیت کے مالک ہیں۔

حافظ صاحب نے اس سے قبل " **فقه الحديث** " کے نام سے آٹھ سو صفحات کے قریب دو جلدوں

پر مشتمل ایک بلند پایہ تالیف مرتب کی ہے' جس نے ملک بھر کے اہل علم سے دادِ تحسین پائی ہے۔ اب انہوں نے قرآن وسنت کی روشنی میں اولاد اور والدین کے موضوع پر ایک کتاب مرتب کی ہے' جس میں اولاد کی طلب اور دعا سے لے کر ان کے حصول پر اظہارِ تشکر اور پھر مابعد کی تمام منزلوں یعنی تسمیہ' گھٹی' عقیقہ' رضاعت' تعلیم وتربیت اور اخلاق وکردار کی آبیاری تک کے تمام موضوعات کو صحیح احادیث کی روشنی میں اُجاگر کیا ہے۔ اس کے ساتھ اولاد کے ذمے والدین کے حقوق اور اس سلسلے میں اولاد کے دینی فرائض کو بھی انہوں نے بڑی خوبصورتی سے کتاب میں سمو دیا ہے۔ اسی کتاب میں یتیم بچوں کے بارے میں بھی قرآن وسنت کی روشنی میں بہت اہم ہدایات دی گئی ہیں۔ یقیناً ہمارے معاشرے میں یتیم بچوں کو وہ مقام نہیں دیا جاتا جو ایک حقیقی اسلامی معاشرے کی تصویر پیش کرے۔

ہماری نظر میں یہ کتاب بہت اہم گائیڈ بک ہے' جو ہر خاندان کی ضرورت ہے۔ اس کی روشنی میں اچھی معاشرت اور پاکیزہ اسلامی ماحول' گھروں کے اندر پیدا ہوگا تو اس کی خوشبو پورے معاشرے میں پھیلے گی۔ فرد خاندان کی بنیادی اکائی ہے اور خاندان معاشرے کا حجرِ اساسی۔ جب ذاتی وانفرادی اور اجتماعی ومعاشرتی اصلاح کا یہ عمل شروع ہو جائے تو اس کے ثمرات ملک وملت کے لیے بہت قیمتی ثابت ہوتے ہیں۔

حافظ عمران ایوب لاہوری صاحب کا معیارِ تحقیق بھی بہت قابل قدر ہے اور انہوں نے اپنی پیش کش میں اس بات کو ملحوظ رکھا ہے کہ مستند حوالوں سے اپنا موقف قارئین کے سامنے پہنچایا جائے۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ رب العالمین عزیز گرامی قدر سلمہ اللہ کو علمِ نافع اور عملِ صالح کی مزید دولت سے مالا مال کرے اور ان کے قلم سے تشنگانِ علم کی پیاس بجھانے کا اہتمام ہوتا رہے۔

خاکسار

حافظ محمد ادریس حفظہ اللہ

ڈائریکٹر ادارہ معارف اسلامی، لاہور

16 مارچ 2006ء

15 صفر 1427ھ

پیش لفظ

کہا جاتا ہے کہ امید پر دنیا قائم ہے اور کسی ایک امید کے سہارے ہی بعض اوقات انسان ساری زندگی گزار لیتا ہے۔بعینہ جب کوئی بچہ دنیا میں آتا ہے تو اس کے والدین کو بھی اس سے کئی امیدیں وابستہ ہو جاتی ہیں مثلاً یہ کہ ہمارا بچہ بڑا ہو کر ہمارے بڑھاپے کا سہارا بنے گا' ہمارے اخراجات کا بندوبست کرے گا' ہمیں سکون وراحت کا سامان مہیا کرے گا وغیرہ وغیرہ۔ پھر انہی امیدوں کے سہارے وہ اس کے لیے بخوشی بے شمار تکالیف ومصائب برداشت کر جاتے ہیں مگر ذرہ بھر بھی اظہار تاسف نہیں کرتے۔ بچے کو بار بار دودھ پلانا' اس کے فضلات کو بار بار صاف کرنا' اس کی ہر پکار پر لبیک کہتے ہوئے اسے سینے سے لگانا اور ان کاموں کے لیے دن کے ساتھ ساتھ رات بھی جاگ کر گزارنا یقیناً کوئی معمولی کام نہیں' مگر ماں صرف امید کے سہارے ہی نہ صرف بچے کی طرف سے ان تمام تھکاوٹوں کو خندہ پیشانی سے قبول کرتی ہے بلکہ اس پر کمال صبر کا بھی مظاہرہ کرتی ہے۔

لیکن وہی بچہ جب بڑا ہوتا ہے تو والدین کی تمام امیدوں پر پانی پھیر دیتا ہے' ان کی اطاعت کی بجائے اپنی خواہش' اپنی بیوی اور اپنے دوستوں کی بات کو ترجیح دیتا ہے' والدین کا سہارا بننے کی بجائے انہیں اپنے اوپر بوجھ سمجھنے لگتا ہے اور بالآخر انہیں انہی کے گھر سے نکالنے کا ذریعہ بن جاتا ہے' تو پھر والدین کے پاس سوائے آہوں' سسکیوں' حزن وملال سے بھرے آنسوؤں اور دربدر کی ٹھوکروں کے کچھ نہیں رہتا' ان کی دنیا اُجڑ جاتی ہے اور ان کے پاس جینے کا کوئی مقصد نہیں رہتا' جس وجہ سے بعض تو خودکشی تک کر لیتے ہیں اور بعض اپنی باقی زندگی گھٹ گھٹ کر گزارنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔

اگر بغور دیکھا جائے تو بچوں کی طرف سے اس ناروا سلوک کے ذمہ دار بچوں سے کہیں بڑھ کر خود والدین ہی ہوتے ہیں' کیونکہ انہوں نے بچوں سے توقعات تو بہت وابستہ کر رکھی ہوتی ہیں مگر انہیں وہ تربیت نہیں دی ہوتی کہ جس کے نتیجے میں وہ ان کی توقعات پر پورے اترتے۔

جب والدین بچوں کو اللہ اکبر' لا الہ الا اللہ اور دیگر مسنون اذکار و تلاوت قرآن کی بجائے گندے گانے سنائیں گے' ان کے ہاتھوں میں قرآن کریم کی بجائے بے ہودہ فلمیں' فحش لٹریچر اور فضول کھیلوں کا سامان تھمائیں گے' انہیں پیارے نبی محمد ﷺ کی تعلیمات کی بجائے غیر اسلامی و مغربی تعلیمات دلائیں گے تو بچے بڑے ہو کر ڈاکٹر' انجینئر' سیاستدان اور وکیل وغیرہ تو بن جائیں گے مگر والدین کے فرمانبردار نہیں بن سکیں گے۔ کیونکہ انہیں وہ تعلیم و تربیت ہی نہیں دی گئی جس میں حقوق اللہ کے بعد سب سے زیادہ حقوق الوالدین کی ادائیگی کا درس دیا گیا ہے' جس میں والدین کی رضامندی کو ہی اللہ تعالیٰ کی رضامندی قرار دیا گیا ہے' جس میں ماں کے قدموں تلے جنت اور باپ کو جنت کا بہترین دروازہ کہا گیا ہے اور وہ تعلیم و تربیت صرف دینی و اسلامی ہی ہے۔ لہٰذا جو بھی والدین یہ چاہتے ہیں کہ ان کے بچے کل کو بڑے ہو کر ان کے بڑھاپے کا سہارا بنیں اور ان کی امیدوں اور توقعات پر پورے اتریں تو آج انہیں ان کی تربیت اسلامی تعلیمات کے مطابق کرنا ہوگی۔

زیر نظر کتاب "کتاب الأولاد والوالدین" اسی معاشرتی ضرورت کو پورا کرنے کی غرض سے مرتب کی گئی ہے۔ اس کتاب میں جہاں بچوں کی دینی و اسلامی' جسمانی' اخلاقی اور اجتماعی تربیت کے حوالے سے اسلام کے احکامات بالتفصیل جمع کیے گئے ہیں وہاں والدین کے اُن حقوق کو بھی مکمل طور پر ذکر کیا گیا ہے کہ جنہیں ادا کرنا ہر مسلمان بچے کی ذمہ داری ہے۔ علاوہ ازیں پیدائش سے جوانی تک بچوں کے مسائل اور دورِ حاضر میں پیش آمدہ اولاد اور والدین کے متعدد باہمی مسائل کو بھی زیر بحث لایا گیا ہے۔ دلائل کے لیے قرآنی آیات اور صحیح احادیث کا انتخاب کیا گیا ہے۔ تمام دلائل باحوالہ نقل کیے گئے ہیں۔ مختلف مسائل سے متعلقہ عرب و عجم کے قدیم و جدید مفتیان کے فتاویٰ بھی نقل کر دیے گئے ہیں۔ کتاب کو معنوی حسن کے ساتھ ساتھ ظاہری حسن سے بھی آراستہ کرنے کی بھرپور کوشش کی گئی ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کاوش کو قبول فرمائے اور اسے عامۃ الناس کی اصلاح کا ذریعہ بنائے۔ (آمین)

"وما توفیقی إلا باللہ علیہ توکلت وإلیہ انیب"

کتبہ

حافظ عمران ایوب لاہوری حفظہ اللہ

13 مارچ 2006ء ، 12 صفر 1427ھ

فون: 0300-4206199

ای میل: hfzimran_ayub@yahoo.com

فہرست

عنوانات	صفحہ نمبر
چند ضروری اصطلاحات بترتیب حروف تہجی	24

اولاد طلب کرنے کا بیان

عنوانات	صفحہ نمبر
❋ اولاد کی طلب وخواہش مستحب ہے	29
❋ نبی کریم ﷺ نے زیادہ بچے جننے والی عورت سے شادی کی ترغیب دلائی ہے	32
❋ نبی کریم ﷺ اُمت کی کثرت کے باعث روزِ قیامت فخر کرنا چاہتے ہیں	33
❋ اولاد طلب کرنے کے لیے دعائیں	33
❋ اللہ تعالیٰ سے نیک اولاد کا سوال کرنا چاہیے	35
❋ نیک اولاد مرنے کے بعد بھی کام آئے گی	36
❋ بڑھاپے اور بانجھ پن میں بھی اللہ کی رحمت سے مایوس نہیں ہونا چاہیے	36
❋ ۞ مایوسی گناہ ہے:	36
❋ ۞ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مثال:	37
❋ ۞ حضرت زکریا علیہ السلام کی مثال:	38
❋ اولاد کی خواہش میں انشاءاللہ کہہ کر ہم بستری کرنا	40

✽ اولاد کو شیطان کے حملے سے بچانے کے لیے ہم بستری سے قبل دعا پڑھنا	41
✽ غیر اللہ سے اولاد مانگنا شرک ہے	42
✽ جنت میں اولاد کی خواہش اور اس کی تکمیل	45

حمل کا بیان

✽ ماں کے پیٹ میں بچے کی تکوین وبناوٹ	46
✽ بچے کی باپ یا ماں کے ساتھ مشابہت کا سبب	48
✽ اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ ماں کے پیٹ میں کیا ہے	49
✽ دورانِ حمل ماں کو اپنے پیٹ کے بچے کے نیک ہونے کی دعائیں کرنی چاہییں	50
✽ دورانِ حمل بیوی سے ہم بستری جائز ہے	51
✽ کسی دوسرے مرد کی حاملہ عورت سے ہم بستری کرنا جائز نہیں	52
✽ حمل کے چھ ماہ بعد پیدا ہونے والے بچے کا حکم	53
✽ ولادت سے قبل ساقط ہونے والے بچے کا حکم	54
✽ اسقاطِ حمل کا حکم	56
✽ خاندانی منصوبہ بندی کا حکم	58
✽ پیٹ کے بچے کی دیت	59
✽ ایک ضروری تنبیہ	59

ولادت کا بیان

✽ شدتِ تکلیف کی دعا	60
✽ شدتِ تکلیف کے باعث موت کی تمنا کرنا جائز نہیں	62

✲ خوشی کے موقع کی دعا	62
✲ جس کے ہاں بچہ پیدا ہوا سے خوشخبری دینا	63
✲ جس کے ہاں بچہ پیدا ہو اس کے لیے مبارکباد کے الفاظ اور اس کا جواب	64
✲ نومولود کو تحفہ دینا	64
✲ ہر پیدا ہونے والے بچے کے چیخنے کا سبب	64
✲ بچے کو اللہ کی پناہ میں دینے کی دعا	65
✲ ہر بچہ اسلامی فطرت پر پیدا ہوتا ہے	65
✲ بچے کا رنگ یا صورت والدین سے مختلف ہو تو بچے کا انکار نہیں کیا جا سکتا	66
✲ بچہ اسی کا ہے جس کے بستر پر پیدا ہوا	67

بیٹیوں کی ولادت کا بیان

✲ بیٹیوں کی پیدائش پر بھی خوش ہونا چاہیے	68
✲ بیٹیوں کی پیدائش پر ناراضگی کا اظہار کرنا اہل جاہلیت کا طرزِ عمل تھا	69
✲ دورِ جاہلیت میں عرب شدتِ نفرت سے بیٹیوں کو زندہ دفن کر دیا کرتے تھے	70
✲ بیٹیوں کی فضیلت	72
✲ ❁ بیٹیوں کی اچھی پرورش پر جنت میں رسول اللہ ﷺ کا ساتھ نصیب ہوگا:	72
✲ ❁ بیٹیوں کی اچھی پرورش پر جہنم سے چھٹکارہ نصیب ہوگا:	73
✲ ❁ بیٹیوں کے حقوق کی ادائیگی میں اللہ سے ڈرنے والا جنت میں داخل ہوگا:	74
✲ ❁ دو بیٹیوں کی اچھی پرورش جنت میں داخلے کا سبب ہوگی:	75
✲ ❁ دو بیٹیوں یا بہنوں پر حسبِ کفایت خرچ جہنم سے بچاؤ کا سبب ہوگا:	76

بیٹیوں کی ولادت کا بیان

✻ بچے کے کان میں اذان کہنا	77
✻ اس اذان کا کوئی وقت مقرر نہیں	78
✻ نو مولود کے کان میں اذان کا مقصد یہ بھی ہے کہ اذان سن کر شیطان بھاگ جائے	79
✻ اگر کوئی نو مولود بچے کے کان میں اذان نہ دے	79
✻ بچے کے کان میں اقامت کہنا	79

بچے کو گھٹی دینے کا بیان

✻ گھٹی دینے کا معنی ومفہوم	81
✻ گھٹی دینے کا حکم	81
✻ اگر کوئی گھٹی دینا بھول جائے	84

بچے کا نام رکھنے کا بیان

✻ بچے کا نام تجویز کرنے کا وقت	85
✻ نام رکھنے کا حق باپ کو ہے یا ماں کو	88
✻ اللہ کے پسندیدہ نام	88
✻ انبیاء کے ناموں پر نام رکھنا	89
✻ ناپسندیدہ نام	90
✻ ناپسندیدہ نام تبدیل کرنا	94
✻ بچوں کی کنیت رکھنا	97

✲ لڑکی کی کنیت رکھنا	98
✲ نبی کریم ﷺ کے نام پر نام اور کنیت پر کنیت رکھنا	98
✲ نام' کنیت اور لقب میں فرق	102
✲ ایک سے زیادہ نام رکھنا	103
✲ روزِ قیامت لوگوں کو اپنے باپوں کے ناموں سے پکارا جائے گا	104
✲ ناموں کا شخصیت پر اثر	104

بچے کے ختنہ کا بیان

✲ ختنہ کی مشروعیت واہمیت	107
✲ ۞ ختنہ کرانا اُمورِ فطرت سے ہے:	107
✲ ۞ ختنہ کرانا انبیاء کی بھی سنت ہے:	107
✲ ۞ ختنہ کرانے کا عرب میں عام رواج تھا:	108
✲ ۞ پھر نبی ﷺ نے بھی اس رواج کو برقرار رکھا:	108
✲ ۞ نبی کریم ﷺ سے ختنہ کرنے کا حکم بھی ثابت ہے:	109
✲ ۞ ختنہ کرنے کا شرعی حکم:	109
✲ ختنہ کرانے کا وقت	110
✲ بڑی عمر کے آدمی کا ختنہ کرانا	111
✲ لڑکیوں کا ختنہ	111
✲ اگر ختنہ کرنے والا ماہر نہ ہونے کی وجہ سے کوئی نقصان پہنچا دے	112
✲ روزِ قیامت اولادِ آدم کو بے ختنہ کیوں اٹھایا جائے گا؟	114

❋ ختنہ کے متعلق چند ضعیف وموضوع روایات	115

عقیقہ کا بیان

❋ فصل اول: عقیقہ کے مسائل	117
❋ عقیقہ کا معنی ومفہوم	117
❋ عقیقہ کی مشروعیت	117
❋ مشروعیتِ عقیقہ کی حکمت	119
❋ اگر عقیقہ کی طاقت نہ ہو	120
❋ عقیقہ کے لیے کون سا جانور قربان کیا جائے؟	121
❋ عقیقہ کے جانور نر ہوں یا مادہ؟	123
❋ عقیقہ کے لیے کتنے جانور قربان کیے جائیں	123
❋ عقیقہ کا جانور قربان کرتے وقت بسم اللہ کہنا	124
❋ عقیقہ کے جانور کے لیے قربانی کے جانور کی شرائط	125
❋ عقیقہ کا وقت	125
❋ ۞ عقیقہ بچے کی پیدائش کے ساتویں روز کیا جائے گا:	125
❋ ۞ ساتویں روز کے بعد عقیقہ کرنے کا حکم:	126
❋ ۞ اگر کوئی ساتویں روز سے پہلے عقیقہ کر لے:	127
❋ ۞ اگر بچہ ساتویں روز سے پہلے فوت ہو جائے:	127
❋ کیا انسان خود اپنا عقیقہ کر سکتا ہے؟	127
❋ عقیقہ کی بجائے جانور کی قیمت صدقہ کر دینا	128

٭ ناتمام بچے کی طرف سے عقیقہ کا حکم	129
٭ میت کی طرف سے عقیقہ	129
٭ زندہ والدین کی طرف سے عقیقہ	130
٭ عقیقہ کے جانور کے گوشت اور کھال کا مصرف	130
٭ فصل دوم: نومولود سے متعلقہ متفرق مسائل	131
٭ بچے کا سر منڈانا	131
٭ بالوں کے برابر چاندی کا صدقہ	131
٭ بچے کے بال منڈوا کر سر پر خوشبو لگانا	132

بچوں سے متعلقہ مسائل کا بیان

٭ بچوں کو چومنا	134
٭ بچوں کے پیشاب کا حکم	135
٭ کیا بچوں کی نجاست دھونے والی عورت کا وضوء ٹوٹ جائے گا؟	137
٭ بچوں کے لعاب دہن اور قے کا حکم	137
٭ بچوں کے کانوں میں سوراخ کرانا	138
٭ بچوں کے گلوں میں زیب و زینت کے لیے ہار لٹکانا	138
٭ بچوں کے گلوں میں نظر بد سے بچاؤ کا تعویذ لٹکانا	140
٭ تعویذ کی طرح بچوں کے پاس چھری رکھنا	142
٭ بچوں کو نظر بد سے بچانے کے لیے مسنون طریقہ	142
٭ اگر بچوں کو نظر لگ جائے تو اس کا مسنون طریقۂ علاج	144
٭ بچوں کو سونے یا چاندی کے زیورات پہنانا	146

٭ بچوں کی تصاویر بنانا	147
٭ بچوں کے کھلونے اگر جاندار اشیاء کی صورتوں پر ہوں	149
٭ بچوں کے آدھے بال کٹوانا اور آدھے چھوڑنا	151
٭ بچیوں کے بال کاٹنا	152
٭ بچیوں کو غیر ساتر لباس پہنانا	152
٭ بچوں کو اٹھا کر نماز ادا کرنا	152
٭ چھوٹے بچوں کو قرآن پکڑانے اور اس سے پڑھوانے کا حکم	153
٭ ہر سال بچوں کی سالگرہ کرنا	153

نسب کا بیان

٭ بچے کا باپ وہی ہے جس کے بستر پر وہ پیدا ہوا	154
٭ لے پالک کو حقیقی باپ کی طرف منسوب کیا جائے گا	155
٭ لے پالک بیٹے کی بیوی سے نکاح جائز ہے	156
٭ خود کو غیر باپ کی طرف منسوب کرنا حرام ہے	157
٭ اثباتِ نسب کے لیے قیافہ شناسی کا حکم	159
٭ ولدِ لعان کا نسب	160
٭ ولدِ زنا کا نسب	162
٭ شادی کے چھ ماہ بعد پیدا ہونے والے بچے کا نسب	162

بچوں کو دودھ پلانے کا بیان

٭ بچے کا حق ہے کہ اسے ماں کا دودھ پلایا جائے	164

✱ ماں کے دودھ کے طبی فوائد	164
✱ کسی دوسری عورت سے دودھ پلوانا بھی جائز ہے	165
✱ دوسری دودھ پلانے والی عورت بھی حکم میں ماں کی مانند ہی ہوگی	165
✱ کسی اور سے دودھ پلوانے کی صورت میں حرمت دو شرطوں کے ساتھ ثابت ہوگی	166
✱ ① رضاعت کی مدت کے دوران دودھ پلایا گیا ہو:	166
✱ ② پانچ مرتبہ دودھ پلایا گیا ہو:	167
✱ رضاعت کی وجہ سے وہ رشتے حرام ہو جاتے ہیں جو نسب کی وجہ سے حرام ہوتے ہیں	168
✱ رضاعت کی وجہ سے حرام رشتے	168
✱ دودھ پلانے والی کا شوہر باپ کے قائم مقام بن جاتا ہے	169
✱ دودھ پلانے والی اکیلی عورت کی گواہی قابل قبول ہے	170
✱ اگر کسی نے بہن کا دودھ پیا ہو تو باہم ان کی اولاد کا حکم	171
✱ دورانِ رضاعت بیوی سے ہم بستری اور اس کا حاملہ ہونا	172
✱ حق رضاعت کے متعلق ایک ضعیف روایت	173

بچوں کی پرورش کا بیان

✱ بچوں کی پرورش کا زیادہ حقدار کون ہے؟	174
✱ ماں کے بعد حضانت کی زیادہ حقدار خالہ ہے	175
✱ اگر خالہ موجود نہ ہو تو پھر والد زیادہ حقدار ہے	176
✱ اگر والد بھی موجود نہ ہو	176
✱ بچے کو اختیار دینا اور قرعہ ڈالنا	177

بچوں کی تربیت کا بیان

٭ فصل اول: دینی واسلامی تربیت	181
٭ بچوں کو کلمۂ توحید سکھانا	181
٭ سات سال کی عمر میں بچوں کو نماز کا حکم دینا	181
٭ بچوں کو روزے رکھوانا اور انہیں مساجد میں لے کر جانا	183
٭ بچوں کو نماز عید کے لیے لے کر جانا	184
٭ استطاعت ہو تو بچوں کو حج کرانا	185
٭ بچوں کو قرآن کی تعلیم دینا	186
٭ بچوں کی اسلامی تعلیم کا بندوبست کرنا	187
٭ بچوں کو مخلوط تعلیم والے سکولوں میں داخل کرانے کا حکم	187
٭ بچوں کو دیگر نیکی کے کاموں کی مشق کرانا	187
٭ فصل دوم: اخلاقی تربیت	188
٭ بچوں کے بستر الگ کر دینا جب وہ دس برس کی عمر کو پہنچ جائیں	188
٭ بچوں کو پیٹ کے بل سونے سے روکنا	188
٭ بچوں کو دائیں ہاتھ سے ہر چیز پکڑنے کی نصیحت کرنا	189
٭ بچوں کو غیر مسلموں کی مشابہت سے روکنا	189
٭ بچوں کو بچوں کی بری عادتوں مثلاً جھوٹ' چوری اور گالی گلوچ وغیرہ سے روکنا	190
٭ بچوں کو دوسروں کو برے ناموں کے ساتھ پکارنے سے روکنا	191
٭ بچوں کو فضول گفتگو سے روکنا	191

٭ بچوں کو فضول کام چھوڑ دینے کی تربیت دینا	191
٭ بچوں کو غیر عورتوں کی طرف دیکھنے سے روکنا	191
٭ بچوں کو بلوغت کے بعد غیر عورتوں کے ساتھ خلوت کرنے سے روکنا	192
٭ بچیوں کو بلوغت کے بعد پردہ کرانا	192
٭ بچیوں کو بلوغت سے قبل بھی پردے کی ہدایت	192
٭ بچوں کو داڑھی رکھنے کی تلقین کرنا	193
٭ بچوں اور بچیوں کو ناخن بڑھانے سے روکنا	193
٭ بچوں کو کھانے کے آداب سکھانا	194
٭ بچوں کو قضائے حاجت کے آداب سکھانا	195
٭ بچوں کو سونے کے آداب سکھانا	196
٭ فصل سوم: جسمانی تربیت	197
٭ بچوں کے اخراجات کا بندوبست کرنا	197
٭ ❀ بیوی بچوں پر خرچ کرنے کی ترغیب:	198
٭ بچوں کی صحت کا خیال رکھنا	199
٭ بچوں کو صبح و شام اور ہر نماز کے ساتھ مسواک کی ترغیب دلانا	200
٭ بچوں کو مختلف قسم کی جسمانی ورزشیں اور اسلامی کھیل سکھانا	201
٭ فصل چہارم: اجتماعی و معاشرتی تربیت	204
٭ بچوں کو ہمیشہ اچھی بات کہنے کی تربیت دینا	204
٭ بچوں کو لعن طعن کرنے اور بدکلامی سے روکنا	204
٭ بچوں میں شفقت و رحمدلی کا جذبہ پیدا کرنا	204

❋ بچوں کو ہمیشہ دوسروں کے ساتھ نرمی سے پیش آنے کی تلقین کرنا	205
❋ بچوں کو عفوو درگزر کا سبق سکھانا	205
❋ بچوں کو غصہ پی جانے کی تلقین کرنا	205
❋ بچوں کو راستے میں پڑی تکلیف دہ اشیاء ہٹانے کی تربیت دینا	206
❋ بچوں کو بڑوں کا ادب سکھانا	206
❋ بچوں کو صلہ رحمی کی تربیت دینا	206
❋ بچوں میں مہمان نوازی کا شوق پیدا کرنا	207
❋ بچوں کو پڑوسی کے حقوق سے آگاہ کرنا	207
❋ بچوں کو بیمار کی عیادت کی ترغیب دلانا	208
❋ بچوں میں ایثار و قربانی کا جذبہ پیدا کرنا	208
❋ بچوں کو ہنسی مذاق میں بھی جھوٹ بولنے سے روکنا	209
❋ بچوں کو سلام کے آداب سکھانا	209
❋ بچوں کو چھینک اور جمائی کے آداب سکھانا	210
❋ بچوں میں ایفائے عہد اور امانت میں دیانت کا عنصر پیدا کرنا	211
❋ بچوں کو ہمیشہ دوسروں کو نیکی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے کی تربیت دینا	211
❋ بچوں کو بری مجالس سے بچنے اور اچھی مجالس اپنانے کی تلقین کرنا	212

یتیم کے احکام کا بیان

❋ یتیم کون ہے؟	213
❋ یتیمی کب ختم ہوتی ہے؟	213

٭ یتیم کی کفالت کی فضیلت	215
٭ یتیم کا مال ناحق کھانا حرام ہے	215
٭ یتیم کا سرپرست معروف طریقے سے اس کا مال کھا سکتا ہے	216
٭ بغرضِ اصلاح یتیموں کے اموال اپنے اموال کے ساتھ ملانا جائز ہے	217
٭ بلوغت اور رُشد کے بعد یتیموں کے اموال بلاتغیر وتبدل ان کے سپرد کر دیئے جائیں	219
٭ یتیموں کو ان کے اموال سپرد کرتے وقت گواہ بنا لینے چاہییں	221
٭ یتیم بچیوں کے ساتھ ناانصافی کا ڈر ہو تو دوسری عورتوں سے نکاح کا حکم	222
٭ نکاح کے لیے یتیم بچی کی رضامندی طلب کرنا ضروری ہے	223
٭ یتیم کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنا چاہیے	223
٭ یتیموں پر صدقہ کرنا بہت ثواب کا کام ہے	224
٭ یتیم اگر وراثت کی تقسیم کے وقت موجود ہوں تو انہیں بھی کچھ دے دینا چاہیے	225
٭ یتیم مالِ غنیمت کے مستحق ہیں	226
٭ یتیم مالِ فی کے مستحق ہیں	226
٭ یتیموں پر اللہ کی خاص مہربانی کا ایک قصہ	226
٭ محمد رسول اللہ ﷺ بھی یتیم تھے	227

والدین کے حقوق کا بیان

٭ والدین اولاد کی طرف سے اطاعت کے لیے اللہ سے دعا کرتے رہیں	228
٭ حقوق اللہ کے بعد حقوق الوالدین سب سے زیادہ ادائیگی کا حق رکھتے ہیں	228
٭ ماں کے قدموں تلے جنت ہے	230

✵ سب سے زیادہ حسن سلوک کی مستحق ماں ہے	230
✵ والد جنت کا بہترین دروازہ ہے	231
✵ والد کی اطاعت میں اللہ کی اطاعت ہے	231
✵ والدین سے نیکی وحسن سلوک اللہ تعالیٰ کو بہت زیادہ پسند ہے	231
✵ والدین کی رضامندی میں ہی اللہ تعالیٰ کی رضامندی ہے	232
✵ اولاد کے حق میں والدین کی دعا قبول کی جاتی ہے	232
✵ والدین سے حسن سلوک عمر ورزق میں فراخی کا باعث ہے	233
✵ والدین سے نیک سلوک گناہوں کا کفارہ بن جاتا ہے	233
✵ والدین کی خدمت وفرمانبرداری دنیا میں بھی مشکلات سے نجات کا ذریعہ ہے	233
✵ والدین کی اطاعت کو نفل نماز پر ترجیح دینی چاہیے	235
✵ والدین کی اطاعت صرف نیکی کے کاموں میں کی جائے گی	236
✵ والد اور والدہ کے مابین تنازع کی صورت میں کس کی اطاعت کی جائے؟	238
✵ نکاح کے مسئلے میں والدین کی اطاعت	238
✵ کیا والدین کے حکم پر بیوی کو طلاق دے دینی چاہیے؟	242
✵ جہاد کے لیے والدین کی اجازت کا حکم	244
✵ والدین کی اجازت کے بغیر حج کا حکم	247
✵ پہلے ماں کی طرف سے حج کیا جائے یا باپ کی طرف سے؟	247
✵ کیا والد اپنی بیٹی کو مخلوط جگہ میں کام کرنے پر مجبور کرسکتا ہے؟	247
✵ والدین کمانے کے قابل نہ ہوں تو ان کے اخراجات کا بندوبست اولاد کے ذمہ ہے	248
✵ ❁ وجوبِ نفقہ کی شرائط:	249

٭ والدین کی نافرمانی کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے	250
٭ والدین کی نافرمانی کبیرہ گناہ ہے	251
٭ والدین کا نافرمان جنت میں داخل نہیں ہو گا	251
٭ والدین کے نافرمان کی نہ نفلی عبادت قبول ہوتی ہے اور نہ فرض	252
٭ والدین کو لعنت ملامت کرنے والا خود لعنتی ہے	253
٭ والدین کا نافرمان ذلیل ورسوا ہوگا	253
٭ غیر مسلم والدین سے بھی حسن سلوک سے پیش آنا چاہیے	253
٭ والدین کا حق کیسے ادا ہو؟	254
٭ ناراضگی کی حالت میں والدہ کی وفات	254
٭ کیا شوہر بیوی کو اس کے والدین کے ساتھ صلہ رحمی سے روک سکتا ہے؟	255
٭ والدین کے بعد ان کے دوستوں سے صلہ رحمی کرنا بھی بہت بڑی نیکی ہے	255
٭ والدین کے حقوق سے متعلقہ چند ضعیف روایات	256

اولاد کی وفات پر صبر کا بیان

٭ اولاد کی وفات پر صبر کرنا چاہیے اور انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھنا چاہیے	258
٭ صبر وہ قابل قبول ہے جو وفات کے فوراً بعد کیا جائے	259
٭ اولاد کی وفات پر رونا پیٹنا اور نوحہ خوانی حرام ہے	260
٭ اولاد کی وفات پر اگر بلا اختیار آنسو بہہ پڑیں تو کوئی حرج نہیں	261
٭ اولاد کی وفات پر صبر کی فضیلت	263
٭ مسلمانوں کے نابالغ فوت شدہ بچے جنت میں ہوں گے	266

✵ مشرکین کے نابالغ فوت شدہ بچے کہاں ہوں گے؟	267
✵ مسلمانوں کے نابالغ بچوں کے کفن دفن اور نماز جنازہ کا حکم	268
✵ مشرکین کی نابالغ اولاد کے کفن دفن اور نماز جنازہ کا حکم	269

فوت شدگان کو ثواب پہنچانے کا بیان

✵ ① دعا کرنا	270
✵ ② روزوں کی قضائی	271
✵ ③ نذر پوری کرنا	271
✵ ④ حج کرنا	271
✵ ⑤ صدقہ کرنا	272
✵ ⑥ صدقہ جاریہ	272
✵ ⑦ قرض ادا کرنا	273
✵ ⑧ صالح اولاد کا ہر نیک عمل	275

متفرق مسائل کا بیان

✵ عطیہ وہدیہ وغیرہ دینے میں اولاد کے درمیان عدل کرنا واجب ہے	277
✵ اگر کوئی بچہ زیادہ فرمانبردار ہو تو کیا والد اسے دوسرے بچوں سے زیادہ دے سکتا ہے؟	278
✵ کیا والد اپنے بیٹے کو دیا ہوا عطیہ واپس لے سکتا ہے؟	279
✵ باپ کی حرام کمائی سے کھانا	280
✵ زندگی میں جائیداد کی تقسیم	281

✻ نافرمان اولاد کو عاق کرنا	282
✻ بے نماز بیٹے کو وراثت سے محروم کرنا	284
✻ بیٹی کو اس لیے وراثت سے حصہ نہ دینا کہ کہیں اس کا شوہر نہ لے لے	284
✻ اگر کسی کو کوئی لاوارث بچہ ملے تو وہ کیا کرے؟	285
✻ ماں کا بچوں کو بعض کاموں سے روکنے کے لیے قسمیں دینا	288
✻ کیا ماں کی غفلت کے باعث بچے کی موت قابل سزا جرم ہے؟	289
✻ کیا ماں کو زکوۃ دینا جائز ہے؟	289
✻ والدین کو زکوۃ دینے کی ایک جائز صورت (فتویٰ شیخ الاسلام ابن تیمیہ)	289
✻ کیا آدمی اپنی جوان بیٹی کا بوسہ لے سکتا ہے؟	290
✻ اپنی بیٹی کا کسی بے نماز سے نکاح کر دینا	291
✻ بیٹے کے قصاص میں باپ کو قتل کرنے کا حکم	291
✻ کیا ابلیس کی اولاد ہے؟	292

چند ضروری اصطلاحات بترتیب حروف تہجی

(1)	اجتہاد	شرعی احکام کے علم کی تلاش میں ایک مجتہد کا استنباطِ احکام کے طریقے سے اپنی بھرپور ذہنی کوشش کرنا اجتہاد کہلاتا ہے۔
(2)	اجماع	اجماع سے مراد نبی ﷺ کی وفات کے بعد کسی خاص دور میں (امت مسلمہ کے) تمام مجتہدین کا کسی دلیل کے ساتھ کسی شرعی حکم پر متفق ہو جانا ہے۔
(3)	استحسان	قرآن، سنت یا اجماع کی کسی قوی دلیل کی وجہ سے قیاس کو چھوڑ دینا۔ اس کے علاوہ بھی اس کی مختلف تعریفیں کی گئی ہیں۔
(4)	استصحاب	شرعی دلیل نہ ملنے پر مجتہد کا اصل کو پکڑ لینا استصحاب کہلاتا ہے۔ واضح رہے کہ تمام نفع بخش اشیاء میں اصل اباحت ہے اور تمام ضرررساں اشیاء میں اصل حرمت ہے۔
(5)	اصل	اصول کا واحد ہے اور اس کے پانچ معانی ہیں۔ (1) دلیل (2) قاعدہ (3) بنیاد (4) راجح بات (5) حالت مستصحبہ۔
(6)	امام	کسی بھی فن کا معروف عالم جیسے فن حدیث میں امام بخاری اور فن فقہ میں امام ابوحنیفہ۔
(7)	آحاد	خبر واحد کی جمع ہے۔ اس سے مراد ایسی حدیث ہے جس کے راویوں کی تعداد متواتر حدیث کے راویوں سے کم ہو۔
(8)	آثار	ایسے اقوال اور افعال جو صحابہ کرام اور تابعین کی طرف منقول ہوں۔
(9)	اطراف	وہ کتاب جس میں ہر حدیث کا ایسا حصہ لکھا گیا ہو جو باقی حدیث پر دلالت کرتا ہو مثلاً تحفۃ الأشراف از امام مزی وغیرہ۔
(10)	اجزاء	اجزاء جز کی جمع ہے۔ اور جزء اس چھوٹی کتاب کو کہتے ہیں جس میں ایک خاص موضوع سے متعلق بالاستیعاب احادیث جمع کرنے کی کوشش کی گئی ہو مثلاً جزء رفع الیدین از امام بخاری وغیرہ۔
(11)	اربعین	حدیث کی وہ کتاب جس میں کسی بھی موضوع سے متعلقہ چالیس احادیث ہوں۔
(12)	باب	کتاب کا وہ حصہ جس میں ایک ہی نوع سے متعلقہ مسائل بیان کیے گئے ہوں۔
(13)	تعارض	ایک ہی مسئلہ میں دو مخالف احادیث کا جمع ہو جانا تعارض کہلاتا ہے۔
(14)	ترجیح	باہم مخالف دلائل میں سے کسی ایک کو عمل کے لیے زیادہ مناسب قرار دے دینا ترجیح کہلاتا ہے۔
(15)	جائز	ایسا شرعی حکم جس کے کرنے اور چھوڑنے میں اختیار ہو۔ مباح اور حلال بھی اسی کو کہتے ہیں۔
(16)	جامع	حدیث کی وہ کتاب جس میں مکمل اسلامی معلومات مثلاً عقائد، عبادات، معاملات، تفسیر، سیرت، مناقب، فتن اور روز محشر کے احوال وغیرہ سب جمع کر دیا گیا ہو۔
(17)	حدیث	ایسا قول، فعل اور تقریر جس کی نسبت رسول اللہ ﷺ کی طرف کی گئی ہو۔ سنت کی بھی یہی تعریف ہے۔ یاد رہے کہ تقریر سے مراد آپ ﷺ کی طرف سے کسی کام کی اجازت ہے۔
(18)	حسن	جس حدیث کے راوی حافظے کے اعتبار سے صحیح حدیث کے راویوں سے کم درجے کے ہوں۔
(19)	حرام	شارع علیہ السلام نے جس کام سے لازمی طور پر بچنے کا حکم دیا ہو نیز اس کے کرنے میں گناہ ہو جبکہ اس سے اجتناب میں ثواب ہو۔
(20)	خبر	خبر کے متعلق تین اقوال ہیں۔ (1) خبر حدیث کا ہی دوسرا نام ہے۔ (2) حدیث وہ ہے جو نبی ﷺ سے منقول ہو اور خبر وہ ہے جو کسی اور سے منقول ہو۔ (3) خبر حدیث سے عام ہے یعنی اس روایت کو بھی کہتے ہیں جو نبی ﷺ سے منقول ہو اور اس کو بھی کہتے ہیں جو کسی اور سے منقول ہو۔

(21)	راجح	ایسی رائے جو دیگر آراء کے بالمقابل زیادہ صحیح اور اقرب الی الحق ہو۔
(22)	سنن	حدیث کی وہ کتب جن میں صرف احکام کی احادیث جمع کی گئی ہوں مثلاً سنن نسائی' سنن ابن ماجہ اور سنن ابی داود وغیرہ۔
(23)	سدالذرائع	ان مباح کاموں سے روک دینا کہ جن کے ذریعے ایسی ممنوع چیز کے ارتکاب کا واضح اندیشہ ہو جو فساد و خرابی پر مشتمل ہو۔
(24)	شریعت	قرآن و سنت کی صورت میں اللہ تعالیٰ کے مقرر کیے ہوئے احکامات۔
(25)	شارع	شریعت بنانے والا یعنی اللہ تعالیٰ اور مجازی طور پر اللہ کے رسول ﷺ پر بھی اس کا اطلاق کیا جاتا ہے۔
(26)	شاذ	ضعیف حدیث کی وہ قسم جس میں ایک ثقہ راوی نے اپنے سے زیادہ ثقہ راوی کی مخالفت کی ہو۔
(27)	صحیح	جس حدیث کی سند متصل ہو اور اس کے تمام راوی ثقہ' دیانت دار اور قوت حافظہ کے مالک ہوں۔ نیز اس حدیث میں شذوذ اور کوئی خفیہ خرابی بھی نہ ہو۔
(28)	صحیحین	صحیح احادیث کی دو کتابیں یعنی صحیح بخاری اور صحیح مسلم۔
(29)	صحاح ستہ	معروف حدیث کی چھ کتب یعنی بخاری' مسلم' ابوداود' ترمذی' نسائی اور ابن ماجہ۔
(30)	ضعیف	ایسی حدیث جس میں نہ تو صحیح حدیث کی صفات پائی جائیں اور نہ ہی حسن حدیث کی۔
(31)	عرف	عرف سے مراد ایسا قول یا فعل ہے جس سے معاشرہ مانوس ہو' اس کا عادی ہو' یا اس کا ان میں رواج ہو۔
(32)	علت	علم فقہ میں علت سے مراد وہ چیز ہے جسے شارع علیہ السلام نے کسی حکم کے وجود اور عدم میں علامت مقرر کیا ہو جیسے نشہ حرمت شراب کی علت ہے۔
(33)	علت	علم حدیث میں علت سے مراد ایسا خفیہ سبب ہے جو حدیث کی صحت کو نقصان پہنچاتا ہو اور اسے صرف فن حدیث کے ماہر علماء ہی سمجھتے ہوں۔
(34)	فقہ	ایسا علم جس میں اُن شرعی احکام سے بحث ہوتی ہو جن کا تعلق عمل سے ہے اور جن کو تفصیلی دلائل سے حاصل کیا جاتا ہے۔
(35)	فقیہ	علم فقہ جاننے والا بہت سمجھ دار شخص۔
(36)	فصل	باب کا ایسا جزء جس میں ایک خاص موضوع سے متعلقہ مسائل مذکور ہوں۔
(37)	فرض	شارع علیہ السلام نے جس کام کو لازمی طور پر کرنے کا حکم دیا ہو نیز اسے کرنے پر ثواب اور نہ کرنے پر گناہ ہو مثلاً نماز' روزہ وغیرہ۔
(38)	قیاس	قیاس یہ ہے کہ فرع (ایسا مسئلہ جس کے متعلق کتاب وسنت میں حکم موجود نہ ہو) کو حکم میں اصل (ایسا حکم جو کتاب وسنت میں موجود ہو) کے ساتھ اس وجہ سے ملا لینا کہ ان دونوں کے درمیان علت مشترک ہے۔
(39)	کتاب	کتاب مستقل حیثیت کے حامل مسائل کے مجموعے کو کہتے ہیں' خواہ وہ کئی انواع پر مشتمل ہو یا نہ ہو مثلاً کتاب الطہارۃ وغیرہ۔
(40)	مستحب	ایسا کام جسے کرنے میں ثواب ہو جبکہ اسے چھوڑنے میں گناہ نہ ہو مثلاً مسواک وغیرہ۔ یاد رہے کہ علم فقہ میں مندوب، نفل اور سنت اسی کو کہتے ہیں۔
(41)	مکروہ	جس کام کو نہ کرنا اسے کرنے سے بہتر ہو اور اس سے بچنے پر ثواب ہو جبکہ اسے کرنے پر گناہ نہ ہو مثلاً کثرت سوال وغیرہ۔
(42)	مجتہد	جس شخص میں اجتہاد کا ملکہ موجود ہو یعنی اس میں فقہی مآخذ سے شریعت کے عملی احکام مستنبط کرنے کی پوری قدرت موجود ہو۔

(43)	مصالح مرسلہ	یہ ایسی مصلحت ہے کہ جس کے متعلق شارع علیہ السلام سے کوئی ایسی دلیل نہ ملتی ہو جو اس کے معتبر ہونے یا اسے لغو کرنے پر دلالت کرتی ہو۔
(44)	موقف	کسی مسئلہ میں کسی عالم کی ذاتی رائے جسے اس نے دلائل کے ذریعے اختیار کیا ہو۔
(45)	مسلک	اس کی بھی وہی تعریف ہے جو موقف کی ہے لیکن یہ لفظ مختلف مکاتب فکر کی نمائندگی کے لیے معروف ہو چکا ہے مثلاً حنفی مسلک وغیرہ۔
(46)	مذہب	لغوی طور پر اس کی بھی وہی تعریف ہے جو مسلک کی ہے لیکن عوام میں یہ لفظ دین (جیسے مذہب عیسائیت وغیرہ) اور فرقہ (جیسے حنفی مذہب وغیرہ) کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے۔
(47)	مراجع	وہ کتابیں جن سے کسی کتاب کی تیاری میں استفادہ کیا گیا ہو۔
(48)	متواتر	وہ حدیث جسے بیان کرنے والے راویوں کی تعداد اس قدر زیادہ ہو کہ ان سب کا جھوٹ پر جمع ہو جانا عقلاً محال ہو۔
(49)	مرفوع	جس حدیث کو نبی ﷺ کی طرف منسوب کیا گیا ہو خواہ اس کی سند متصل ہو یا نہ۔
(51)	موقوف	جس حدیث کو صحابی کی طرف منسوب کیا گیا ہو خواہ اس کی سند متصل ہو یا نہ۔
(52)	مقطوع	جس حدیث کو تابعی یا اس سے کم درجے کے کسی شخص کی طرف منسوب کیا گیا ہو خواہ اس کی سند متصل ہو یا نہ۔
(53)	موضوع	ضعیف حدیث کی وہ قسم جس میں کسی من گھڑت خبر کو رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کیا گیا ہو۔
(54)	مرسل	ضعیف حدیث کی وہ قسم جس میں کوئی تابعی صحابی کے واسطے کے بغیر رسول اللہ ﷺ سے روایت کرے۔
(55)	معلق	ضعیف حدیث کی وہ قسم جس میں ابتدائے سند سے ایک یا سارے راوی ساقط ہوں۔
(56)	معضل	ضعیف حدیث کی وہ قسم جس کی سند کے درمیان سے اکٹھے دو یا دو سے زیادہ راوی ساقط ہوں۔
(57)	منقطع	ضعیف حدیث کی وہ قسم جس کی سند کسی بھی وجہ سے منقطع ہو یعنی متصل نہ ہو۔
(58)	متروک	ضعیف حدیث کی وہ قسم جس کے کسی راوی پر جھوٹ کی تہمت ہو۔
(59)	منکر	ضعیف حدیث کی وہ قسم جس کا کوئی راوی فاسق، بدعتی، بہت زیادہ غلطیاں کرنے والا یا بہت زیادہ غفلت برتنے والا ہو۔
(60)	مسند	حدیث کی وہ کتاب جس میں ہر صحابی کی احادیث کو الگ الگ جمع کیا گیا ہو مثلاً مسند شافعی وغیرہ۔
(61)	مستدرک	ایسی کتاب جس میں کسی محدث کی شرائط کے مطابق ان احادیث کو جمع کیا گیا ہو جنہیں اس محدث نے اپنی کتاب میں نقل نہیں کیا مثلاً مستدرک حاکم وغیرہ۔
(62)	مستخرج	ایسی کتاب جس میں مصنف نے کسی دوسری کتاب کی احادیث کو اپنی سند سے روایت کیا ہو مثلاً مستخرج ابو نعیم الاصبہانی وغیرہ۔
(63)	معجم	ایسی کتاب جس میں مصنف نے اپنے اساتذہ کے ناموں کی ترتیب سے احادیث جمع کی ہوں مثلاً معجم کبیر از طبرانی وغیرہ۔
(64)	نسخ	بعد میں نازل ہونے والی دلیل کے ذریعے پہلے نازل شدہ حکم کو ختم کر دینا نسخ کہلاتا ہے۔
(65)	واجب	واجب کی تعریف وہی ہے جو فرض کی ہے جمہور فقہا کے نزدیک ان دونوں میں کوئی فرق نہیں۔ البتہ حنفی فقہا اس میں کچھ فرق کرتے ہیں۔

اولاد اور والدین کے مسائل

باب طلب الأولاد	اولاد طلب کرنے کا بیان
باب الحمل	حمل کا بیان
باب الولادة	ولادت کا بیان
باب ولادة البنات	بیٹیوں کی ولادت کا بیان
باب الأذان فی أذن المولود	بچے کے کانوں میں اذان کا بیان
باب تحنیك المولود	بچے کو گھٹی دینے کا بیان
باب تسمیة المولود	بچے کا نام رکھنے کا بیان
باب ختان المولود	بچے کے ختنہ کا بیان
باب العقیقة	عقیقہ کا بیان
باب مسائل الصبیان	بچوں سے متعلقہ مسائل کا بیان
باب النسب	نسب کا بیان
باب ارضاع الأولاد	بچوں کو دودھ پلانے کا بیان
باب حضانة الأولاد	بچوں کی پرورش کا بیان
باب تربیة الأولاد	بچوں کی تربیت کا بیان
باب أحکام الیتیم	یتیم کے احکام کا بیان
باب حقوق الوالدین	والدین کے حقوق کا بیان
باب الصبر علی وفاة الأولاد	اولاد کی وفات پر صبر کا بیان
باب ایصال الثواب	فوت شدگان کو ثواب پہنچانے کا بیان
باب المسائل المتفرقة	متفرق مسائل کا بیان

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ وَقَضٰى رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوْا إِلَّا إِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا ﴾

[الاسراء : ٢٣]

''اور تیرا پروردگار صاف صاف یہ حکم دے چکا ہے کہ تم صرف اسی کی عبادت کرو اور والدین کے ساتھ نیک سلوک کرو۔''

حدیث نبوی ہے کہ

﴿ مُرُوْا أَوْلَادَكُمْ بِالصَّلَاةِ وَهُمْ أَبْنَاءُ سَبْعِ سِنِيْنَ ﴾

''بچے جب سات سال کے ہو جائیں تو انہیں نماز کا حکم دو۔''

[صحيح أبو داود (٤٦٦)]

باب طلب الاولاد — اولاد طلب کرنے کا بیان

اولاد کی طلب وخواہش مستحب ہے

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ إِلَى نِسَائِكُمْ هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَأَنتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ عَلِمَ اللَّهُ أَنَّكُمْ كُنتُمْ تَخْتَانُونَ أَنفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَعَفَا عَنكُمْ فَالْآنَ بَاشِرُوهُنَّ وَابْتَغُوا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَكُمْ ﴾ [البقرة : ١٨٧]

"روزے کی راتوں میں اپنی بیویوں سے ملنا تمہارے لیے حلال کیا گیا ہے' وہ تمہارا لباس ہیں اور تم ان کے لباس ہو' تمہاری پوشیدہ خیانتوں کا اللہ تعالیٰ کو علم ہے' اس نے تمہاری توبہ قبول فرما کر تم سے درگزر فرما لیا' اب تمہیں ان سے مباشرت کی اور اللہ تعالیٰ کی لکھی ہوئی چیز کو تلاش کرنے کی اجازت ہے۔"

(ابن کثیرؒ) اس آیت کی تفسیر میں نقل فرماتے ہیں کہ

حضرت ابو ہریرہ، حضرت ابن عباس، حضرت انس رضی اللہ عنہم، قاضی شریحؒ، امام مجاہدؒ، امام عکرمہؒ، حضرت سعید بن جبیرؒ، امام عطاءؒ، امام ربیع بن انسؒ، امام سدیؒ، حضرت زید بن اسلمؒ، امام حکم بن عتیبہؒ، مقاتل بن حیانؒ، حضرت حسن بصریؒ، امام ضحاکؒ، امام قتادہؒ اور ان کے علاوہ دیگر اہل علم کا کہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان "اور تم اللہ تعالیٰ کی لکھی ہوئی چیز کو تلاش کرو" سے مراد ہے (جماع و ہم بستری کے ذریعے) اولاد تلاش کرو۔(۱)

(جلال الدین محلیؒ، جلال الدین سیوطیؒ) فرماتے ہیں کہ "جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے لکھ دیا ہے اسے تلاش کرو" سے مراد ہے جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے جماع و ہم بستری کو حلال کیا ہے یا جو اولاد اس نے تمہارے مقدر میں لکھ دی ہے (اسے جماع کے ذریعے حاصل کرو)۔(۲)

(شیخ عبدالرحمٰن سعدیؒ) اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ

مراد یہ ہے کہ اپنی بیویوں سے مباشرت کرتے وقت تقرب الی اللہ اور مباشرت کے عظیم مقصد کی نیت

---

(۱) [تفسیر ابن کثیر (۱/۴۵۱)]

(۲) [تفسیر جلالین (ص / ۷۲)]

کرلو اور وہ ہے اولاد کا حصول' مرد اور عورت کی شرمگاہ کی پاکدامنی اور دیگر مقاصدِ نکاح وغیرہ۔(۱)

(2) امام بخاریؒ نے باب نقل فرمایا ہے کہ

﴿ بَاب طَلَبِ الْوَلَدِ ﴾

"اولاد کی خواہش رکھنے کا بیان۔"

اور اس کے تحت یہ حدیث نقل فرمائی ہے۔

﴿عَنْ جَابِرٍ قَالَ كُنْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فِي غَزْوَةٍ فَلَمَّا قَفَلْنَا تَعَجَّلْتُ عَلَى بَعِيرٍ قَطُوفٍ فَلَحِقَنِي رَاكِبٌ مِنْ خَلْفِي فَالْتَفَتُّ فَإِذَا أَنَا بِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ قَالَ مَا يُعْجِلُكَ قُلْتُ إِنِّي حَدِيثُ عَهْدٍ بِعُرُسٍ قَالَ فَبِكْرًا تَزَوَّجْتَ أَمْ ثَيِّبًا قُلْتُ بَلْ ثَيِّبًا قَالَ فَهَلَّا جَارِيَةً تُلَاعِبُهَا وَتُلَاعِبُكَ قَالَ فَلَمَّا قَدِمْنَا ذَهَبْنَا لِنَدْخُلَ فَقَالَ أَمْهِلُوا حَتَّى تَدْخُلُوا لَيْلًا أَيْ عِشَاءً لِكَيْ تَمْتَشِطَ الشَّعِثَةُ وَتَسْتَحِدَّ الْمُغِيبَةُ قَالَ وَحَدَّثَنِي الثِّقَةُ أَنَّهُ قَالَ فِي هَذَا الْحَدِيثِ الْكَيْسَ الْكَيْسَ يَا جَابِرُ يَعْنِي الْوَلَدَ﴾

"حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک غزوہ (یعنی غزوہ تبوک) میں تھا' جب ہم واپس ہو رہے تھے تو میں اپنے سست رفتار اونٹ کو تیز چلانے کی کوشش کر رہا تھا۔ اتنے میں میرے پیچھے سے ایک سوار میرے قریب آئے' میں نے مڑ کر دیکھا تو رسول اللہ ﷺ تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا' جلدی کیوں کر رہے ہو؟ میں نے عرض کیا کہ میری شادی ابھی نئی نئی ہوئی ہے۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ تم نے کنواری عورت سے شادی کی ہے یا بیوہ سے؟ میں نے عرض کیا کہ بیوہ سے۔ آپ ﷺ نے اس پر فرمایا کہ کنواری سے کیوں نہ کی؟ تم اس کے ساتھ کھیلتے اور وہ تمہارے ساتھ کھیلتی۔ جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ پھر جب ہم مدینہ پہنچے تو ہم نے چاہا کہ شہر میں داخل ہو جائیں لیکن آپ ﷺ نے فرمایا' ٹھہر جاؤ۔ رات ہو جائے پھر داخل ہونا تاکہ تمہاری بیویاں جو پراگندہ بال ہیں وہ کنگھی کر لیں اور جن کے خاوند غائب تھے وہ زیر ناف صفائی کر لیں۔

ہشیم راوی کا بیان ہے کہ مجھ سے ایک معتبر راوی نے بیان کیا کہ آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ اے جابر! کیس کیس (یعنی اے جابر! جب گھر پہنچو تو خوب کیس کرنا' امام بخاریؒ نے کیس کا معنی یہ بیان کیا

---

(۱) [تیسیر الکریم الرحمن (۹٦/۱)]

ہے کہ) اس سے مراد ہے (جماع و ہم بستری کے ذریعے) اولاد کی خواہش کرنا۔"(۱)

اس حدیث کے بعد امام بخاریؒ نے جو حدیث نقل فرمائی ہے اس میں بھی یہی حکم ہے۔ آپ ﷺ نے جابر رضی اللہ عنہ سے کہا جب تم گھر پہنچو تو:

﴿ فَعَلَيْكَ بِالْكَيْسِ الْكَيْسِ ﴾

"خوب خوب کیس (یعنی جماع) کرنا۔"(۲)

صحیح مسلم کی روایت میں یہ لفظ ہیں:

﴿ إِذَا قَدِمْتَ فَالْكَيْسَ الْكَيْسَ ﴾

"جب تو (گھر) آئے تو خوب کیس کرنا۔"(۳)

فتح الباری میں اس حدیث کی شرح میں ہے کہ جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں 'میں جب گھر پہنچا تو میں نے آپ ﷺ کا حکم اپنی بیوی کو سنایا تو وہ سنتے ہی اطاعت کے لیے تیار ہو گئی اور پھر ہم نے ساری رات ہم بستری کی۔

(قاضی عیاضؒ) فرماتے ہیں کہ امام بخاریؒ وغیرہ نے لفظِ کیس کی تفسیر اولاد و نسل کی خواہش کے ساتھ کی ہے اور یہی بات صحیح ہے۔(٤)

(نوویؒ) نقل فرماتے ہیں کہ امام ابن الاعرابیؒ نے فرمایا کہ کیس سے مراد جماع ہے اور کیس عقل و شعور کو بھی کہتے ہیں۔ البتہ یہاں اولاد تلاش کرنے کی ترغیب دلانا مقصود ہے۔(٥)

(3) حافظ ابن حجرؒ نے نقل فرمایا ہے کہ امام ابو عمرو نوقانیؒ اپنی کتاب **"معاشرة الأهلين"** میں ایک مرفوع روایت لائے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

﴿ اُطْلُبُوا الْوَلَدَ وَالْتَمِسُوهُ فَإِنَّهُ ثَمَرَةُ الْقُلُوبِ وَقُرَّةُ الْعَيْنِ وَإِيَّاكُمْ وَالْعَاقِرَ ﴾

"اولاد طلب کرو کیونکہ اولاد دل کا ثمر اور آنکھ کی ٹھنڈک ہے اور بانجھ عورت سے بچو۔"(٦)

---

(۱) [بخاری (٥٢٤٥) کتاب النکاح : باب طلب الولد ' مسلم (٧١٥) ابو داود (٣٥٠٥) ترمذی (١١٠٠) نسائی (٦٥/٦) أحمد (٣٠٨/٣) حمیدی (١٢٢٧)]

(۲) [بخاری (٥٢٤٦) کتاب النکاح : باب طلب الولد]

(۳) [مسلم (٧١٥) کتاب الرضاع : باب استحباب نکاح البکر]

(٤) [کما فی فتح الباری شرح البخاری (تحت الحدیث / ٥٢٤٦)]

(٥) [شرح مسلم للنووی (٣٩٥/٥)]

(٦) [کما فی فتح الباری ' تحت الباب "باب طلب الولد"]

نبی کریم ﷺ نے زیادہ بچے جننے والی عورت سے شادی کی ترغیب دلائی ہے

(1) حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ إِنِّي أَصَبْتُ امْرَأَةً ذَاتَ حَسَبٍ وَجَمَالٍ وَإِنَّهَا لَا تَلِدُ أَفَأَتَزَوَّجُهَا قَالَ لَا ثُمَّ أَتَاهُ الثَّانِيَةَ فَنَهَاهُ ثُمَّ أَتَاهُ الثَّالِثَةَ فَقَالَ : تَزَوَّجُوا الْوَدُودَ الْوَلُودَ فَإِنِّي مُكَاثِرٌ بِكُمُ الْأُمَمَ ﴾

”ایک آدمی نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا کہ میں نے ایک خوبصورت حسب نسب والی عورت کو پایا ہے مگر وہ بچے نہیں جنتی کیا میں اس سے نکاح کر لوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا' نہیں۔ پھر وہ دوسری مرتبہ آپ ﷺ کے پاس آیا (اور یہی سوال دہرایا مگر) آپ ﷺ نے پھر اسے روک دیا۔ پھر وہ تیسری مرتبہ آپ ﷺ کے پاس آیا تو آپ ﷺ نے فرمایا' میں (روزِ قیامت) تمہاری کثرت کے باعث اُمتوں پر فخر کرنا چاہتا ہوں' اس لیے تم بہت محبت کرنے والی اور بہت بچے جننے والی خواتین سے ہی نکاح کرو۔“ (۱)

(2) حضرت سلمان بن یسار رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے:

﴿ خَيْرُ نِسَائِكُمُ الْوَلُودُ الْوَدُودُ ﴾

”تم میں بہترین عورتیں وہ ہیں جو بہت بچے جننے والی اور بہت محبت کرنے والی ہیں۔“ (۲)

(3) حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

﴿ أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِنِسَائِكُمْ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ ' الْوَدُودُ الْوَلُودُ ...... ﴾

”کیا میں تمہیں تمہاری جنتی عورتوں کے متعلق خبر نہ دوں؟ (اور وہ ایسی عورتیں ہیں جو اپنے خاوندوں سے) بہت محبت کرنے والی اور بہت بچے جننے والی ہیں......۔“ (۳)

---

(۱) [صحيح : إرواء الغليل (۱۷۸٤) آداب الزفاف (ص / ۱۳۲-۱۳۳) ابو داود (۲۰۵۰) كتاب النكاح : باب النهي عن تزويج من لم يلد من النساء ' مستدرك حاكم (۱٦۲/۲) أحمد (۱٥۸/۳) الحلية لأبي نعيم (۲۱۹/٤) طبراني أوسط كما في المجمع (۲۲۳٥) ابن حبان (٤۰۲۸) بيهقي (۸۱/۷)]

(۲) [صحيح : صحيح الجامع الصغير (۳۳۳۰)]

(۳) [حسن : صحيح الجامع الصغير (۲٦۰٤)]

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اُمت کی کثرت کے باعث روزِ قیامت فخر کرنا چاہتے ہیں

(1) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿النِّكَاحُ مِنْ سُنَّتِي فَمَنْ لَمْ يَعْمَلْ بِسُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي "وَتَزَوَّجُوا فَإِنِّي مُكَاثِرٌ بِكُمُ الْأُمَمَ "وَمَنْ كَانَ ذَا طَوْلٍ فَلْيَنْكِحْ وَمَنْ لَمْ يَجِدْ فَعَلَيْهِ بِالصِّيَامِ فَإِنَّ الصَّوْمَ لَهُ وِجَاءٌ﴾

''نکاح میری سنت ہے' لٰہذا جس نے میری سنت پر عمل نہ کیا اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں اور شادیاں کرو کیونکہ میں تمہاری کثرت کے باعث اُمتوں پر فخر کرنا چاہتا ہوں۔ جو طاقت رکھتا ہو اسے چاہیے کہ نکاح کرے اور جو طاقت نہ پائے وہ روزے رکھے کیونکہ روزے اس کے لیے ڈھال ہیں۔'' (۱)

(2) ایک روایت میں ہے کہ

﴿وَتَزَوَّجُوا فَإِنِّي مُكَاثِرٌ بِكُمُ الْأُمَمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ﴾

''نکاح کرو' بلاشبہ میں روزِ قیامت تمہاری کثرت کے باعث اُمتوں پر فخر کروں گا۔(۲)

اولاد طلب کرنے کے لیے دعائیں

① ﴿رَبِّ هَبْ لِي مِن لَّدُنكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً إِنَّكَ سَمِيعُ الدُّعَاءِ﴾ [آل عمران : ۳۷]

''اے میرے پروردگار! مجھے اپنے پاس سے پاکیزہ اولاد عطا فرما' بے شک تو دعا کا سننے والا ہے۔''

② اولاد طلب کرنے کے لیے بکثرت استغفار کرنا چاہیے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں نوح علیہ السلام کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ جب انہوں نے اپنی قوم کو شب و روز دعوتِ حق پہنچائی مگر لوگوں نے ان کی دعوت پر کان نہ دھرے تو انہوں نے اللہ تعالیٰ سے شکوی کرتے ہوئے کہا کہ اے میرے پروردگار! میں نے اپنی قوم کو رات دن تیری طرف بلایا۔ مگر میرے بلانے سے یہ لوگ اور زیادہ بھاگنے لگے۔ میں نے جب بھی انہیں تیری بخشش کے لیے بلایا انہوں نے اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں ڈال لیں اور اپنے کپڑوں کو اوڑھ لیا اور اڑ گئے اور بڑا تکبر کیا۔ پھر میں نے انہیں بآواز بلند بلایا۔ اور بے شک میں نے ان سے اعلانیہ بھی کہا اور چپکے چپکے بھی:

﴿فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ إِنَّهُ كَانَ غَفَّارًا ' يُرْسِلِ السَّمَاءَ عَلَيْكُم مِّدْرَارًا ' وَيُمْدِدْكُم

---

(۱) [حسن : صحیح ابن ماجه ' ابن ماجه (۱۸٤٦) کتاب النکاح : باب ما جاء فی فضل النکاح]

(۲) [صحیح : صحیح الجامع الصغیر (٦٨٠٧)]

بِأَمْوَالٍ وَبَنِينَ وَيَجْعَل لَّكُمْ جَنَّاتٍ وَيَجْعَل لَّكُمْ أَنْهَارًا ﴾ [نوح: ۵-۱۲]

''اور میں نے کہا کہ اپنے رب سے استغفار کرو' وہ یقیناً بڑا بخشنے والا ہے۔ وہ تم پر آسمان کو خوب برستا ہوا چھوڑ دے گا۔ اور تمہیں خوب پے در پے مال اور اولاد میں ترقی دے گا اور تمہیں باغات دے گا اور تمہارے لیے نہریں نکال دے گا۔''

اس آیت کی تفسیر میں ہے کہ

حضرت حسن بصریؒ کے متعلق روایت کیا جاتا ہے کہ ان سے آکر کسی نے قحط سالی کی شکایت کی تو انہوں نے اسے استغفار کی تلقین کی' کسی دوسرے شخص نے فقر وفاقہ کی شکایت کی اسے بھی انہوں نے یہی نسخہ بتایا۔ ایک اور شخص نے اپنے باغ کے خشک ہونے کا شکوہ کیا' اسے بھی فرمایا کہ استغفار کر۔ ایک شخص نے کہا میرے گھر اولاد نہیں ہوتی' اسے بھی کہا اپنے رب سے استغفار کر۔ کسی نے جب ان سے کہا کہ آپ نے استغفار ہی کی تلقین کیوں کی؟ تو آپؒ نے یہی آیت تلاوت کر کے فرمایا کہ میں نے اپنے پاس سے یہ بات نہیں کی' یہ تو وہ نسخہ ہے جو ان سب باتوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے (خود) بتایا ہے۔(۱)

معلوم ہوا کہ اولاد طلب کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے جو نسخہ بتایا ہے وہ ہے استغفار' اس لیے بہت زیادہ استغفار کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

✧ استغفار کرنے کے لیے ایک دعا تو وہ ہے جسے سید الاستغفار کہا جاتا ہے' اس کے الفاظ یہ ہیں:

﴿ اَللّٰهُمَّ أَنْتَ رَبِّي لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ خَلَقْتَنِي وَأَنَا عَبْدُكَ وَأَنَا عَلَى عَهْدِكَ وَوَعْدِكَ مَا اسْتَطَعْتُ أَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ أَبُوءُ لَكَ بِنِعْمَتِكَ عَلَيَّ وَأَبُوءُ لَكَ بِذَنْبِي فَاغْفِرْ لِي فَإِنَّهُ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا أَنْتَ ﴾

''اے اللہ! تو ہی میرا رب ہے' تیرے سوا کوئی معبود نہیں' تو نے مجھے پیدا فرمایا اور میں تیرا بندہ ہوں اور میں اپنی طاقت کے مطابق تیرے عہد اور تیرے وعدے پر قائم ہوں' میں تیرے ذریعے سے اس چیز کے شر سے پناہ مانگتا ہوں جس کا میں نے ارتکاب کیا' میں تیرے سامنے تیرے انعام کا اقرار کرتا ہوں اور میں اپنے گناہوں کا بھی اقرار کرتا ہوں لہٰذا تو مجھے معاف کر دے' حقیقت یہ ہے کہ گناہوں کو تیرے سوا کوئی بھی معاف نہیں کر سکتا۔''

اس دعا کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ

﴿ مَنْ قَالَهَا مِنَ النَّهَارِ مُوقِنًا بِهَا فَمَاتَ مِنْ يَوْمِهِ قَبْلَ أَنْ يُمْسِيَ فَهُوَ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ

---

(۱) [أيسر التفاسير' بحواله أحسن البيان (ص / ۱٦٣٤)]

وَمَنْ قَالَهَا مِنَ اللَّيْلِ وَهُوَ مُوقِنٌ بِهَا فَمَاتَ قَبْلَ أَنْ يُصْبِحَ فَهُوَ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ ﴾

''جو شخص یقین کی حالت میں دن کو یہ دعا پڑھے گا اور پھر اسی دن شام سے پہلے فوت ہو گیا تو وہ جنت میں جائے گا اور جو شخص یقین کی حالت میں رات کو یہ دعا پڑھے گا اور پھر اسی رات صبح سے پہلے فوت ہو گیا تو جنت میں جائے گا۔'' (۱)

اس دعا کے علاوہ استغفار کے لیے مندرجہ ذیل دعائیں بھی ثابت ہیں:

① ﴿ أَسْتَغْفِرُ اللَّهَ وَأَتُوبُ إِلَيْهِ ﴾

''میں اللہ سے بخشش مانگتا ہوں اور اس کے حضور توبہ کرتا ہوں۔'' (۲)

② ﴿ أَسْتَغْفِرُ اللَّهَ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومَ وَأَتُوبُ إِلَيْهِ ﴾

''میں اللہ سے بخشش مانگتا ہوں جس کے علاوہ کوئی معبودِ برحق نہیں' وہ زندہ ہے' قائم رکھنے والا ہے اور میں اس کے حضور توبہ کرتا ہوں۔'' (۳)

اللہ تعالیٰ سے نیک اولاد کا سوال کرنا چاہیے

① جیسا کہ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا نقل فرمائی ہے کہ

﴿ رَبِّ هَبْ لِي مِنَ الصَّالِحِينَ ﴾ [الصافات : ۱۰۰]

''اے میرے رب! مجھے نیک بخت اولاد عطا فرما۔''

اسی طرح حضرت زکریا علیہ السلام نے بھی اللہ تعالیٰ سے پاکیزہ اولاد کا ہی سوال کیا تھا۔ جیسا کہ اس کا ذکر آئندہ سطور میں آرہا ہے۔

---

(۱) [بخاری (٦٣٠٦) کتاب الدعوات : باب أفضل الاستغفار' ترمذی (۲۲۹/٤) کتاب الدعوات : باب منه' مسند احمد (۱۲۲/٤) مستدرك حاكم (٤٥٨/۲) شرح السنة للبغوی (۱۳۰۸) طبرانی (۷۱۷۲-۷۱۷٤)]

(۲) [صحیح : السلسلة الصحیحة (۳۱۵۷) بخاری (٦۳۰۷) کتاب الدعوات : باب استغفار النبی فی الیوم واللیلة' مسلم (۲۷۰۲) کتاب الذکر والدعاء : باب استحباب الاستغفار والاستكثار منه' ترمذی (۳۲۵۹) کتاب تفسیر القرآن : باب ومن سورة محمد' سائی فی عمل الیوم واللیلة (٤٥٤) عبد بن حمید فی مسنده (۱٤٦۳) ابن حبان فی صحیحه (۲٤٦۰)]

(۳) [صحیح : صحیح ابو داود' ابوداود (۱۵۱۷) کتاب الصلاة : باب فی الاستغفار' صحیح الترغیب والترهیب (۱٦۲۲) کتاب الذکر والدعاء : باب الترغیب فی الاستغفار' ریاض الصالحین (۱۸۸۳)]

② اور نیک اولاد ایسا صدقہ جاریہ ہے جو مرنے کے بعد بھی کام آئے گا جیسا کہ اس کا ذکر درج ذیل ہے۔

نیک اولاد مرنے کے بعد بھی کام آئے گی

(1) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ إِنَّ اللّٰهَ لَيَرْفَعُ الدَّرَجَةَ لِلْعَبْدِ الصَّالِحِ فِي الْجَنَّةِ ' فَيَقُوْلُ : يَا رَبِّ ! أَنّٰى لِيْ هٰذِهِ ؟ فَيَقُوْلُ : بِاسْتِغْفَارِ وَلَدِكَ لَكَ ﴾

"بلاشبہ اللہ تعالیٰ جنت میں نیک بندے کا درجہ بلند فرماتے ہیں تو بندہ عرض کرتا ہے کہ اے اللہ! یہ درجہ مجھے کیوں دیا گیا؟ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے' یہ درجہ تجھے تیرے لیے تیرے بیٹے کے استغفار کے ذریعے حاصل ہوا ہے۔"(۱)

(2) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ إِذَا مَاتَ الْإِنْسَانُ انْقَطَعَ عنهُ عَمَلُهُ إِلَّا مِن ثلاثةٍ : إلا مِن صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ أَوْ عِلْمٍ يُنْتَفَعُ بِهِ أَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ يَدْعُو لَهُ ﴾

"جب انسان فوت ہو جاتا ہے تو تین اعمال کے سوا اس کے تمام اعمال منقطع ہو جاتے ہیں:

1- صدقہ جاریہ۔

2- ایسا علم جس سے لوگ فائدہ اٹھاتے ہوں۔

3- نیک و صالح اولاد جو اس کے لیے دعا کرتی رہے۔(۲)

بڑھاپے اور بانجھ پن میں بھی اللہ کی رحمت سے مایوس نہیں ہونا چاہیے

❀ مایوسی گناہ ہے:

(1) قرآن میں ہے کہ

---

(۱) [حسن : الصحیحة (۱۵۹۸) هداية الرواة (۴۵۵/۲) ابن ماجة (۳۶۶۰) كتاب الأدب : باب بر الوالدين ' احمد (۵۰۹/۲)]

(۲) [مسلم (۱۶۳۱) كتاب الوصية : باب ما يلحق الإنسان من الثواب بعد الميت' الأدب المفرد للبخاری (۳۸) أبو داود (۲۸۸۰) كتاب الوصايا : باب ما جاء فی الصدقة عن الميت ' نسائی (۱۲۹/۲) مشكل الآثار (۸۵/۱) بيهقی (۲۷۸/۶) أحمد (۳۷۲/۲) ابن حبان (۳۰۱۶) بغوی (۱۳۹) نسائی فی السنن الكبرى (۶۴۷۸/۴)]

﴿وَلاَ تَيْأَسُواْ مِن رَّوْحِ اللّهِ إِنَّهُ لاَ يَيْأَسُ مِن رَّوْحِ اللّهِ إِلاَّ الْقَوْمُ الْكَافِرُونَ﴾ [یوسف: ۸۷]

''اور اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو' یقیناً رب کی رحمت سے ناامید وہی ہوتے ہیں جو کافر ہوتے ہیں۔''

(2) ایک دوسرے مقام پر فرمایا:

﴿وَمَن يَقْنَطُ مِن رَّحْمَةِ رَبِّهِ إِلاَّ الضَّآلُّونَ﴾ [الحجر: ٥٦]

''گمراہ لوگ ہی اللہ کی رحمت سے ناامید ہوتے ہیں۔''

(3) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ الْكَبَائِرُ: الشِّرْكُ بِاللّٰهِ وَالْإِيَاسُ مِنْ رَوْحِ اللّٰهِ وَالْقَنُوطُ مِنْ رَحْمَةِ اللّٰهِ ﴾

''کبیرہ گناہ یہ ہیں' اللہ کے ساتھ شرک کرنا' اللہ کی مہربانی سے (دوسروں کو) مایوس کرنا اور اللہ کی رحمت سے (خود) ناامید ہونا۔''(۱)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مثال:

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿وَلَقَدْ جَاءتْ رُسُلُنَا إِبْرَاهِيمَ بِالْبُشْرَى قَالُواْ سَلاَمًا قَالَ سَلاَمٌ فَمَا لَبِثَ أَن جَاء بِعِجْلٍ حَنِيذٍ' فَلَمَّا رَأَى أَيْدِيَهُمْ لاَ تَصِلُ إِلَيْهِ نَكِرَهُمْ وَأَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيفَةً قَالُواْ لاَ تَخَفْ إِنَّا أُرْسِلْنَا إِلَى قَوْمِ لُوطٍ' وَامْرَأَتُهُ قَآئِمَةٌ فَضَحِكَتْ فَبَشَّرْنَاهَا بِإِسْحَقَ وَمِن وَرَاء إِسْحَقَ يَعْقُوبَ' قَالَتْ يَا وَيْلَتَى أَأَلِدُ وَأَنَاْ عَجُوزٌ وَهَذَا بَعْلِي شَيْخًا إِنَّ هَذَا لَشَيْءٌ عَجِيبٌ' قَالُواْ أَتَعْجَبِينَ مِنْ أَمْرِ اللّهِ رَحْمَتُ اللّهِ وَبَرَكَاتُهُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الْبَيْتِ إِنَّهُ حَمِيدٌ مَّجِيدٌ﴾ [ھود: ٦٩-٧٣]

''اور ہمارے بھیجے ہوئے پیغامبر ابراہیم علیہ السلام کے پاس خوشخبری لے کر پہنچے اور سلام کہا' انہوں نے بھی سلام کا جواب دیا اور بلا تاخیر گائے کا بھنا ہوا بچھڑا لے آئے۔ اب جو دیکھا کہ ان کے تو ہاتھ بھی اس کی طرف نہیں پہنچ رہے تو ان سے اجنبیت محسوس کر کے دل ہی دل میں ان سے خوف کرنے لگے۔ انہوں نے کہا' ڈرو نہیں ہم تو قومِ لوط کی طرف بھیجے ہوئے آئے ہیں۔ اس کی بیوی جو کھڑی ہوئی تھی وہ ہنس پڑی' تو ہم نے اسے اسحٰق علیہ السلام کی اور اسحٰق علیہ السلام کے پیچھے یعقوب علیہ السلام کی خوشخبری دی۔ وہ کہنے لگی ہائے میری کم بختی! میرے ہاں اولاد کیسے ہو سکتی ہے میں خود بڑھیا ہوں اور یہ میرے خاوند بھی بہت بڑی عمر کے ہیں' یہ تو یقیناً بڑی عجیب بات ہے۔ فرشتوں نے کہا' کیا تو اللہ کی قدرت سے تعجب کر رہی ہے؟ اے اس گھر کے لوگو! تم پر

(۱) [حسن: صحیح الجامع الصغیر (٤٦٠٣) السلسلة الصحيحة (٢٠٥١)]

اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں نازل ہوں' بے شک اللہ تعالیٰ حمد و ثناء کا سزاوار اور بڑی شان والا ہے۔"

(2) ایک دوسرے مقام پر ارشاد ہے:

﴿هَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ ضَيْفِ إِبْرَاهِيمَ الْمُكْرَمِينَ ' إِذْ دَخَلُوا عَلَيْهِ فَقَالُوا سَلَامًا قَالَ سَلَامٌ قَوْمٌ مُّنكَرُونَ 'فَرَاغَ إِلَى أَهْلِهِ فَجَاء بِعِجْلٍ سَمِينٍ 'فَقَرَّبَهُ إِلَيْهِمْ قَالَ أَلَا تَأْكُلُونَ ' فَأَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيفَةً قَالُوا لَا تَخَفْ وَبَشَّرُوهُ بِغُلَامٍ عَلِيمٍ 'فَأَقْبَلَتِ امْرَأَتُهُ فِي صَرَّةٍ فَصَكَّتْ وَجْهَهَا وَقَالَتْ عَجُوزٌ عَقِيمٌ ' قَالُوا كَذَلِكَ قَالَ رَبُّكِ إِنَّهُ هُوَ الْحَكِيمُ الْعَلِيمُ﴾

[الذاریات : ٢٤۔٣٠]

"کیا تجھے ابراہیم علیہ السلام کے معزز مہمانوں کی خبر بھی پہنچی ہے۔ وہ جب ان کے ہاں آئے تو سلام کیا' ابراہیم علیہ السلام نے سلام کا جواب دیا (اور کہا یہ تو) اجنبی لوگ ہیں۔ پھر (جلدی جلدی خاموشی سے) اپنے گھر والوں کی طرف گئے اور ایک فربہ بچھڑے (کا گوشت) لائے۔ اور اسے ان کے پاس رکھا اور کہا آپ کھاتے کیوں نہیں؟ پھر تو دل ہی دل میں ان سے خوف زدہ ہو گئے۔ انہوں نے کہا آپ خوف نہ کیجئے۔ اور انہوں نے اس (حضرت ابراہیم علیہ السلام) کو ایک علم والے لڑکے کی بشارت دی۔ پس ان کی بیوی آگے بڑھی اور حیرت میں آکر اپنے منہ پر ہاتھ مار کر کہا کہ میں تو بڑھیا ہوں اور ساتھ بانجھ بھی۔ انہوں نے کہا' ہاں تیرے پروردگار نے اسی طرح فرمایا ہے' بلاشبہ وہ حکمت والا اور علم والا ہے۔"

حضرت زکریا علیہ السلام کی مثال:

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُولٍ حَسَنٍ وَأَنبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا وَكَفَّلَهَا زَكَرِيَّا كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ وَجَدَ عِندَهَا رِزْقًا قَالَ يَا مَرْيَمُ أَنَّى لَكِ هَذَا قَالَتْ هُوَ مِنْ عِندِ اللّهِ إنَّ اللّهَ يَرْزُقُ مَن يَشَاء بِغَيْرِ حِسَابٍ' هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهُ قَالَ رَبِّ هَبْ لِي مِن لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً إِنَّكَ سَمِيعُ الدُّعَاء' فَنَادَتْهُ الْمَلآئِكَةُ وَهُوَ قَائِمٌ يُصَلِّي فِي الْمِحْرَابِ أَنَّ اللّهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيَى مُصَدِّقًا بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللّهِ وَسَيِّدًا وَحَصُورًا وَنَبِيًّا مِّنَ الصَّالِحِينَ' قَالَ رَبِّ أَنَّى يَكُونُ لِي غُلاَمٌ وَقَدْ بَلَغَنِيَ الْكِبَرُ وَامْرَأَتِي عَاقِرٌ قَالَ كَذَلِكَ اللّهُ يَفْعَلُ مَا يَشَاء﴾ [آل عمران : ٣٧۔ ٤٠]

"پس اسے (یعنی مریم علیہا السلام کو) اس کے پروردگار نے اچھی طرح قبول فرمایا اور اسے بہترین پرورش دی۔ اس کی خیر خبر لینے والا زکریا (علیہ السلام) کو بنایا' جب کبھی زکریا (علیہ السلام) ان کے حجرے میں جاتے ان کے پاس

روزی (یعنی غیر موسمی تروتازہ پھل) رکھے ہوئے پاتے‘ وہ پوچھتے اے مریم! یہ روزی تمہارے پاس کہاں سے آئی؟ وہ جواب دیتیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے‘ بلاشبہ اللہ تعالیٰ جسے چاہے بلاحساب روزی دیتا ہے۔ اسی جگہ زکریا (علیہ السلام) نے اپنے رب سے دعا کی‘ کہا کہ اے میرے پروردگار! مجھے اپنے پاس سے پاکیزہ اولاد عطا فرما‘ بے شک تو دعا کا سننے والا ہے۔ پس فرشتوں نے انہیں آواز دی جبکہ وہ حجرے میں کھڑے نماز پڑھ رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ تجھے یحییٰ (علیہ السلام) کی یقینی خوشخبری دیتا ہے جو اللہ کے کلمہ کی تصدیق کرنے والا‘ سردار‘ ضابطِ نفس اور نبی ہے نیک لوگوں میں سے۔ کہنے لگے‘ اے میرے پروردگار! میرے ہاں بچہ کیسے ہوگا؟ میں بالکل بوڑھا ہو گیا ہوں اور میری بیوی بانجھ ہے۔ فرمایا‘ اسی طرح اللہ جو چاہے کرتا ہے۔“

(2) سورۂ مریم میں ارشاد ہے کہ

﴿ ذِكْرُ رَحْمَةِ رَبِّكَ عَبْدَهُ زَكَرِيَّا ' إِذْ نَادَى رَبَّهُ نِدَاءً خَفِيًّا ' قَالَ رَبِّ إِنِّي وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّي وَاشْتَعَلَ الرَّأْسُ شَيْبًا وَلَمْ أَكُن بِدُعَائِكَ رَبِّ شَقِيًّا ' وَإِنِّي خِفْتُ الْمَوَالِيَ مِن وَرَائِي وَكَانَتِ امْرَأَتِي عَاقِرًا فَهَبْ لِي مِن لَّدُنكَ وَلِيًّا ' يَرِثُنِي وَيَرِثُ مِنْ آلِ يَعْقُوبَ وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِيًّا ' يَا زَكَرِيَّا إِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلَامٍ اسْمُهُ يَحْيَى لَمْ نَجْعَل لَّهُ مِن قَبْلُ سَمِيًّا ' قَالَ رَبِّ أَنَّى يَكُونُ لِي غُلَامٌ وَكَانَتِ امْرَأَتِي عَاقِرًا وَقَدْ بَلَغْتُ مِنَ الْكِبَرِ عِتِيًّا ' قَالَ كَذَٰلِكَ قَالَ رَبُّكَ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ وَقَدْ خَلَقْتُكَ مِن قَبْلُ وَلَمْ تَكُ شَيْئًا ﴾ [مریم: ۲-۹]

”یہ ہے تیرے پروردگار کی اس مہربانی کا ذکر جو اس نے اپنے بندے زکریا پر کی تھی۔ جبکہ اس نے اپنے رب سے چپکے چپکے دعا کی تھی۔ کہ میرے پروردگار! میری ہڈیاں کمزور ہو گئی ہیں اور سر بڑھاپے کی وجہ سے بھڑک اٹھا ہے (یعنی سفید ہو گیا ہے)‘ لیکن میں کبھی بھی تجھ سے دعا کر کے محروم نہیں رہا۔ مجھے اپنے مرنے کے بعد اپنے قرابت والوں کا ڈر ہے۔ میری بیوی بھی بانجھ ہے‘ پس تو مجھے اپنے پاس سے وارث عطا فرما۔ جو میرا بھی وارث ہو اور یعقوب (علیہ السلام) کے خاندان کا بھی جانشین اور میرے رب! تو اسے مقبول بندہ بنالے۔ اے زکریا! ہم تجھے ایک بچے کی خوشخبری دیتے ہیں جس کا نام یحییٰ ہے‘ ہم نے اس سے پہلے اس کا ہم نام بھی کسی کو نہیں کیا۔ زکریا (علیہ السلام) کہنے لگے‘ میرے رب! میرے ہاں لڑکا کیسے ہوگا جبکہ میری بیوی بانجھ اور میں خود بڑھاپے کی انتہائی کمزوری کو پہنچ چکا ہوں۔ ارشاد ہوا کہ وعدہ اسی طرح ہو چکا‘ تیرے رب نے فرمادیا ہے کہ مجھ پر تو یہ بالکل آسان ہے اور تو خود جب کچھ نہ تھا میں تجھے پیدا کر چکا ہوں۔“

اولاد کی خواہش میں انشاء اللہ کہہ کر ہم بستری کرنا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿قَالَ سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ عَلَيْهِمَا السَّلَام لَأَطُوفَنَّ اللَّيْلَةَ بِمِائَةِ امْرَأَةٍ تَلِدُ كُلُّ امْرَأَةٍ غُلَامًا يُقَاتِلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَقَالَ لَهُ الْمَلَكُ قُلْ إِنْ شَاءَ اللَّهُ فَلَمْ يَقُلْ وَنَسِيَ فَأَطَافَ بِهِنَّ وَلَمْ تَلِدْ مِنْهُنَّ إِلَّا امْرَأَةٌ نِصْفَ إِنْسَانٍ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ لَوْ قَالَ إِنْ شَاءَ اللَّهُ لَمْ يَحْنَثْ وَكَانَ أَرْجَى لِحَاجَتِهِ﴾

"حضرت سلیمان بن داود علیہ السلام نے فرمایا کہ آج رات میں اپنی سو بیویوں کے پاس (ہم بستری کے لیے) آؤں گا اور (اس قربت کے نتیجہ میں) ہر عورت ایک لڑکا جنے گی تو سو لڑکے ایسے پیدا ہوں گے جو اللہ کے راستے میں جہاد کریں گے۔ فرشتے نے ان سے کہا کہ انشاء اللہ کہہ لیجئے، لیکن انہوں نے نہیں کہا اور بھول گئے۔ چنانچہ آپ تمام بیویوں کے پاس گئے لیکن ایک کے سوا کسی کے ہاں بھی بچہ پیدا نہ ہوا اور اس ایک کے ہاں بھی آدھا بچہ پیدا ہوا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اگر وہ انشاء اللہ کہہ لیتے تو ان کی مراد بر آتی اور ان کی خواہش پوری ہونے کی امید زیادہ ہوتی۔"

ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ لَوْ كَانَ اسْتَثْنَى لَوَلَدَتْ كُلُّ وَاحِدَةٍ مِنْهُنَّ غُلَامًا فَارِسًا يُقَاتِلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ﴾

"اگر وہ انشاء اللہ کہہ دیتے تو ان عورتوں میں سے ہر ایک گھڑ سوار لڑکا جنتی جو اللہ کی راہ میں جہاد کرتا۔" (۱)

(نوویؒ) اس حدیث میں کچھ فوائد ہیں جن میں سے یہ بھی ہے کہ انسان جب کہے کہ عنقریب میں ایسا کروں گا تو اس کے لیے انشاء اللہ کہنا مستحب ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ

﴿وَلَا تَقُولَنَّ لِشَيْءٍ إِنِّي فَاعِلٌ ذَٰلِكَ غَدًا ۚ إِلَّا أَن يَشَاءَ اللَّهُ ﴾ [الکھف: ۲۳۔ ۲۴]

"اور ہر گز ہر گز کسی کام پر یوں نہ کہنا کہ میں اسے کل کروں گا، مگر ساتھ ہی انشاء اللہ کہہ لینا۔" (۲)

---

(۱) [بخاری (۵۲۴۲) کتاب النکاح: باب قول الرجل 'لأطوفن اللیلة علی نسائه'، مسلم (۱۶۵۴) کتاب الأیمان: باب الاستثناء، نسائی فی السنن الکبری (۹۰۳۲/۵) شرح السنة للبغوی (۷۹) ابن حبان (۴۳۳)، (۴۳۳۸) بیهقی (۴۴/۱۰) احمد (۷۱۴۰)]

(۲) [شرح مسلم للنووی (۱۸۷/۶)]

اولاد کو شیطان کے حملے سے بچانے کے لیے ہم بستری سے قبل دعا پڑھنا

یہ عمل مستحب ہے جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿لَوْ أَنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا أَتَى أَهْلَهُ قَالَ بِاسْمِ اللَّهِ اللَّهُمَّ جَنِّبْنَا الشَّيْطَانَ وَجَنِّبْ الشَّيْطَانَ مَا رَزَقْتَنَا فَقُضِيَ بَيْنَهُمَا وَلَدٌ لَمْ يَضُرُّهُ﴾

"اگر تم میں سے کوئی اپنی بیوی کے پاس جاتے وقت یہ دعا پڑھے:

" بِسْمِ اللّٰهِ ، اَللّٰهُمَّ جَنِّبْنَا الشَّيْطٰنَ وَجَنِّبِ الشَّيْطَانَ مَا رَزَقْتَنَا "

"اللہ کے نام کے ساتھ 'اے اللہ! ہمیں شیطان سے محفوظ رکھ اور اس اولاد کو بھی شیطان سے محفوظ رکھ جو تو ہمیں عطا کرے۔"

تو یقیناً اس جماع سے ان کے مقدر و قسمت میں اولاد ہو گی تو شیطان اسے کبھی نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔"

صحیح مسلم کی روایت میں یہ لفظ ہیں:

﴿فَإِنَّهُ إِنْ يُقَدَّرْ بَيْنَهُمَا وَلَدٌ فِي ذَلِكَ لَمْ يَضُرَّهُ شَيْطَانٌ أَبَدًا﴾

"اگر اس جماع سے ان کے لیے اولاد مقدر ہو گی تو شیطان اسے کبھی نقصان نہیں پہنچائے گا۔"(۱)

✧ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اولادِ آدم کے ساتھ شیطان چمٹا ہوتا ہے اور اسے صرف اللہ کے ذکر کے ساتھ ہی بھگایا جا سکتا ہے اور یہ بھی ثابت ہوا کہ اگر کوئی مسلمان ناپاکی کی حالت میں بھی ہو تب بھی وہ اللہ کا ذکر کر سکتا ہے۔

✧ یاد رہے کہ اگر کوئی انسان بیوی سے ہم بستری کے وقت اس دعا کا التزام نہ کرے تو پھر شیطان بھی اس کے ساتھ اس عمل میں شریک ہو جاتا ہے۔اسی طرح یہ دعا نہ پڑھنے کی وجہ سے اگر کوئی شخص اپنے بیٹے کی طرف سے نافرمانی 'تنگیِ حالات 'اور دیگر خاندانی مصائب و مشکلات کا شکار ہو جائے تو وہ صرف اپنے آپ کو

---

(۱) [بخاری (۱٤۱) کتاب الوضوء : باب التسمية على كل حال وعند الوقاع ' مسلم (۱٤۳٤) کتاب النكاح : باب ما يستحب أن يقوله عند الجماع ' ابو داود (۲۱٦۱) کتاب النكاح : باب فی جامع النكاح ' ترمذی (۱۰۹۲) کتاب النكاح : باب ما يقول اذا دخل على أهله ' ابن ماجة (۱۹۱۹) کتاب النكاح : باب ما يقول الرجل اذا دخلت عليه أهله ' أحمد (۲۱۷/۱) نسائی فی السنن الكبرى (۱۰۱۰۰) دارمی (۲۲۱۲) عبد الرزاق (۱۰٤٦٦) طبرانی كبير (۱۲۱۹٥) ابن حبان (۹۸۳) طیالسی (۲۷۰٥) ابن أبی شيبة (۳۱۱/٤) شرح السنة للبغوی (۱۳۳۰)]

ہی ملامت کرے۔ قرآن میں ہے اللہ تعالیٰ شیطان سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں:

﴿وَاسْتَفْزِزْ مَنِ اسْتَطَعْتَ مِنْهُمْ بِصَوْتِكَ وَأَجْلِبْ عَلَيْهِم بِخَيْلِكَ وَرَجِلِكَ وَشَارِكْهُمْ فِي الأَمْوَالِ وَالأَوْلادِ وَعِدْهُمْ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطَانُ إِلاَّ غُرُورًا﴾ [الاسراء: ٦٤]

"ان میں سے تو جسے بھی اپنی آواز (یعنی گانے' موسیقی اور دیگر لہو ولعب کے آلات) سے بہکا سکے بہکا لے اور ان پر اپنے سوار اور پیادے (یعنی انسانوں اور جنوں میں سے اپنے چیلے چانٹے وغیرہ) چڑھا لا اور ان کے مال (میں حرام کمائی وغیرہ کے ذریعے) اور اولاد میں (بیوی سے مذکورہ بالا مسنون دعا پڑھے بغیر جماع کرنے وغیرہ کے ذریعے) شریک ہو جا اور انہیں (جھوٹے) وعدے دے لے۔ ان سے جتنے بھی شیطان کے وعدے ہوتے ہیں سب کے سب سراسر فریب ہیں۔"

غیر اللہ سے اولاد مانگنا شرک ہے

- کیونکہ تمام اُمورِ کائنات کا مدبر و منتظم صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے۔
- اس کے علاوہ خواہ کوئی نبی ہی کیوں نہ ہو نظامِ کائنات میں کچھ تصرف کا اختیار نہیں رکھتا۔
- اولاد کی پیدائش تو درکنار اللہ کے علاوہ کوئی ایک مکھی بھی پیدا نہیں کر سکتا۔
- اس کے باوجود جو اللہ کے علاوہ کسی اور کے پاس حصولِ اولاد کے لیے جائے گا اولاً تو وہ عقل و شعور سے عاری ہے کیونکہ یہ اُس سے مانگ رہا ہے جو خود اپنے نفع و نقصان کا بھی مالک نہیں اور دوم یہ کہ وہ اللہ تعالیٰ کی توحید (ربوبیت) میں کسی دوسرے کو بھی شریک کرے گا اور شرک ایسا گناہ ہے جسے اللہ تعالیٰ ہرگز معاف نہیں فرمائے گا۔

اس کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿اللَّهُ الَّذِي رَفَعَ السَّمَاوَاتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا ثُمَّ اسْتَوَى عَلَى الْعَرْشِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ كُلٌّ يَجْرِي لأَجَلٍ مُّسَمًّى يُدَبِّرُ الأَمْرَ يُفَصِّلُ الآيَاتِ لَعَلَّكُم بِلِقَاء رَبِّكُمْ تُوقِنُونَ﴾ [الرعد: ٢]

"اللہ تعالیٰ ہی وہ ذات ہے جس نے آسمانوں کو بغیر ستونوں کے بلند کر رکھا ہے کہ تم اسے دیکھ رہے ہو۔ پھر وہ عرش پر قرار پکڑے ہوئے ہے' اسی نے سورج اور چاند کو ماتحتی میں لگا رکھا ہے' ہر ایک معین میعاد

پر گشت کر رہا ہے' وہی (کائنات کے تمام) اُمور کی تدبیر فرماتا ہے' اللہ تعالیٰ اپنی (توحید کی) نشانیاں کھول کھول کر بیان کر رہا ہے کہ تم اپنے رب کی ملاقات کا یقین کر لو۔"

(2) ایک دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ

﴿قُل لاَّ أَمْلِكُ لِنَفْسِي نَفْعًا وَلاَ ضَرًّا إِلاَّ مَا شَاء اللّهُ وَلَوْ كُنتُ أَعْلَمُ الْغَيْبَ لاَسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوءُ إِنْ أَنَاْ إِلاَّ نَذِيرٌ وَبَشِيرٌ لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ﴾ [الأعراف : ۱۸۸]

"(اے پیغمبر!) آپ فرما دیجئے کہ میں خود اپنی ذاتِ خاص کے لیے بھی نہ تو کسی نفع کا اختیار رکھتا ہوں اور نہ ہی کسی نقصان کا' مگر اتنا ہی کہ جتنا اللہ تعالیٰ نے چاہا ہو اور اگر میں غیب کی باتیں جانتا ہوتا تو میں بہت سے منافع حاصل کر لیتا اور مجھے کوئی نقصان نہ پہنچتا' میں تو محض ڈرانے والا اور بشارت دینے والا ہوں ان لوگوں کو جو ایمان رکھتے ہیں۔"

(3) سورۂ حج میں ارشاد ہے کہ

﴿ يَا أَيُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوا لَهُ إِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِن دُونِ اللَّهِ لَن يَخْلُقُوا ذُبَابًا وَلَوِ اجْتَمَعُوا لَهُ وَإِن يَسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَيْئًا لَّا يَسْتَنقِذُوهُ مِنْهُ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوبُ ﴾ [الحج : ۷۳]

"لوگو! ایک مثال بیان کی جا رہی ہے' ذرا کان لگا کر سن لو' اللہ کے سوا جن جن کو تم پکارتے رہے ہو وہ ایک مکھی بھی پیدا نہیں کر سکتے' گو سارے کے سارے ہی جمع ہو جائیں' بلکہ اگر مکھی ان سے کوئی چیز لے بھاگے تو یہ تو اسے بھی اس سے نہیں چھین سکتے' کمزور ہے طلب کرنے والا اور جس سے طلب کیا گیا ہے۔"

(4) ایک اور مقام پر ارشاد ہے کہ

﴿لِلَّهِ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ يَخْلُقُ مَا يَشَاء يَهَبُ لِمَنْ يَشَاء إِنَاثًا وَيَهَبُ لِمَن يَشَاء الذُّكُورَ ' أَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَإِنَاثًا وَيَجْعَلُ مَن يَشَاء عَقِيمًا إِنَّهُ عَلِيمٌ قَدِيرٌ ﴾
[الشورى : ۴۹۔ ۵۰]

"آسمانوں اور زمین کی بادشاہت اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے' وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے' جس کو چاہتا ہے بیٹیاں دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے بیٹے دیتا ہے' یا انہیں جمع کر دیتا ہے بیٹے بھی اور بیٹیاں بھی اور جسے چاہے بانجھ رکھتا ہے' وہ بڑے علم والا اور کامل قدرت والا ہے۔"

(5) سورۂ نساء میں ارشاد ہے کہ

﴿ إِنَّ اللَّهَ لاَ يَغْفِرُ أَن يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَن يَشَاء وَمَن يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدِ افْتَرَى إِثْمًا عَظِيمًا ﴾ [النساء: ٤٨]

"یقیناً اللہ تعالیٰ اپنے ساتھ شرک کیے جانے کو نہیں بخشتا اور اس کے سوا جسے چاہے بخش دیتا ہے اور جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک مقرر کرے اس نے بہت بڑا گناہ اور بہتان باندھا۔"

(6) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

﴿ قُلْتُ أَيُّ الذَّنْبِ أَعْظَمُ عِنْدَ اللَّهِ قَالَ أَنْ تَجْعَلَ لِلَّهِ نِدًّا وَهُوَ خَلَقَكَ ﴾

"میں نے عرض کیا (اے اللہ کے رسول!) اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بڑا گناہ کون سا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' یہ کہ تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک بنائے حالانکہ اس نے تجھے پیدا کیا ہے۔" (١)

(7) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

﴿كُنْتُ خَلْفَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ يَوْمًا فَقَالَ يَا غُلَامُ إِنِّي أُعَلِّمُكَ كَلِمَاتٍ احْفَظْ اللَّهَ يَحْفَظْكَ احْفَظْ اللَّهَ تَجِدْهُ تُجَاهَكَ إِذَا سَأَلْتَ فَاسْأَلْ اللَّهَ وَإِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللَّهِ وَاعْلَمْ أَنَّ الْأُمَّةَ لَوْ اجْتَمَعَتْ عَلَى أَنْ يَنْفَعُوكَ بِشَيْءٍ لَمْ يَنْفَعُوكَ إِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللَّهُ لَكَ وَلَوْ اجْتَمَعُوا عَلَى أَنْ يَضُرُّوكَ بِشَيْءٍ لَمْ يَضُرُّوكَ إِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللَّهُ عَلَيْكَ رُفِعَتْ الْأَقْلَامُ وَجَفَّتْ الصُّحُفُ ﴾

"میں ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے (سوار) تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' اے لڑکے! میں تمہیں چند کلمات سکھاتا ہوں (اور وہ ہیں) اللہ تعالیٰ (کے فرامین) کی حفاظت کر' اللہ تعالیٰ (دنیا و آخرت ہر جگہ) تیری حفاظت فرمائے گا۔ اللہ تعالیٰ کو یاد رکھ' تو اسے اپنے ساتھ پائے گا۔ جب سوال کرنا ہو تو صرف اللہ تعالیٰ سے ہی سوال کر اور جب مدد مانگنی ہو تو صرف اللہ تعالیٰ سے ہی مدد مانگ اور خوب اچھی طرح جان لے کہ اگر امت کے تمام لوگ تمہیں نفع پہنچانے کے لیے اکٹھے ہو جائیں تو تجھے کچھ بھی نفع نہیں پہنچا سکیں گے الا کہ جو اللہ تعالیٰ نے تیرے لیے لکھ رکھا ہے اور اگر وہ سب تمہیں نقصان پہنچانے کے لیے اکٹھے ہو جائیں تو کچھ

---

(١) [بخاری (٤٤٧٧) کتاب تفسیر القرآن : باب قوله تعالى فلا تجعلوا لله أندادا وأنتم تعلمون ' مسلم (٨٦) كتاب الايمان : باب كون الشرك أقبح الذنوب وبيان أعظمها بعده ' ابو داود (٢٣١٠) كتاب الطلاق : باب فى تعظيم الزنا ' ترمذى (٣١٨٢) كتاب تفسير القرآن : باب ومن سورة الفرقان ' نسائى (٤٠٢٤) وفى السنن الكبرى (١٠٩٨٧) أبو يعلى (٥٠٩٨) ابن حبان (٤٤١٤) حميدى (١٣)]

نقصان نہیں پہنچا سکیں گے الا کہ جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے لکھ دیا ہے۔ (تقدیر لکھنے والے) قلم اٹھا لیے گئے ہیں اور (جن میں تقدیر لکھی گئی ہے وہ) صحیفے خشک ہو چکے ہیں۔" (۱)

(8) امام ابن شہابؒ بیان کرتے ہیں کہ

﴿ وَأَمَّا أُمُّ كُلْثُوم بِنْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَتَزَوَّجَهَا أَيْضًا عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ بَعْدَ أُخْتِهَا رُقَيَّةَ بِنْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ ثُمَّ تُوُفِّيَتْ عِنْدَهُ وَلَمْ تَلِدْ لَهُ شَيْئًا ﴾

"رسول اللہ ﷺ نے حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا بنت محمد ﷺ کے بعد ان کی بہن حضرت اُم کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح بھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کر دیا۔ پھر حضرت اُم کلثوم رضی اللہ عنہا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عقدِ نکاح میں ہی فوت ہوئیں اور ان کی کوئی اولاد نہ ہوئی۔" (۲)

جنت میں اولاد کی خواہش اور اس کی تکمیل

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ الْمُؤْمِنُ إِذَا اشْتَهَى الْوَلَدَ فِي الْجَنَّةِ كَانَ حَمْلُهُ وَوَضْعُهُ فِي سَاعَةٍ وَاحِدَةٍ كَمَا يَشْتَهِي ﴾

"مومن آدمی جب جنت میں اولاد کی خواہش کرے گا تو جیسے اس کی خواہش ہو گی اسی طرح کا حمل اور پھر وضع حمل لمحہ بھر میں ہی ہو جائے گا۔" (۳)

---

(۱) [صحیح : صحیح ترمذی ' ترمذی (۲۵۱٦) کتاب صفة القیامة والرقائق والورع : باب منه ' صحیح الجامع الصغیر (۷۹۵۷) المشکاة (۵۳۰۲)]

(۲) [رواہ الطبرانی]

(۳) [صحیح : صحیح ابن ماجه ' ابن ماجه (٤٣٣٨) کتاب الزهد : باب صفة الجنة ' ترمذی (۲۵٦۳) کتاب صفة الجنة : باب ما جاء ما لأدنی أهل الجنة من الکرامة ' دارمی (۲۷۱۲) کتاب الرقاق : باب فی ولد أهل الجنة ' صحیح الجامع الصغیر (٦٦٤٩)]

باب الحمل حمل کا بیان

ماں کے پیٹ میں بچے کی تکوین و بناوٹ

- بچے کی پیدائش مرد اور عورت کے نطفے (یعنی منی کے قطرات) ملنے سے وجود میں آتی ہے۔
- نطفہ رحم مادر میں 40 دن تک پڑا رہتا ہے۔
- 40 دن کے بعد جمے ہوئے خون کی صورت اختیار کر لیتا ہے اور پھر اسی حالت میں 40 دن پڑا رہتا ہے۔
- پھر 80 دن کے بعد گوشت کا ٹکڑا بن جاتا ہے اور مزید 40 دن اسی حالت میں رہتا ہے۔
- 120 دن یعنی 4 ماہ کے بعد اللہ کے حکم سے فرشتہ روح پھونکنے آتا ہے۔
- روح پھونکتے وقت ہی بچے کا رزق' عمر' نیک ہو گا یا بد' مذکر ہے یا مؤنث (سب) لکھ دیا جاتا ہے۔

اس کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ خَلَقَ الإِنسَانَ مِن نُّطْفَةٍ فَإِذَا هُوَ خَصِيمٌ مُّبِينٌ ﴾ [النحل : ٤]

"اس (یعنی اللہ تعالیٰ) نے انسان کو نطفے سے پیدا کیا' پھر وہ صریح جھگڑالو بن بیٹھا۔"

(2) سورۂ طارق میں ہے کہ

﴿ فَلْيَنظُرِ الْإِنسَانُ مِمَّ خُلِقَ ' خُلِقَ مِن مَّاءٍ دَافِقٍ ' يَخْرُجُ مِن بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَائِبِ ﴾ [الطارق : ٥-٧]

"انسان کو دیکھنا چاہیے کہ وہ کس چیز سے پیدا کیا گیا ہے۔ وہ ایک اُچھلتے پانی (یعنی منی) سے پیدا کیا گیا ہے جو (مرد کی) پیٹھ اور (عورت کے) سینے سے نکلتا ہے۔"

(3) ایک دوسرے مقام پر ارشاد ہے کہ

﴿وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ مِن سُلَالَةٍ مِّن طِينٍ ' ثُمَّ جَعَلْنَاهُ نُطْفَةً فِي قَرَارٍ مَّكِينٍ ' ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظَامًا فَكَسَوْنَا الْعِظَامَ لَحْمًا ثُمَّ أَنشَأْنَاهُ خَلْقًا آخَرَ فَتَبَارَكَ اللَّهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ ﴾ [المومنون : ١٢-١٤]

"یقیناً ہم نے انسان کو مٹی کے جوہر سے پیدا کیا۔ پھر اسے نطفہ بنا کر محفوظ جگہ میں قرار دے دیا۔ پھر نطفہ کو ہم نے جما ہوا خون بنا دیا' پھر اس خون کے لوتھڑے کو گوشت کا ٹکڑا کر دیا' پھر گوشت کے ٹکڑے کو

ہڈیاں بنادیا' پھر ہڈیوں کو ہم نے گوشت پہنادیا' پھر دوسری بناوٹ میں اس کو پیدا کر دیا۔ برکتوں والا ہے وہ اللہ جو سب سے بہترین پیدا کرنے والا ہے۔"

(4) ایک اور مقام پر ارشاد ہے کہ

﴿يَاأَيُّهَا النَّاسُ إِن كُنتُمْ فِي رَيْبٍ مِّنَ الْبَعْثِ فَإِنَّا خَلَقْنَاكُم مِّن تُرَابٍ ثُمَّ مِن نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ مِن مُّضْغَةٍ مُّخَلَّقَةٍ وَغَيْرِ مُخَلَّقَةٍ لِّنُبَيِّنَ لَكُمْ وَنُقِرُّ فِي الْأَرْحَامِ مَا نَشَاءُ إِلَى أَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ نُخْرِجُكُمْ طِفْلًا﴾ [الحج : ٥]

"لوگو! اگر تمہیں مرنے کے بعد جی اٹھنے میں شک ہے تو سوچو ہم نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا' پھر نطفہ سے' پھر خون بستہ سے' پھر گوشت کے لوتھڑے سے جو صورت دیا گیا تھا اور بے نقشہ تھا (یعنی جب روح پھونکی جاتی ہے اس وقت یا تو بچے کی صورت واضح ہو چکی ہوتی ہے اور یا پھر واضح نہیں ہوتی اور بچہ ساقط ہو جاتا ہے)۔ یہ ہم تم پر ظاہر کر دیتے ہیں۔ اور ہم جسے چاہیں ایک ٹھہرائے ہوئے وقت تک رحم مادر میں رکھتے ہیں' پھر تمہیں بچپن کی حالت میں دنیا میں لاتے ہیں۔"

(5) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بیان فرمایا:

﴿إِنَّ أَحَدَكُمْ يُجْمَعُ خَلْقُهُ فِي بَطْنِ أُمِّهِ أَرْبَعِينَ يَوْمًا ثُمَّ يَكُونُ عَلَقَةً مِثْلَ ذَلِكَ ثُمَّ يَكُونُ مُضْغَةً مِثْلَ ذَلِكَ ثُمَّ يَبْعَثُ اللَّهُ مَلَكًا فَيُؤْمَرُ بِأَرْبَعِ كَلِمَاتٍ وَيُقَالُ لَهُ اكْتُبْ عَمَلَهُ وَرِزْقَهُ وَأَجَلَهُ وَشَقِيٌّ أَوْ سَعِيدٌ ثُمَّ يُنْفَخُ فِيهِ الرُّوحُ﴾

"تمہاری پیدائش کی تیاری تمہاری ماں کے پیٹ میں چالیس دن تک (نطفہ کی صورت میں) کی جاتی ہے۔ اتنے ہی دنوں تک پھر ایک جمے ہوئے خون کی صورت اختیار کیے رہتا ہے اور پھر اتنے ہی دنوں تک گوشت کا لوتھڑا بنا رہتا ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ بھیجتے ہیں اور اسے چار باتوں کے لکھنے کا حکم دیتے ہیں۔ اس سے کہا جاتا ہے کہ اس کے عمل' اس کا رزق' اس کی مدتِ زندگی اور یہ کہ بد ہے یا نیک' لکھ لے۔ اب اس نطفہ میں روح ڈالی جاتی ہے۔" (١)

---

(١) [بخاری (٣٢٠٨) کتاب بدء الخلق : باب ذکر الملائکۃ' مسلم (٢٦٤٣) کتاب القدر : باب کیفیۃ خلق الآدمی فی بطن أمہ وکتابۃ رزقہ وأجلہ' أبو داود (٤٧٠٨) کتاب السنۃ : باب فی القدر' ترمذی (٢١٣٧) کتاب القدر : باب ما جاء أن الأعمال بالخواتیم' ابن ماجۃ (٧٦) مقدمۃ : باب فی القدر' أحمد (٣٨٢/١)) حمیدی (١٢٦) طیالسی (٣١٣١) أبو یعلی (٥١٥٧) الحلیہ لأبی نعیم (٣٨٧/٨) شرح السنۃ (١٣٣١)]

(6) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ وَكَّلَ بِالرَّحِمِ مَلَكًا يَقُولُ يَا رَبِّ نُطْفَةٌ يَا رَبِّ عَلَقَةٌ يَا رَبِّ مُضْغَةٌ فَإِذَا أَرَادَ أَنْ يَقْضِيَ خَلْقَهُ قَالَ أَذَكَرٌ أَمْ أُنْثَى شَقِيٌّ أَمْ سَعِيدٌ فَمَا الرِّزْقُ وَالْأَجَلُ فَيُكْتَبُ فِي بَطْنِ أُمِّهِ ﴾

''رحم مادر میں اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ مقرر کر رکھا ہے' وہ کہتا ہے اے رب! اب یہ نطفہ ہے' اے رب! اب یہ جما ہوا خون بن گیا ہے' اے رب! اب یہ گوشت کا ٹکڑا بن گیا ہے۔ پھر جب اللہ اس کی خلقت پوری کرنا چاہتا ہے تو کہتا ہے کہ مذکر ہے یا مؤنث' بد بخت ہے یا نیک بخت' اس کی روزی کتنی مقدر ہے اور عمر کتنی ہے؟ پس ماں کے پیٹ ہی میں یہ تمام باتیں فرشتہ لکھ دیتا ہے۔''(۱)

بچے کی باپ یا ماں کے ساتھ مشابہت کا سبب

- جب مرد کی منی کے قطرات عورت کے قطرات پر غالب آجاتے ہیں تو بچہ باپ کے مشابہ ہوتا ہے اور جب عورت کے قطرات مرد کے قطرات پر غالب آجاتے ہیں تو بچہ ماں کے مشابہ ہوتا ہے۔

اس کی دلیل یہ ہے کہ' حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ (جو یہود کے بڑے عالم تھے) نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ تشریف لانے کی خبر سنی تو وہ اپنے باغ میں پھل توڑ رہے تھے۔ وہ اسی وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میں آپ سے ایسی تین چیزوں کے متعلق پوچھتا ہوں جنہیں نبی کے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔ بتلایئے! قیامت کی نشانیوں میں سب سے پہلی نشانی کیا ہے؟ اہل جنت کی دعوت کے لیے سب سے پہلے کیا چیز پیش کی جائے گی؟ بچہ کب اپنے باپ کی صورت پر اور کب اپنی ماں کی صورت پر ہو گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' مجھے ابھی جبرئیل علیہ السلام نے آکر اس کے متعلق بتایا ہے...... آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ أَمَّا أَوَّلُ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ فَنَارٌ تَحْشُرُ النَّاسَ مِنَ الْمَشْرِقِ إِلَى الْمَغْرِبِ وَأَمَّا أَوَّلُ طَعَامٍ يَأْكُلُهُ أَهْلُ الْجَنَّةِ فَزِيَادَةُ كَبِدِ حُوتٍ "وَإِذَا سَبَقَ مَاءُ الرَّجُلِ مَاءَ الْمَرْأَةِ نَزَعَ الْوَلَدَ وَإِذَا سَبَقَ مَاءُ الْمَرْأَةِ نَزَعَتْ" قَالَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَشْهَدُ أَنَّكَ رَسُولُ اللّٰهِ ﴾

''قیامت کی سب سے پہلی نشانی ایک آگ ہو گی جو انسانوں کو مشرق سے مغرب کی طرف جمع کر لائے گی۔ اہل جنت کی دعوت میں جو کھانا سب سے پہلے پیش کیا جائے گا وہ مچھلی کے جگر کا بڑھا ہوا حصہ ہو گا اور

(۱) [بخاری (۳۱۸) کتاب الحیض : باب قول اللہ عزوجل مخلقة وغیر مخلقة]

جب مرد کا پانی عورت کے پانی پر غالب آ جاتا ہے تو بچہ باپ کی شکل پر ہوتا ہے اور جب عورت کا پانی مرد کے پانی پر غالب آ جاتا ہے تو بچہ ماں کی شکل پر ہوتا ہے۔"(۱)

اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ ماں کے پیٹ میں کیا ہے

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿إِنَّ اللَّهَ عِندَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوتُ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ﴾ [لقمان : ٣٤]

"بے شک اللہ تعالیٰ ہی کے پاس قیامت کا علم ہے وہی بارش نازل فرماتا ہے اور ماں کے پیٹ میں جو ہے اسے جانتا ہے۔ کوئی نہیں جانتا کہ کل کیا (کچھ) کمائے گا؟ نہ کسی کو یہ معلوم ہے کہ کس زمین میں مرے گا۔ (یاد رکھو!) اللہ تعالیٰ ہی پورے علم والا اور صحیح خبروں والا ہے۔"

(2) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿مِفْتَاحُ الْغَيْبِ خَمْسٌ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا اللَّهُ لَا يَعْلَمُ أَحَدٌ مَا يَكُونُ فِي غَدٍ وَلَا يَعْلَمُ أَحَدٌ مَا يَكُونُ فِي الْأَرْحَامِ وَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَاذَا تَكْسِبُ غَدًا وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوتُ وَمَا يَدْرِي أَحَدٌ مَتَى يَجِيءُ الْمَطَرُ﴾

"غیب کی پانچ کنجیاں ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔ کسی کو معلوم نہیں کہ کل کیا ہونے والا ہے' کوئی نہیں جانتا کہ ماں کے پیٹ میں کیا ہے' کسی کو بھی یہ علم نہیں کہ وہ کل کیا کمائے گا' نہ کوئی یہ جانتا ہے کہ اسے کس جگہ موت آئے گی اور نہ ہی کسی کو بارش کی آمد کا علم ہے۔"(۲)

معلوم ہوا کہ ماں کے پیٹ میں کیا ہے اس کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہی ہے۔ تاہم آج کے جدید دور میں مختلف قسم کی الٹرا ساؤنڈ مشینوں کی بدولت اگر کوئی کہے کہ اب یہ جاننا ممکن نہیں رہا کہ ماں کے پیٹ میں کیا ہے یعنی لڑکا ہے یا لڑکی' تو اس کا جواب یوں دیا جائے گا کہ ان آلات کے ذریعے اگرچہ جنسیت کے متعلق ناقص معلومات تو کسی حد تک فراہم کی جا سکتی ہیں مگر ماں کے پیٹ کا بچہ نیک ہے یا بد' خوبصورت ہے یا بدصورت' ناقص ہے یا کامل وغیرہ جیسی باتوں کا علم تو صرف اللہ تعالیٰ کو ہی ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ کا فرمان اپنی جگہ

---

(۱) [بخاری (٤٤٨٠) کتاب تفسیر القرآن : باب قوله من کان عدوا لجبرئیل ' هدایة الرواة (٥٨١١)]

(۲) [بخاری (١٠٣٩) کتاب الجمعة : باب لا یدری متی یجیء المطر الا الله]

پر برحق ہے کہ صرف اللہ تعالیٰ کو ہی علم ہے کہ ماں کے پیٹ میں کیا ہے (یعنی نیک یا بد وغیرہ)۔

دورانِ حمل ماں کو اپنے پیٹ کے بچے کے نیک ہونے کی دعائیں کرنی چاہییں

اسی طرح اگر اسے اللہ کی راہ میں وقف کرنے کی نذر مان لے تو یہ بھی درست ہے۔اس ضمن میں اللہ تعالیٰ کے درج ذیل فرمان سے استدلال کیا جاتا ہے:

﴿إِذْ قَالَتِ امْرَأَةُ عِمْرَانَ رَبِّ إِنِّي نَذَرْتُ لَكَ مَا فِي بَطْنِي مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّي إِنَّكَ أَنتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ﴾ [آل عمران : ۳۵]

"جب عمران کی بیوی (یعنی مریم علیہا السلام کی والدہ) نے کہا کہ اے میرے رب! میرے پیٹ میں جو کچھ ہے' اسے میں نے تیرے نام آزاد کرنے (یعنی تیری عبادت گاہ کی خدمت کے لیے وقف کرنے) کی نذر مانی' تو میری طرف سے قبول فرما' یقیناً تو خوب سننے والا اور پوری طرح جاننے والا ہے۔"

✧ نذر کے مختصر احکام درج ذیل ہیں:

1- نذر یہ ہے کہ قول کے ذریعے اللہ کی اطاعت کے کسی کام کو اپنے اوپر لازم کر لینا۔(۱)

2- کسی جائز کام کی نذر بھی لازم نہیں مثلاً اگر کوئی دھوپ میں ہی کھڑے رہنے کی نذر مان لے تو اگرچہ دھوپ میں کھڑا رہنا جائز تو ہے مگر اس نذر کو پورا کرنا لازم نہیں۔(۲)

3- کسی ایسے کام کی نذر بھی لازم نہیں جس کی انسان میں طاقت نہ ہو مثلاً اگر کوئی پیدل چل کر حج پر جانے کی نذر مان لے (اور وہ مکہ سے کہیں دور کا رہائشی ہو) تو اس پر اسے پورا کرنا لازم نہیں۔(۳)

---

(۱) [تفسیر أحکام القرآن لابن العربی (۲۹۷/۱)]

(۲) [بخاری (۶۷۰۴) کتاب الأیمان والنذور : باب النذر فیما لا یملك وفی معصیة ' ابو داود (۳۳۰۰) کتاب الأیمان والنذور : باب من رأی علیه کفارة اذا کان فی معصیة ' ابن ماجه (۲۱۳۶) کتاب الکفارات : باب من خلط فی نذره طاعة بمعصیة ' طحاوی فی مشکل الآثار (۴۴/۳) ابن حبان (۴۳۸۵) ابن الجارود (۹۳۸) دارقطنی (۱۶۱/۴) بیهقی (۷۵/۱۰) طبرانی (۱۸۷۱) شرح السنة للبغوی (۲۴/۱۰)]

(۳) [بخاری (۱۸۶۵ ' ۶۷۰۱) کتاب الأیمان والنذور : باب النذر فیما لا یملك وفی معصیة ' احمد (۱۱۴/۳) ابو داود (۳۳۰۱) کتاب الأیمان والنذور : باب من رأی علیه کفارة اذا کان فی معصیة ' ترمذی (۱۵۳۷) کتاب النذور والأیمان : باب ما جاء فیمن یحلف بالمشی ولا یستطیع ' نسائی (۳۸۵۲) بیهقی (۷۸/۱۰)]

4- گناہ کے کام کی نذر ماننا جائز نہیں اور اسے پورا کرنا بھی لازم نہیں۔ نذر صرف وہی پوری کی جائے گی جو کسی اطاعت کے کام کی ہو مثلاً نوافل' اذکار' قربانی' حج یا صدقہ و خیرات وغیرہ۔(۱)

5- کسی ایسی جگہ پر نذر پوری کرنا جائز نہیں جہاں کوئی نافرمانی کا کام ہوتا ہو۔(۲)

دورانِ حمل بیوی سے ہم بستری جائز ہے

(شیخ ابن عثیمینؒ) آدمی حاملہ عورت سے جماع کر سکتا ہے' یہ جائز و مباح ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے

﴿نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ﴾ [البقرة : ٢٢٣]

"تمہاری عورتیں تمہاری کھیتیاں ہیں۔"

ایک دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ

﴿وَالَّذِينَ هُمْ لِفُرُوجِهِمْ حَافِظُونَ إِلَّا عَلَى أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ فَإِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُومِينَ﴾ [المومنون : ٥-٦]

"وہ لوگ جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں' سوائے اپنی بیویوں اور ملکیت کی لونڈیوں کے' یقیناً یہ ملامتیوں میں سے نہیں ہیں۔"

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے مطلق طور پر اپنی بیوی سے ہم بستری کو جائز قرار دیا ہے۔ اس عموم سے صرف وہی احکام رکاوٹ ہو سکتے ہیں جو کتاب و سنت میں عورت سے پرہیز کرنے کے متعلق ثابت ہوں۔ لہٰذا حاملہ عورت سے ہم بستری کے جواز کے متعلق کسی خاص دلیل کی ضرورت نہیں کیونکہ اصل جواز ہی

---

(۱) [بخاری (٦٦٩٦) كتاب الأيمان والنذور : باب النذر في المعصية ' ابو داود (٣٢٨٩) كتاب الأيمان والنذور : باب ما جاء في النذر في المعصية ' ترمذی (١٥٢٦) كتاب النذور والايمان : باب من نذر أن يطيع الله فليطعه ' نسائی (١٧/٧) ابن ماجه (٢١٢٦) كتاب الكفارات : باب النذر في المعصية ' مؤطا (٤٧٦/٢) شافعی (٧٤/٢) احمد (٣٦/٦) دارمی (١٨٤/٢) طحاوی فی مشكل الآثار (٣٨/٣) ابن حبان (٤٣٨٧) ابن الجارود (٩٣٤) بیهقی (٢٣١/٩)]

(۲) [بخاری (٢٠٣٢) كتاب الاعتكاف : باب الاعتكاف ليلاً' مسلم (١٦٥٦) كتاب الأيمان : باب نذر الكافر وما يفعل فيه اذا أسلم ' ابو داود (٣٣٢٥) كتاب الأيمان والنذور : باب من نذر في الجاهلية ثم أدرك الاسلام ' ترمذی (١٥٣٩) كتاب النذور والأيمان : باب ما جاء في وفاء النذر ' ابن ماجه (٢١٢٩) كتاب الكفارات : باب الوفاء بالنذر ' احمد (٣٧/١) حمیدی (٣٠٤/٢) بیهقی (٣١٨/٤) دارمی (١٨٣/٢)]

ہے۔البتہ دورانِ حیض شرمگاہ میں ہم بستری کرنا جائز نہیں' اس کے علاوہ جسم کے دوسرے حصوں سے فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔ اسی طرح بیوی کی پشت میں بھی جماع کرنا جائز نہیں کیونکہ وہ گندگی کا مقام ہے۔ بحالت نفاس بھی شوہر اپنی بیوی سے ہم بستری نہیں کر سکتا' ہاں جب وہ حیض یا نفاس سے پاک ہو جائے گی تو پھر اس کے ساتھ ہم بستری مباح ہو گی۔(۱)

(سعودی مجلس افتاء) دورانِ حمل ہم بستری جائز ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے صرف حالتِ حیض' نفاس اور احرام میں ہی بیوی سے ہم بستری کو حرام قرار دیا ہے۔(۲)

○ واضح رہے کہ دورانِ حمل عورت سے ہم بستری جائز تو ہے لیکن اگر عورت آخری مہینوں میں ہم بستری کی وجہ سے تکلیف محسوس کرے تو پھر عورت کو تکلیف دے کر اپنی شہوت پوری کرنا جائز نہیں کیونکہ ایک تو یہ حسن معاشرت کے خلاف ہے اور اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ

﴿وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ﴾ [النساء : ١٩]

''اور ان عورتوں کے ساتھ اچھی معاشرت اختیار کرو۔''

اور دوسری بات یہ ہے اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو تکلیف پہنچانے سے منع فرمایا ہے' ارشاد ہے کہ

﴿وَلَا تُضَارُّوهُنَّ﴾ [الطلاق : ٦]

''اور ان (عورتوں) کو تکلیف نہ پہنچاؤ۔''

کسی دوسرے مرد کی حاملہ عورت سے ہم بستری کرنا جائز نہیں

حضرت رویفع بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿لَا يَحِلُّ لِامْرِئٍ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ يَسْقِيَ مَاءَهُ زَرْعَ غَيْرِهِ يَعْنِي إِتْيَانَ الْحَبَالَى وَلَا يَحِلُّ لِامْرِئٍ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ يَقَعَ عَلَى امْرَأَةٍ مِنَ السَّبْيِ حَتّٰى يَسْتَبْرِئَهَا﴾

''اللہ تعالیٰ اور یومِ آخرت پر ایمان رکھنے والے کسی بھی شخص کے لیے جائز نہیں کہ وہ غیر کی کھیتی (یعنی حمل) کو اپنا پانی پلائے (یعنی اپنا نطفہ رحم میں داخل کرے) مراد ہے (کسی دوسرے کی) حاملہ عورت سے ہم

---

(۱) [فتاوی برائے خواتین (ص / ۳۵۷) مجموع الفتاوی لابن عثیمین (۷۵۵/۲)]

(۲) [فتاوی اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والافتاء (۲۴۷/۱۸)]

بستری کرنا اور اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان رکھنے والے کسی بھی شخص کے لیے جائز نہیں کہ وہ کسی قیدی عورت سے اس کے استبرائے رحم سے پہلے ہم بستری کرے۔"(۱)

اس ممانعت سے مقصود یہ ہے کہ نسب میں اختلاط سے بچا جاسکے کیونکہ اگر کوئی عورت پہلے کسی مرد سے حاملہ ہو اور اس سے کوئی دوسرا بھی ہم بستری کرتا پھرے تو یہ جاننا محال ہو گا کہ اس کے پیٹ کے بچے کا باپ کون ہے۔اس مسئلے کو یوں سمجھا جاسکتا ہے کہ اگر کوئی شخص لونڈی خریدے یا اسے لونڈی ہبہ کی جائے اور وہ لونڈی اپنے پہلے مالک کے نطفہ کی وجہ سے حاملہ ہو تو دوسرے کے لیے اس وقت تک اس سے ہم بستری کرنا جائز نہیں جب تک وہ حمل وضع نہ کر دے۔اسی طرح اگر مشرک عورتیں جنگ کے ذریعے قیدی ہو کر مسلمانوں کے ہاتھ لگیں تو ان سے بھی اس وقت تک ہم بستری جائز نہیں جب تک استبرائے رحم یعنی ان کے رحموں کی حمل سے براءت نہ حاصل ہو جائے اور وہ اس طرح ہوتی ہے کہ یا تو ایک حیض آ جائے تو پتہ چل جائے گا کہ عورت حاملہ نہیں اور یا پھر اگر حاملہ ہے تو اس کا حمل وضع ہو جائے۔

یہ تو بات تھی لونڈی یا قیدی عورت کی۔البتہ آزاد عورت کے ساتھ ہم بستری نکاح کے بغیر جائز نہیں اور آزاد حاملہ عورت سے وضع حمل تک نکاح ہی حرام ہے' اس لیے اس سے کسی دوسرے مرد کی ہم بستری کا جواز تصور بھی نہیں کیا جا سکتا' تاہم وہ مرد جس کے نطفہ سے وہ حاملہ ہے (یعنی اس کا شوہر) اس سے ہم بستری کر سکتا ہے کیونکہ اس میں وہ خدشہ نہیں جو کسی دوسرے کی حاملہ سے ہم بستری کرنے میں ہے یعنی اختلاطِ نسب کہ بچہ کس کا ہے؟ اور حاملہ بیوی سے ہم بستری کے جواز کے دلائل گزشتہ عنوان کے تحت ذکر کر دیئے گئے ہیں۔

حمل کے چھ ماہ بعد پیدا ہونے والے بچے کا حکم

حمل کے چھ ماہ بعد پیدا ہونے والا بچہ حلال کا ہے حرام کا نہیں' کیونکہ حمل کی کم از کم مدت چھ ماہ ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿وَوَصَّيْنَا الْإِنسَانَ بِوَالِدَيْهِ إِحْسَانًا حَمَلَتْهُ أُمُّهُ كُرْهًا وَوَضَعَتْهُ كُرْهًا وَحَمْلُهُ وَفِصَالُهُ

---

(۱) [حسن : صحيح ابو داود ' ابو داود (۲۱۵۸) كتاب النكاح : باب في وطء السبايا ' صحيح الجامع الصغير (٦٥٠٧)]

ثَلَاثُونَ شَهْرًا ﴾ [الأحقاف : ۱۵]

"ہم نے انسان کو حکم دیا ہے کہ وہ اپنے والدین کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئے۔ اس کی والدہ نے اسے تکلیف برداشت کر کے اٹھائے رکھا اور پھر تکلیف برداشت کر کے ہی اسے جنا اور اس کے حمل اور دودھ چھڑانے کی مدت تیس ماہ ہے۔"

اس آیت سے معلوم ہوا کہ حمل اور دودھ چھڑانے کی مدت تیس ماہ یعنی دو سال اور چھ ماہ ہے۔ اب قرآن میں ہی موجود ہے کہ مدتِ رضاعت دو سال ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ أَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ أَرَادَ أَن يُتِمَّ الرَّضَاعَةَ ﴾

[البقرة : ۲۳۳]

"مائیں اپنی اولاد کو مکمل دو سال دودھ پلائیں جن کا ارادہ دودھ پلانے کی مدت پوری کرنا ہو۔"

اسی طرح ایک دوسری آیت میں ہے کہ

﴿وَفِصَالُهُ فِي عَامَيْنِ ﴾ [لقمان :١٤]

"اس کی دودھ چھڑائی دو سال میں ہے۔"

مذکورہ بالا دونوں آیات سے یہ واضح ہو گیا کہ دودھ چھڑانے کی مدت دو سال یعنی چوبیس ماہ ہے۔ اب اگر تیس ماہ میں سے چوبیس ماہ کو نکال دیا جائے تو اللہ تعالیٰ کے گزشتہ فرمان کے مطابق باقی چھ ماہ حمل کی مدت رہ جاتی ہے۔ یہی کم از کم مدتِ حمل ہے۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ نکاح کے کم از کم چھ ماہ بعد ہونے والا بچہ حلال کا متصور ہو گا' اس سے کم مدت میں پیدا ہونے والا حلال کا نہیں۔

ولادت سے قبل ساقط ہونے والے بچے کا حکم

- ساقط ہونے والے بچے کو غسل دیا جا سکتا ہے۔
- اسے کفن پہنایا جا سکتا ہے۔
- اس کی نماز جنازہ پڑھی جا سکتی ہے۔
- تاہم اگر اس کی نماز جنازہ نہ بھی پڑھی جائے تو کوئی حرج نہیں۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ وَالسِّقْطُ يُصَلَّى عَلَيْهِ ﴾

”ناتمام بچے کی نماز جنازہ پڑھی جا سکتی ہے۔“ (۱)

(البانیؒ) یہ بات ظاہر ہے کہ ناتمام سے مراد وہ بچہ ہے جس کے چار ماہ مکمل ہو چکے ہوں اور اس میں روح پھونک دی گئی ہو پھر وفات پائے۔ تاہم اس مدت سے پہلے اگر کسی صورت میں ساقط ہو جائے تو اسکی نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی کیونکہ وہ میت کہلا ہی نہیں سکتا۔(۲)

جیسا کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث میں یہ ثابت ہے کہ بچہ جب اپنی ماں کے پیٹ میں چار ماہ کی عمر کو پہنچتا ہے تو﴿ يُنْفَخُ فِيهِ الرُّوحُ ﴾”اس میں روح پھونکی جاتی ہے۔“ (۳)

(سعودی مجلس افتاء) علماء کے اقوال میں سے زیادہ صحیح یہ ہے کہ ناتمام بچے کو غسل بھی دیا جائے گا' اسے کفن بھی پہنایا جائے گا اور اس کی نماز جنازہ بھی پڑھی جائے گی جبکہ وہ اپنی عمر کے چار ماہ مکمل کر چکا ہو۔(٤)

(شیخ ابن عثیمینؒ) ناتمام بچہ اگر چار ماہ کا ہو تو اسے غسل دیا جائے گا' کفن پہنایا جائے گا اور اس کی نماز جنازہ بھی پڑھی جائے گی۔(٥)

❑ واضح رہے کہ ناتمام بچے کی نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے ضروری نہیں' یعنی اگر اس کی نماز جنازہ نہ بھی پڑھی جائے تو کوئی حرج نہیں کیونکہ نماز جنازہ سے مقصود ہے میت کے لیے اللہ تعالیٰ سے بخشش کی دعائیں کرنا' جبکہ اس بچے کو ان دعاؤں کی ضرورت ہی نہیں کیونکہ اس سے ابھی کوئی گناہ ہی سرزد نہیں ہوا۔

(البانیؒ) ایسا بچہ جو ابھی تک بلوغت کی حد کو نہیں پہنچا اگر فوت ہو جائے تو اس کی نماز جنازہ پڑھنا واجب نہیں۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے بھی اپنے (18 ماہ کے بیٹے) ابراہیم کی وفات پر اس کی نماز جنازہ نہیں پڑھی

---

(۱) [صحیح : صحیح أبو داود (۲۷۲۳) کتاب الجنائز : باب المشی امام الجنازة ' أبو داود (۳۱۸۰) کتاب الجنائز : باب المشی أمام الجنازة ' ترمذی (۱۰۳٦) کتاب الجنائز : باب ما جاء فی ترك الصلاة علی الشهيد ' نسائی (٥٦/٤) ابن ماجة (۱٥۰۷) کتاب الجنائز : باب ما جاء فی الصلاة علی الطفل ' شرح معانی الآثار (٤٨٢/١) حاکم (٣٥٥/١) بیهقی (٢٤/٤) ابن أبی شيبة (٢٨٠/٣)]

(۲) [أحكام الجنائز وبدعها للألبانی (ص/١٠٥)]

(۳) [بخاری (۳۲۰۸ ' ۳۳۳۲) کتاب بدء الخلق : باب ذکر الملائكة ' مسلم (٢٦٤٣) أبو داود (٤٧٠٨) ترمذی (٢١٣٧) ابن ماجة (٧٦) أحمد (٣٨٢/١) حمیدی (١٢٦) طیالسی (٣١٣١) أبو يعلی (٥١٥٧) الحلیه لأبی نعيم (٣٨٧/٨) شرح السنة (١٣٣٣١)]

(٤) [فتاوی اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء (٤٠٧/٨)]

(٥) [فتاوی منار الإسلام (٢٦٥/١)]

تھی۔ جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی حدیث میں ہے۔(۱)

اسقاطِ حمل کا حکم

اگر حمل ٹھہرے ہوئے چار ماہ کی مدت گزر چکی ہو تو حمل ساقط کرانا حرام ہے کیونکہ چار ماہ کے بعد بچے میں روح پھونک دی جاتی ہے اور اس وقت حمل ساقط کرانا یقیناً ایک جان کا ناحق قتل شمار ہو گا جو کہ حرام اور کبیرہ گناہ ہے۔ اس کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿وَلاَ تَقْتُلُواْ النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللّهُ إِلاَّ بِالحَقِّ﴾ [الاسراء: ۳۳]

"اور کسی جان کو جس کا مارنا اللہ تعالیٰ نے حرام کر دیا ہے ہرگز ناحق قتل نہ کرنا۔"

(2) ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' سات ہلاک کرنے والی اشیاء سے بچو' ان میں سے ایک آپ ﷺ نے یہ بیان فرمائی:

﴿ وَقَتْلُ النَّفْسِ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ﴾

"ایسے نفس کو ناحق قتل کرنا جسے اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے۔" (۲)

اسی طرح بعض احادیث سے ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس عمل کو کبیرہ گناہوں میں شمار کیا ہے۔ جیسا کہ ایک حدیث میں ہے کہ

﴿ الْكَبَائِرُ سَبْعٌ ؛ الْإِشْرَاكُ بِاللّٰهِ وَقَتْلُ النَّفْسِ الَّتِیُ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ...... ﴾

"کبیرہ گناہ سات ہیں؛ اللہ کے ساتھ شرک کرنا اور اس جان کو ناحق قتل کرنا جس کا مارنا اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے۔" (۳)

اور اگر حمل چار ماہ کی مدت تک نہ پہنچا ہو تو بھی بلا عذر محض بھوک وافلاس کے خوف سے حمل ساقط کرانا جائز نہیں۔ اس کے دلائل حسب ذیل ہیں:

---

(۱) [أحكام الجنائز وبدعها للألباني (ص / ۱۰۳) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی حدیث کے لیے دیکھئے: صحیح ابو داود ' ابو داود (۳۱۸۷) كتاب الجنائز : باب في الصلاة على الطفل ' مسند احمد (۲٦۷/٦) شیخ البانیؒ نے اس کی سند کو حسن کہا ہے۔ جبکہ حافظ ابن حزمؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔]

(۲) [بخاری (۲۷٦٦) كتاب الوصايا : باب قول الله تعالىٰ ان الذين ياكلون أموال اليتامى]

(۳) [حسن : صحيح الجامع الصغير (٤٦٠٦)]

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ وَلَا تَقْتُلُوٓا۟ أَوْلَٰدَكُم مِّنْ إِمْلَٰقٍ ۖ نَّحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَإِيَّاهُمْ ﴾ [الأنعام: ۱۵۱]

''اپنی اولاد کو افلاس کی وجہ سے قتل مت کرو' ہم تم کو اور ان کو رزق دیتے ہیں۔''

(2) ایک دوسرے مقام پر ارشاد ہے کہ

﴿وَلَا تَقْتُلُوٓا۟ أَوْلَٰدَكُمْ خَشْيَةَ إِمْلَٰقٍ ۖ نَّحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَإِيَّاكُمْ ۚ إِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْـًٔا كَبِيرًا﴾

[الاسراء: ۳۱]

''اور مفلسی کے خوف سے اپنی اولاد کو مت قتل کرو' ان کو اور تم کو ہم ہی روزی دیتے ہیں' یقیناً ان کا قتل کرنا کبیرہ گناہ ہے۔''

(3) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَيُّ الذَّنْبِ أَعْظَمُ قَالَ أَنْ تَجْعَلَ لِلَّهِ نِدًّا وَهُوَ خَلَقَكَ قُلْتُ ثُمَّ أَيٌّ قَالَ أَنْ تَقْتُلَ وَلَدَكَ مِنْ أَجْلِ أَنْ يَطْعَمَ مَعَكَ قُلْتُ ثُمَّ أَيٌّ قَالَ أَنْ تُزَانِيَ حَلِيلَةَ جَارِكَ ﴾

''میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! کون سا گناہ سب سے بڑا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' اللہ کے ساتھ شرک کرنا حالانکہ اس نے تمہیں پیدا کیا ہے۔ میں نے عرض کیا کہ پھر کون سا گناہ ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' اپنی اولاد کو اس خوف سے قتل کرنا کہ یہ تیرے ساتھ کھائے گی۔ میں نے عرض کیا کہ پھر کون سا گناہ ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' اپنے پڑوسی کی بیوی سے بدکاری کرنا۔''(۱)

البتہ اتنی گنجائش ضرور موجود ہے کہ اگر کوئی شرعی عذر موجود ہو مثلاً عورت کو کوئی بیماری لاحق ہو جس کی وجہ سے وہ بچہ پیدا کرنے کے قابل نہ ہو یا بچے کی پیدائش سے اس کی جان کو خطرہ ہو تو پھر ماں (یعنی صل) کو بچے (یعنی فرع) پر ترجیح دیتے ہوئے اسقاطِ حمل کی اجازت ہو گی۔ (واللہ اعلم)

---

(۱) [بخاری (۷۵۲۰) کتاب التوحید : باب قول اللہ تعالیٰ فلا تجعلوا للہ أندادا ' مسلم (۸۶) کتاب الایمان : باب کون الشرك أقبح الذنوب وبیان أعظمها بعده ' ابو داود (۲۳۱۰) کتاب الطلاق : باب فی تعظیم الزنا ' ترمذی (۳۱۸۲) کتاب تفسیر القرآن : باب ومن سورة الفرقان ' نسائی (۴۰۲۴) وفی السنن الکبری (۱۰۹۸۷) أبو یعلی (۵۰۹۸) ابن حبان (۴۴۱۴) حمیدی (۱۰۳) طبرانی کبیر (۹۸۱۱) سعید بن منصور (۲۳۰۲)]

خاندانی منصوبہ بندی کا حکم

(شیخ ابن بازؒ) خاندانی منصوبہ بندی موجودہ دور کا اہم ترین مسئلہ ہے' اس کے بارے میں متعدد سوالات اس وقت ہمارے سامنے ہیں۔ ممتاز علماء کے بورڈ نے اپنے گزشتہ اجلاس میں اس موضوع کا بغور جائزہ لیا اور اپنے علم کی روشنی میں جو بہتر سمجھا قرار دیا' ان فیصلہ جات کا خلاصہ یہ ہے کہ مانع حمل گولیوں کا استعمال ناجائز ہے' وہ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے نسل انسانی اور امتِ مسلمہ میں اضافے کے اسباب کو اپنانا مشروع قرار دیا ہے' نیز نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی بھی ہے کہ

﴿تَزَوَّجُوا الْوَدُودَ الْوَلُودَ فَإِنِّي مُكَاثِرٌ بِكُمُ الْأُمَمَ﴾

"محبت کرنے والی اور زیادہ بچوں کو جنم دینے والی عورتوں سے شادی کرو۔ بے شک میں (روزِ قیامت) تمہاری کثرت کی وجہ سے دوسری امتوں پر فخر کروں گا۔"

دوسری روایت میں ہے کہ

﴿ الْأَنْبِيَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ﴾

"قیامت کے دن دوسرے انبیاء پر فخر کروں گا۔"

نیز اس لیے بھی کہ امتِ مسلمہ کو افرادی قوت کی ضرورت ہے تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کی بندگی کا فریضہ سرانجام دے سکیں' اعلائے کلمۃ اللہ کی خاطر فی سبیل اللہ جہاد کریں اور کفار کی مکاریوں سے مسلمانوں کے تحفظ کا فریضہ سرانجام دے سکیں' لہٰذا ضرورت کے علاوہ ایسی گولیوں کا استعمال نہیں کرنا چاہیے' اگر کوئی ضرورت ہو مثلاً یہ کہ عورت کے رحم میں کوئی ایسی بیماری ہے کہ جس کی بنا پر حمل نقصان دہ ہو سکتا ہے' یا اسی طرح کی کوئی اور بیماری ہے تو ایسے حالات میں بقدر ضرورت ایسا کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے' اسی طرح پہلے سے موجود بچوں کی تعداد کے پیش نظر اگر حمل نقصان دہ ہو تو ایک معین وقت مثلاً سال' دو سال (دودھ پلانے کی مدت) تک ایسی گولیاں استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں' تاکہ عورت کے لیے مشکلات میں کمی ہو سکے اور مناسب انداز میں بچوں کی تربیت کر سکے۔ اگر مانع حمل گولیوں کا استعمال صرف اس مقصد کے تحت ہو کہ ملازمت کے لیے فراغت میسر آ سکے یا کم بچے خوشحالی کا باعث ہوں گے یا ان جیسا کوئی اور معاملہ ہو جیسا کہ آج کل ہو رہا ہے' تو یہ قطعاً جائز نہیں۔(۱)

(۱) [فتاوی برائے خواتین (ص ۱۶۸)]

پیٹ کے بچے کی دیت

اگر کوئی حاملہ عورت کو گرا کر، پتھر مار کر یا کسی اور ذریعے سے تکلیف پہنچا کر اس کے پیٹ کے بچے کو مار ڈالے اور بچہ مرا ہوا پیدا ہو تو اس کے ذمہ ایک غلام یا لونڈی کی ادائیگی بطورِ دیت لازم ہو گی۔ اس کی دلیل حسب ذیل حدیث ہے:

﴿عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَضَى فِي امْرَأَتَيْنِ مِنْ هُذَيْلٍ اقْتَتَلَتَا فَرَمَتْ إِحْدَاهُمَا الْأُخْرَى بِحَجَرٍ فَأَصَابَ بَطْنَهَا وَهِيَ حَامِلٌ فَقَتَلَتْ وَلَدَهَا الَّذِي فِي بَطْنِهَا فَاخْتَصَمُوا إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَضَى أَنَّ دِيَةَ مَا فِي بَطْنِهَا غُرَّةٌ عَبْدٌ أَوْ أَمَةٌ﴾

"حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ ہذیل کی دو عورتوں کے بارے میں فیصلہ فرمایا، وہ دونوں آپس میں جھگڑ پڑیں اور ایک نے دوسری پر پتھر دے مارا، جو اس کے پیٹ پر لگا۔ وہ حاملہ تھی، اس لیے اس کے پیٹ کا بچہ مر گیا۔ اس پر اس عورت کے ورثاء مقدمہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عدالت میں لے کر آئے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فیصلہ فرمایا کہ پیٹ کے بچے کے بدلے ایک غلام یا لونڈی دیت ہے۔"(۱)

ایک ضروری تنبیہ

دورانِ حمل عورت کے شوہر اور دیگر اقرباء کو چاہیے کہ ہر ایسا اقدام کرنے کی کوشش کریں جس سے عورت خوش رہے اور اسے کوئی صدمہ نہ پہنچے۔ کیونکہ اس حالت میں صدمہ یا شدید پریشانی عورت اور اس کے پیٹ کے بچے کو کسی بڑے نقصان کی طرف لے جا سکتی ہے۔

---

(۱) [بخاری (۵۷۵۸) کتاب الطب : باب الکہانۃ ' مسلم (۱۶۸۱) کتاب القسامۃ والمحاربین والقصاص والدیات : باب دیۃ الجنین ووجوب الدیۃ فی قتل الخطأ وشبہ العمد ' ترمذی (۱۴۱۰) کتاب الدیات : باب ما جاء فی دیۃ الجنین ' ابو داود (۴۵۷۶) کتاب الدیات : باب دیۃ الجنین ' نسائی (۴۷/۸) احمد (۲۳۶/۲)]

باب الولادة ولادت کا بیان

شدت تکلیف کی دعا

بچے کی ولادت کے قریب عورت شدید ترین تکلیف سے دوچار ہوتی ہے کہ شاید جس کا اندازہ اس ماں بننے والی عورت کے سوا کسی انسان کو نہیں ہو سکتا۔ اس مشکل وقت میں ہمت' حوصلہ اور صبر کی توفیق صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہی عطا فرما سکتی ہے' اس لیے اس وقت سے پہلے پہلے چند ایسی دعائیں ضرور ازبر کر لینی چاہییں جو تکلیف' غم' پریشانی یا مشکل کے وقت پڑھنی مسنون ہیں۔ ان میں سے چند ایک حسب ذیل ہیں:

① ﴿ حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ ﴾

''ہمیں اللہ ہی کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے۔''

✧ یہ دعا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس وقت پڑھی تھی جب انہیں آگ میں پھینکا گیا تھا تو اللہ تعالیٰ نے آگ کو ٹھنڈک اور سلامتی والی بنا دیا تھا۔(۱)

② ﴿ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ ﴾

''نہیں ہے کوئی معبود مگر تو ہی' تو پاک ہے' یقیناً میں ظالموں میں سے تھا۔''

✧ یہ دعا حضرت یونس علیہ السلام نے اس وقت پڑھی تھی جب وہ مچھلی کے پیٹ میں تھے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں وہاں سے نجات عطا فرمائی تھی۔ اس لیے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو بھی مسلمان شخص ان الفاظ کے ذریعے کوئی دعا کرے گا تو اللہ تعالیٰ ضرور قبول فرمائیں گے۔(۲)

③ ﴿ يَا حَيُّ يَا قَيُّومُ بِرَحْمَتِكَ أَسْتَغِيثُ ﴾

''اے زندۂ جاوید! اے کائنات کے نگران! میں تیری ہی رحمت کے ذریعے سے مدد مانگتا ہوں۔''

✧ جب بھی رسول اللہ ﷺ کسی کام کی وجہ سے پریشان ہوتے تو یہ دعا فرمایا کرتے تھے۔(۳)

---

(۱) [بخاری (٤٥٦٣) كتاب تفسير القرآن : باب قوله تعالى ان الناس قد جمعوا لكم فاخشوهم]

(۲) [صحيح : صحيح الجامع الصغير (٢٦٠٥) ترمذی (٣٥٠٥) كتاب الدعوات : باب ما جاء في عقد التسبيح باليد ' صحيح الترغيب والترهيب (١٦٤٤) كتاب الدعاء : باب الترغيب في كلمات يستفتح بها الدعاء ' السلسلة الصحيحة (١٧٤٤)]

(۳) [حسن : صحيح الجامع الصغير للألباني (٤٧٧٧) ترمذی (٣٥٢٤) كتاب الدعوات : باب ' صحيح الترغيب والترهيب (٦٦١) كتاب النوافل : باب الترغيب في آيات وأذكار يقولها اذا أصبح اذا أمسى ' السلسلة الصحيحة (٢٢٧)]

④ ﴿ اَللّٰهُمَّ رَحْمَتَكَ أَرْجُو فَلَا تَكِلْنِي إِلَى نَفْسِي طَرْفَةَ عَيْنٍ وَأَصْلِحْ لِي شَأْنِي كُلَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ ﴾

''اے اللہ! میں تیری رحمت کی ہی امید رکھتا ہوں' پس تو مجھے آنکھ جھپکنے کے برابر بھی میرے نفس کے سپرد نہ کرنا اور میرے لیے میرے سب کام درست فرما دے' نہیں ہے کوئی معبود مگر تو ہی۔''

✦ فرمانِ نبوی ہے کہ شدتِ غم میں مبتلا شخص یہ دعا پڑھے۔(۱)

⑤ ﴿ اَللّٰهُمَّ لَا سَهْلَ إِلَّا مَا جَعَلْتَهُ سَهْلًا وَأَنْتَ تَجْعَلُ الْحُزْنَ إِذَا شِئْتَ سَهْلًا ﴾

''اے اللہ! کوئی کام آسان نہیں ہے مگر وہی جسے تو آسان کر دے اور مشکل کام کو تو جب چاہے آسان کر دیتا ہے۔''

✦ کسی بھی مشکل کام کی آسانی کے لیے رسول اللہ ﷺ نے یہ دعا سکھائی ہے۔(۲)

⑥ ﴿ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ الْعَظِيمُ الْحَلِيمُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ رَبُّ السَّمٰوَاتِ وَرَبُّ الْأَرْضِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيمِ ﴾

''کوئی معبود نہیں مگر اللہ' بہت عظمت والا' بڑا بردبار' کوئی معبود نہیں مگر اللہ' عرشِ عظیم کا رب' کوئی معبود نہیں مگر اللہ' جو آسمانوں اور زمین کا رب ہے اور عرشِ کریم کا بھی رب ہے۔''

✦ رسول اللہ ﷺ جب غمگین و پریشان ہوتے تو یہ دعا پڑھا کرتے تھے۔(۳)

---

(۱) [حسن : صحیح ابو داود ' ابو داود (۵۰۹۰) کتاب الأدب : باب ما یقول اذا أصبح ' صحیح الجامع الصغیر (۳۳۸۸) صحیح الترغیب والترھیب (۱۸۲۳) کتاب البیوع وغیرھا : باب الترغیب فی کلمات یقولھن المدیون والمھموم والمکروب ' الأدب المفرد (۷۰۱) مسند احمد (۴۲/۵)]

(۲) [صحیح : صحیح ابن حبان (۲۴۲۷۔ الموارد) ابن السنی (۳۵۱) الأذکار للنووی (ص / ۱۰۶) حافظ ابن حجرؒ اور شیخ عبد القادر ارناؤوط نے اس روایت کو صحیح کہا ہے۔]

(۳) [بخاری (۶۳۴۶) کتاب الدعوات : باب الدعاء عند الکرب ' مسلم (۲۷۳۰) کتاب الذکر والدعاء والتوبة والاستغفار : باب دعاء الکرب ' احمد (۱۹۰۸) ترمذی (۳۴۳۵) کتاب الدعوات : باب ما جاء ما یقول عند الکرب ' ابن ماجه (۳۸۸۳) کتاب الدعاء : باب الدعاء عند الکرب ' نسائی فی السنن الکبری (۱۰۴۸۷) طیالسی (۲۶۵۱)]

✿ واضح رہے کہ ان دعاؤں کا راقم الحروف نے خود بھی تجربہ کیا ہے اور دوسروں سے بھی تجربہ کروایا ہے۔ راقم اور ہر تجربہ کرنے والے نے ان دعاؤں کو انتہائی زیادہ مؤثر پایا ہے۔ اس لیے مشکلات میں آسانی کے لیے ان کا پڑھنا ضرور اپنا معمول بنائیں۔ اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے۔ (آمین!)

شدتِ تکلیف کے باعث موت کی تمنا کرنا جائز نہیں

(1) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ لَا تَمَنَّوْا الْمَوْتَ فَإِنَّ هَوْلَ الْمُطَّلَعِ شَدِيْدٌ ﴾

"موت کی تمنا مت کرو کیونکہ جان کنی کی تکلیف بڑی سخت ہے۔"(۱)

(2) حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ

﴿ وَلَوْلَا أَنَّ النَّبِيَّ ا نَهَانَا أَنْ نَّدْعُوَ بِالْمَوْتِ لَدَعَوْتُ بِهِ ﴾

"اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں موت کی دعا کرنے سے منع نہ کیا ہوتا تو میں اس کی دعا کرتا۔"(۲)

(3) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ لَا يَتَمَنَّيَنَّ أَحَدُكُمُ الموتَ لِضُرٍّ نَزَلَ بِهِ ، فَإِنْ كَانَ لَا بُدَّ مُتَمَنِّيًا فَلْيَقُلْ : اَللّٰهُمَّ أَحْيِنِيْ مَا كَانَتِ الْحَيَاةُ خَيْرًا لِّيْ وَتَوَفَّنِيْ مَا كَانَتِ الْوَفَاةُ خَيْرًا لِّيْ ﴾

"تم میں سے کوئی بھی کسی درپیش مصیبت وتکلیف کے سبب ہرگز موت کی تمنا نہ کرے۔ اور اگر ضرور ہی تمنا کرنا چاہتا ہو تو اس طرح کہہ لے: اے اللہ! مجھے اس وقت تک زندہ رکھ جب تک میرے لیے زندگی بہتر ہے اور اس وقت مجھے فوت کر دینا جب میرے لیے وفات بہتر ہو گی۔"(۳)

خوشی کے موقع کی دعا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ

---

(۱) [حسن : الترغيب والترهيب لمحى الدين ديب (٤٩٣١) احمد (٣٣٢/٣) مجمع الزوائد (٢٠٣/١٠) بيهقى فى شعب الإيمان (١٠٥٩٨) شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔[هداية الرواة (١٨٥/٢)]

(۲) [بخارى (٥٦٧٢) كتاب المرضى : باب تمنى المريض الموت ' مسلم (٢٦٨١) كتاب الذكر والدعاء والتوبة والاستغفار : باب كراهة تمنى الموت لضر نزل به ' احمد (٢١١١٦) طبرانى كبير (٣٦٣٢) حميدى (١٥٤) أبو نعيم فى حلية الأولياء (١٤٦/١) بيهقى (٣٧٧/٣) نسائى فى السنن الكبرى (١٩٤٩/١) ابن حبان (٢٩٩٩)]

(۳) [بخارى (٢٣٥١) كتاب الدعوات : باب الدعاء بالموت والحياة ' مسلم (٢٦٨٠) كتاب الذكر والدعاء والتوبة والاستغفار : باب كراهة تمنى الموت لضر نزل به ' أبو داود (٣١٠٨) كتاب الجنائز : باب فى كراهية تمنى الموت ' ترمذى (٩٧١) كتاب الجنائز : باب ما جاء فى النهى عن التمنى للموت ' نسائى (١٨٢٠) ابن ماجة (٤٢٦٥) أحمد (١٠١/٣) بيهقى (٣٧٧/٣)]

﴿ كَانَ إِذَا أَتَاهُ الْأَمْرُ يَسُرُّهُ قَالَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ بِنِعْمَتِهِ تَتِمُّ الصَّالِحَاتُ ﴾

"نبی کریم ﷺ کو جب کوئی خوش کرنے والی چیز پیش آتی تو یوں کہتے:

" اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ بِنِعْمَتِهِ تَتِمُّ الصَّالِحَاتُ "

"سب تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس کی نعمت سے اچھے کام مکمل ہوتے ہیں۔"(۱)

جس کے ہاں بچہ پیدا ہوا سے خوشخبری دینا

(1) حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ان الفاظ میں لڑکے کی خوشخبری دی گئی:

﴿ قَالُوا لَا تَوْجَلْ إِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلَامٍ عَلِيمٍ ﴾ [الحجر : ۵۳]

"انہوں نے کہا کہ آپ مت گھبرائیے ہم آپ کو علم والے لڑکے کی خوشخبری دیتے ہیں۔"

(2) ایک دوسری آیت میں ہے کہ

﴿ فَأَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيفَةً قَالُوا لَا تَخَفْ وَبَشَّرُوهُ بِغُلَامٍ عَلِيمٍ ﴾ [الذاريات : ۲۸]

"حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان (فرشتوں) سے خوف محسوس کیا تو انہوں نے کہا' آپ نہ گھبرائیے اور (پھر) انہوں نے آپ کو علم والے لڑکے کی خوشخبری دی۔"

(3) حضرت زکریا علیہ السلام کو یوں لڑکے کی خوشخبری دی گئی:

﴿فَنَادَتْهُ الْمَلَائِكَةُ وَهُوَ قَائِمٌ يُصَلِّي فِي الْمِحْرَابِ أَنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيَى ﴾

[آل عمران : ۳۹]

"پس فرشتوں نے انہیں آواز دی جبکہ وہ حجرے میں کھڑے نماز پڑھ رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ تجھے یحیی (علیہ السلام) کی یقینی خوشخبری دیتا ہے۔

(4) ایک دوسری آیت میں ہے کہ

﴿ يَازَكَرِيَّا إِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلَامٍ اسْمُهُ يَحْيَى لَمْ نَجْعَل لَّهُ مِن قَبْلُ سَمِيًّا ﴾ [مريم : ۷]

"اے زکریا! ہم تمہیں لڑکے کی خوشخبری دیتے ہیں اس کا نام یحیٰ (علیہ السلام) ہے' یہ نام اس سے پہلے ہم نے کسی کا نہیں رکھا۔"

---

(۱) [صحيح : صحيح الجامع الصغير (٤٦٤٠) ابن ماجه (٣٨٠٣) كتاب الأدب : باب فضل الحامدين ' السلسلة الصحيحة (٢٦٥)]

(ابن قیمؒ) خوشخبری بندے کو خوش کر دیتی ہے اور اسے تسکین پہنچاتی ہے' (اس لیے) مسلمان کے لیے مستحب ہے کہ وہ اپنے بھائی کو خوشی پہنچانے اور اسے ایسی خبر دینے میں جلدی کرے جو اسے خوش کر دے۔(۱)

جس کے ہاں بچہ پیدا ہو اس کے لیے مبارکباد کے الفاظ اور اس کا جواب

جس کے ہاں بچہ پیدا ہو اسے ان الفاظ میں مبارکباد دی جائے:

﴿ بَارَكَ اللّٰهُ لَكَ فِي الْمَوْهُوْبِ لَكَ وَشَكَرْتَ الْوَاهِبَ وَبَلَغَ أَشُدَّهُ وَرُزِقْتَ بِرَّهُ ﴾

''اللہ تعالیٰ تمہارے لیے اس بچے میں برکت دے جو تمہیں عطا کیا گیا ہے اور تم عطا کرنے والے کا شکر ادا کرو اور (یہ بچہ) اپنی جوانی کی قوتوں کو پہنچے اور تمہیں اس کا حسن سلوک نصیب ہو۔''

دوسرا ان الفاظ میں جواب دے:

﴿ بَارَكَ اللّٰهُ لَكَ وَبَارَكَ عَلَيْكَ وَجَزَاكَ اللّٰهُ خَيْرًا وَرَزَقَكَ اللّٰهُ مِثْلَهُ وَأَجْزَلَ ثَوَابَكَ ﴾

''اللہ تعالیٰ تمہارے لیے برکت دے اور تم پر برکت فرمائے اور اللہ تمہیں بہتر بدلہ دے' اللہ تمہیں اس جیسا عطا فرمائے اور تمہارا ثواب بہت زیادہ کرے۔''(۲)

نومولود کو تحفہ دینا

(شیخ ابن عثیمینؒ) دراصل نومولود بچے کو اس کی پیدائش کے وقت ہدیہ دینے میں کوئی حرج نہیں کیونکہ ہدیہ میں اور تمام معاملات میں اصل جواز وصحت ہے الا کہ اس کی حرمت پر کوئی دلیل قائم ہو جائے اور جب یہ عادت جاری ہو جائے کہ لوگوں کے ہاں جب کوئی بچہ پیدا ہو تو اس کے قریبی رشتہ دار مالی طور پر کوئی چیز اس کی طرف ہدیہ بھیجیں تو اس میں کوئی حرج نہیں انسان عادت اور عرف کی پیروی کرتے ہوئے ایسا کرے' نہ کہ اللہ کی عبادت سمجھتے ہوئے۔(۳)

ہر پیدا ہونے والے بچے کے چیخنے کا سبب

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

---

(۱) [تحفة المودود بأحكام المولود (ص / ۲۷)]

(۲) [الأذكار للنووى (ص / ۳۴۹) صحيح الأذكار لسليم الهلالى (۷۱۳/۲) بحواله ' حصن المسلم]

(۳) [فتاوى إسلامية (۳۲۸/۲)]

﴿ مَا مِنْ مَوْلُودٍ يُولَدُ إِلَّا وَالشَّيْطَانُ يَمَسُّهُ حِينَ يُولَدُ فَيَسْتَهِلُّ صَارِخًا مِنْ مَسِّ الشَّيْطَانِ إِيَّاهُ إِلَّا مَرْيَمَ وَابْنَهَا ' ثُمَّ يَقُولُ أَبُو هُرَيْرَةَ وَاقْرَءُوا إِنْ شِئْتُمْ "وَإِنِّي أُعِيذُهَا بِكَ وَذُرِّيَّتَهَا مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ" ﴾

"ہر بچہ جب پیدا ہوتا ہے تو شیطان اسے پیدا ہوتے ہی چھوتا ہے جس سے وہ بچہ چلاتا ہے' سوائے مریم علیہا السلام اور ان کے بیٹے (عیسیٰ علیہ السلام) کے۔ پھر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اگر تم چاہو تو یہ آیت پڑھ لو "(مریم علیہا السلام کی والدہ نے کہا' اے پروردگار!) میں اس مریم علیہا السلام اور اس کی اولاد کو تیری پناہ میں دیتی ہوں (واضح رہے کہ مریم علیہا السلام کی عیسیٰ علیہ السلام کے علاوہ کوئی اولاد نہیں[فتح الباری])۔" (۱)

بچے کو اللہ کی پناہ میں دینے کی دعا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو ان الفاظ کے ساتھ اللہ کی پناہ میں دیا کرتے تھے:

﴿ أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللَّهِ التَّامَّةِ مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ وَهَامَّةٍ وَمِنْ كُلِّ عَيْنٍ لَامَّةٍ ﴾

"میں تمہیں ہر شیطان' ہر زہریلے جانور اور ہر لگ جانے والی نظر سے اللہ کے مکمل کلمات کی پناہ میں دیتا ہوں۔"

نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت اسحٰق اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کو اسی طرح اللہ کی پناہ میں دیا کرتے تھے۔(۲)

ہر بچہ اسلامی فطرت پر پیدا ہوتا ہے

(1) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ كُلُّ مَوْلُودٍ يُولَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ فَأَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهِ أَوْ يُنَصِّرَانِهِ أَوْ يُمَجِّسَانِهِ كَمَثَلِ الْبَهِيمَةِ تُنْتَجُ الْبَهِيمَةَ هَلْ تَرَى فِيهَا جَدْعَاءَ ﴾

---

(۱) [بخاری (٤٥٤٨) کتاب تفسیر القرآن : باب وانی أعیذها بك وذریتها من الشیطان الرجیم ' مسلم (٢٣٦٦) کتاب الفضائل : باب فضائل عیسیٰ ' احمد (٧١٨٥) ' (٧٧١٢) حمیدی (١٠٤٢) ابن حبان (٦٢٣٤) أبو یعلی (٥٩٧١)]

(۲) [بخاری (٣٣٧١) کتاب أحادیث الأنبیاء : باب قول الله تعالی واتخذ الله ابراهیم خلیلا ' ترمذی (٢٠٦٠) کتاب الطب : باب ' ابو داود (٤٧٣٧) کتاب السنة : باب فی القرآن ' المشکاة (١٥٣٥)]

''ہر بچے کی پیدائش (اسلامی) فطرت پر ہوتی ہے پھر اس کے ماں باپ اسے یہودی یا نصرانی یا مجوسی بنا دیتے ہیں' بالکل اس طرح جیسے جانور کے بچے صحیح سالم ہوتے ہیں۔ کیا تم نے (پیدائشی طور پر) ان کے جسم کا کوئی حصہ کٹا ہوا دیکھا ہے۔''(۱)

(2) صحیح مسلم کی ایک روایت میں یہ لفظ ہیں' آپ ﷺ نے فرمایا:

﴿كُلُّ إِنْسَانٍ تَلِدُهُ أُمُّهُ عَلَى الْفِطْرَةِ وَأَبَوَاهُ بَعْدُ يُهَوِّدَانِهِ وَيُنَصِّرَانِهِ وَيُمَجِّسَانِهِ فَإِنْ كَانَا مُسْلِمَيْنِ فَمُسْلِمٌ﴾

''ہر انسان کو اس کی والدہ فطرت پر پیدا کرتی ہے' بعد میں اس کے والدین اسے یہودی' عیسائی یا مجوسی بنا دیتے ہیں اور اگر وہ دونوں مسلمان ہوں تو وہ (بچہ) بھی مسلمان بن جاتا ہے۔''(۲)

(ابن قیمؒ) فرماتے ہیں کہ اس حدیث کا مطلب یہ نہیں کہ ہر بچہ دین کا علم حاصل کر کے پیدا ہوتا ہے' اللہ تعالیٰ نے خود قرآن پاک میں فرمایا ہے کہ تم کو اللہ نے ماؤں کے پیٹ سے اس حال میں نکالا کہ تم کچھ نہ جانتے تھے۔ لیکن مراد یہ ہے کہ بچے کی فطرت اس بات کی مقتضی ہے کہ وہ دین اسلام کی معرفت اور محبت حاصل کر سکے۔ پس نفس فطرت اقرار اور محبت کو لازم ہے خالی قبول فطرت مراد نہیں۔ بایں طور کہ وہ ماں باپ کے ڈرانے دھمکانے سے متغیر نہیں ہو سکتی۔ پس مراد یہی ہے کہ ہر بچہ اقرار ربوبیت پر پیدا ہوتا ہے پس اگر وہ خالی الذہن ہی رہے اور کوئی معارضہ اس کے سامنے نہ آئے تو وہ اس خیال سے نہیں ہٹ سکے گا جیسا کہ وہ اپنی ماں کی چھاتیوں سے دودھ پینے کی محبت پر پیدا ہوا ہے یہاں تک کہ کوئی ہٹانے والا بھی اسے اس محبت سے ہٹا نہیں سکتا۔ اسی لیے فطرت کو دودھ سے تشبیہ دی گئی ہے بلکہ خواب میں بھی اس کی تعبیر یہی ہے۔(۳)

بچے کا رنگ یا صورت والدین سے مختلف ہو تو بچے کا انکار نہیں کیا جا سکتا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

---

(۱) [بخاری (۱۳۸۵) کتاب الجنائز : باب ما قيل فی أولاد المشركين ' احمد (۷۱۸٤) عبد الرزاق (۲۰۰۸۷) طیالسی (۲٤۳۳)]

(۲) [مسلم (۲٦٥٨) کتاب القدر : باب معنی کل مولود يولد على الفطرة وحكم موت أطفال الكفار وأطفال المسلمين ' ترمذی (۲۱۳۸) کتاب القدر : باب ما جاء كل مولود يولد على الفطرة ' شرح السنة للبغوی (۸٤) ' (۸٥)]

(۳) [كما فی فتح الباری لابن حجر (۳/٦)]

﴿أَنَّ أَعْرَابِيًّا أَتَى رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ إِنَّ امْرَأَتِي وَلَدَتْ غُلَامًا أَسْوَدَ وَإِنِّي أَنْكَرْتُهُ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ هَلْ لَكَ مِنْ إِبِلٍ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَمَا أَلْوَانُهَا قَالَ حُمْرٌ قَالَ هَلْ فِيهَا مِنْ أَوْرَقَ قَالَ إِنَّ فِيهَا لَوُرْقًا قَالَ فَأَنَّى تُرَى ذٰلِكَ جَاءَهَا قَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ عِرْقٌ نَزَعَهَا قَالَ وَلَعَلَّ هٰذَا عِرْقٌ نَزَعَهُ وَلَمْ يُرَخِّصْ لَهُ فِي الِانْتِفَاءِ مِنْهُ﴾

"ایک دیہاتی نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میری بیوی کے ہاں کالا لڑکا پیدا ہوا ہے جسے میں اپنا نہیں سمجھتا۔ آپ ﷺ نے اس سے فرمایا کہ تمہارے پاس اونٹ ہیں؟ اس نے کہا کہ ہیں۔ آپ ﷺ نے دریافت کیا کہ ان کے رنگ کیسے ہیں؟ اس نے کہا' سرخ ہیں۔ آپ ﷺ نے پوچھا' ان میں کوئی خاکی بھی ہے؟ اس نے کہا کہ ہاں ان میں خاکی بھی ہیں۔ اس پر آپ ﷺ نے پوچھا کہ پھر تمہارا کیا خیال ہے کہ اس رنگ کا کہاں سے آ گیا؟ اس نے کہا' اے اللہ کے رسول! کسی رگ نے یہ رنگ کھینچ لیا ہوگا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ممکن ہے اس بچے کا رنگ بھی کسی رگ نے کھینچ لیا ہو؟ اور آپ ﷺ نے اس کو بچے کا انکار کرنے کی اجازت نہیں دی۔"(۱)

بچہ اسی کا ہے جس کے بستر پر پیدا ہوا

مراد یہ ہے کہ شریعت میں بچے کی والدین کے علاوہ کسی اور سے مشابہت کا کوئی اعتبار نہیں' خواہ بچہ ہو بہو کسی اور شخص کے ہی مشابہ ہو' بچے کا باپ وہی شمار کیا جائے گا جس کے گھر اور بستر پر وہ پیدا ہوا ہے۔ اس کے دلائل کے لیے آئندہ باب "نسب کا بیان" دیکھئے۔

---

(۱) [بخاری (۷۳۱٤) کتاب الاعتصام بالکتاب والسنة : باب من شبه أصلا معلوما بأصل مبين ' مسلم (۱۵۰۰) کتاب اللعان : باب ' ابو داود (۲۲٦۰) کتاب الطلاق : باب اذا شك فی الولد ' ترمذی (۲۱۲۸) کتاب الولاء والهبة : باب ما جاء فی الرجل ينتفی من ولده ' ابن ماجه (۲۰۰۲) کتاب النكاح : باب الرجل يشك فی ولده ' حميدی (۱۰۸٤) ابن حبان (٤۱۰٦)]

باب ولادة البنات — بیٹیوں کی ولادت کا بیان

بیٹیوں کی پیدائش پر بھی خوش ہونا چاہیے

کیونکہ بیٹیاں بھی اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت ہیں اور ان کی اچھی تربیت و پرورش پر جو خاص اجر و ثواب اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمایا ہے وہ بیٹوں کی پرورش پر بھی مقرر نہیں فرمایا' جیسا کہ آئندہ عنوان ''بیٹیوں کی فضیلت'' کے تحت ذکر کیا جائے گا۔ نیز بیٹیوں کی پیدائش بھی اللہ تعالیٰ کے حکم' حکمت اور مشیت سے ہی ہوتی ہے' وہ جسے چاہتا ہے بیٹے عطا فرماتا ہے' جسے چاہتا ہے بیٹیاں عطا فرماتا ہے' جسے چاہتا ہے دونوں عطا فرماتا ہے اور جسے چاہتا ہے کچھ بھی نہیں عطا کرتا' وہ جسے جس چیز کا مستحق سمجھتا ہے اسے وہی عطا کر دیتا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿لِلَّهِ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ يَخْلُقُ مَا يَشَاء يَهَبُ لِمَنْ يَشَاء إِنَاثًا وَيَهَبُ لِمَن يَشَاء الذُّكُورَ ' أَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَإِنَاثًا وَيَجْعَلُ مَن يَشَاء عَقِيمًا إِنَّهُ عَلِيمٌ قَدِيرٌ﴾

[الشورى : ٤٩ـ ٥٠]

''آسمانوں اور زمین کی بادشاہت اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے' وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے' جس کو چاہتا ہے بیٹیاں دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے بیٹے دیتا ہے' یا انہیں جمع کر دیتا ہے بیٹے بھی اور بیٹیاں بھی اور جسے چاہے بانجھ رکھتا ہے' وہ بڑے علم والا اور کامل قدرت والا ہے۔''

(ابن کثیرؒ) اس آیت کی تفسیر میں رقمطراز ہیں کہ

اللہ تعالیٰ جسے چاہے صرف لڑکیاں دے جیسے حضرت لوط علیہ السلام، اور جسے چاہے صرف لڑکے ہی عطا فرمائے جیسے حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام، اور جسے چاہے لڑکے لڑکیاں سب کچھ دیتا ہے جیسے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور جسے چاہے بے اولاد ہی رکھتا ہے جیسے حضرت یحییٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام، پس یہ چار قسمیں ہوئیں؛ لڑکیوں والے، لڑکوں والے، دونوں والے اور دونوں سے خالی ہاتھ۔ وہ علیم ہے ہر مستحق کو جانتا ہے، قادر ہے جس طرح کا چاہے تفاوت رکھتا ہے۔ پس یہ مقام بھی مثل اس فرمانِ الٰہی کے ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ہے کہ تاکہ ہم اسے لوگوں کے لیے نشان بنائیں۔[مریم : ۲۱] یعنی دلیل قدرت بنائیں اور دکھادیں کہ ہم نے مخلوق کو چار طور پر پیدا کیا ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام صرف مٹی سے پیدا

ہوئے، نہ ماں نہ باپ۔ حضرت حوا علیہا السلام صرف مرد سے پیدا ہوئیں، باقی کل انسان مرد عورت دونوں سے پیدا ہوئے سوائے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے، وہ صرف عورت سے بغیر مرد کے پیدا کیے گئے۔ پس آپ کی پیدائش سے یہ چاروں قسمیں ہوگئیں۔ یہ مقام ماں باپ کے بارے میں تھا اور وہ مقام اولاد کے بارے میں، اس کی بھی چار قسمیں اور اس کی بھی چار قسمیں۔ سبحان اللہ یہ ہے اس اللہ کے علم وقدرت کی نشانی۔(۱)

(ابن العربیؒ) انہوں نے بھی مذکورہ بالا کلام سے ملتا جلتا کلام ہی نقل فرمایا ہے۔(۲)

(شیخ عبد الرحمٰن سعدیؒ) اس آیت میں سلطنتِ الٰہی کی وسعت' اللہ تعالیٰ کے اپنی بادشاہت میں من چاہی تخلیق کے نفاذ اور اس کے تمام اُمور کے مدبر ومنتظم ہونے کے متعلق خبر دی گئی ہے حتی کہ (بتایا گیا ہے کہ) تدبیر الٰہی کے عموم میں ولادتِ اولاد کے اسباب بھی شامل ہیں' لٰہذا صرف اللہ تعالیٰ ہی جو اولاد چاہتا ہے عطا فرماتا ہے۔ مخلوق میں سے جسے چاہے لڑکیاں عطا کرتا ہے' جسے چاہے لڑکے عطا کرتا ہے' جسے چاہے لڑکے اور لڑکیاں دونوں ملا کر دیتا ہے اور جسے چاہے بانجھ یعنی بے اولاد ہی رکھتا ہے۔(۳)

بیٹیوں کی پیدائش پر ناراضگی کا اظہار کرنا اہل جاہلیت کا طرزِ عمل تھا

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿وَإِذَا بُشِّرَ أَحَدُهُمْ بِالأُنْثَى ظَلَّ وَجْهُهُ مُسْوَدًّا وَهُوَ كَظِيمٌ ۝ يَتَوَارَى مِنَ الْقَوْمِ مِن سُوءِ مَا بُشِّرَ بِهِ أَيُمْسِكُهُ عَلَى هُونٍ أَمْ يَدُسُّهُ فِي التُّرَابِ أَلاَ سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ﴾ [النحل: ۵۸-۵۹]

''ان (اہل جاہلیت کے مشرکین) میں سے جب کسی کو لڑکی ہونے کی خبر دی جائے تو اس کا چہرہ سیاہ ہو جاتا ہے اور دل ہی دل میں گھٹنے لگتا ہے۔ اس بری خبر کی وجہ سے لوگوں سے چھپا چھپا پھرتا ہے' سوچتا ہے کہ کیا اس کو ذلت کے ساتھ لیے ہوئے ہی رہے یا اسے مٹی میں دبا دے' آہ! کیا ہی برے فیصلے کرتے ہیں۔''

ایک دوسرے مقام پر ارشاد ہے کہ

﴿وَإِذَا بُشِّرَ أَحَدُهُم بِمَا ضَرَبَ لِلرَّحْمَنِ مَثَلًا ظَلَّ وَجْهُهُ مُسْوَدًّا وَهُوَ كَظِيمٌ﴾ [الزخرف: ۱۷]

''ان میں سے کسی کو جب اس چیز کی خبر دی جائے جس کی مثال اس نے رحمٰن کے لیے بیان کی ہے (یعنی

---

(۱) [تفسیر ابن کثیر (۳۷/۵)]

(۲) [تفسیر أحکام القرآن (۶۹/۴)]

(۳) [تیسیر الکریم الرحمن (۱۰۵۷/۲)]

اہل جاہلیت کہتے تھے کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں تو جب ان میں سے کسی کو بیٹی ہونے کی خبر دی جائے) تو اس کا چہرہ سیاہ پڑ جاتا ہے اور وہ غمگین ہو جاتا ہے۔''

(ابن قیمؒ) اللہ تعالیٰ کو ناراض کرنے کے لیے بندے کو یہی کافی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ چیز (یعنی بیٹیوں) سے ناراض ہو جائے۔(۱)

ایک دوسری جگہ فرماتے ہیں کہ

اللہ تعالیٰ نے عورتوں کے حق میں فرمایا ہے کہ ﴿ فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَّيَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا ﴾ ''اگر تم ان (عورتوں) کو ناپسند کرو تو قریب ہے کہ تم کوئی چیز ناپسند کرو اور اللہ تعالیٰ اسی میں بہت زیادہ خیر ڈال دے۔'' اسی طرح بیٹیوں کا معاملہ ہے کہ بعض اوقات بندے کے لیے ان میں دنیا و آخرت کی خیر موجود ہوتی ہے۔ اور ان سے کراہت کرنا کس قدر برا ہے یہ سمجھنے کے لیے یہی کافی ہے کہ انسان ایسی چیز کو ناپسند کر رہا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے (خود) اس کے لیے پسند فرمایا ہے اور اپنے بندے کو (خود) وہ چیز عطا فرمائی ہے۔

امام احمدؒ کے بیٹے صالحؒ فرماتے ہیں کہ جب امام احمدؒ کے ہاں کوئی بیٹی پیدا ہوتی تو فرماتے 'انبیاء بھی بیٹیوں کے باپ تھے اور فرماتے کہ یقیناً (احادیث میں بطورِ خاص) بیٹیوں کے متعلق جو فضیلت وارد ہوئی ہے وہ بھی مجھے معلوم ہے۔

یعقوب بن بختانؒ فرماتے ہیں کہ میرے ہاں سات بیٹیاں پیدا ہوئیں۔ جب بھی میرے ہاں کوئی بیٹی پیدا ہوتی تو میں امام احمد بن حنبلؒ کے پاس جاتا اور وہ مجھے کہتے 'اے ابو یوسف! انبیاء بھی بیٹیوں کے باپ تھے' تو آپؒ کی یہ بات میری پریشانی ختم کر دیتی۔(۲)

دورِ جاہلیت میں عرب شدتِ نفرت سے بیٹیوں کو زندہ دفن کر دیا کرتے تھے

اہل جاہلیت بیٹیوں سے شدید نفرت کرتے تھے حتیٰ کہ پیدا ہوتے ہی انہیں زمین میں زندہ دفن کر دیتے۔ پھر جب محمد رسول اللہ ﷺ مبعوث ہوئے تو اس عمل کو تا قیامت حرام قرار دے دیا گیا اور اب جو بھی ایسا کرے گا وہ روزِ قیامت عذاب سے نہیں بچ پائے گا۔

---

(۱) [تحفة المودود بأحكام المولود (ص / ١٩)]

(۲) [تحفة المودود بأحكام المولود (ص / ٢٦)]

سورۂ تکویر میں روزِ قیامت کے احوال بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ وَإِذَا الْمَوْؤُدَةُ سُئِلَتْ ٭ بِأَيِّ ذَنبٍ قُتِلَتْ ﴾ [التکویر: ۸۔ ۹]

''اور جب زندہ گاڑی ہوئی لڑکی سے سوال کیا جائے گا کہ کس گناہ کی وجہ سے وہ قتل کی گئی۔''

حدیث شریف میں ہے کہ

﴿عَنْ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ إِنَّ اللَّهَ حَرَّمَ عَلَيْكُمْ عُقُوقَ الْأُمَّهَاتِ وَوَأْدَ الْبَنَاتِ ﴾

''حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا' بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے تم پر ماؤں کی نافرمانی اور بیٹیوں کو زندہ درگور کرنا حرام کیا ہے۔'' (۱)

مسند احمد میں ایک روایت ہے' حضرت نعیم بن قعنب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے ملاقات کے لیے گیا اور ان سے کہا:

﴿إِنِّي كُنْتُ وَأَدْتُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَكُنْتُ أَرْجُو فِي لِقَائِكَ أَنْ تُخْبِرَنِي أَنَّ لِي تَوْبَةً وَمَخْرَجًا وَكُنْتُ أَخْشَى فِي لِقَائِكَ أَنْ تُخْبِرَنِي أَنَّهُ لَا تَوْبَةَ لِي فَقَالَ أَفِي الْجَاهِلِيَّةِ قُلْتُ نَعَمْ فَقَالَ عَفَا اللَّهُ عَمَّا سَلَفَ ﴾

''بلاشبہ میں نے جاہلیت میں (اپنی بچی کو) زندہ درگور کر دیا تھا اور مجھے آپ کی ملاقات سے امید تھی کہ آپ مجھے خبر دیں گے کہ میرے لیے توبہ کی مہلت اور (اس گناہ کے وبال سے بچنے کا) کوئی راستہ موجود ہے اور آپ کی ملاقات سے مجھے خدشہ یہ تھا کہ آپ مجھے یہ خبر دیں کہ میں اب توبہ نہیں کر سکتا۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا' کیا جاہلیت میں تم نے ایسا کیا تھا؟ میں نے کہا' ہاں۔ تو انہوں نے فرمایا' اللہ تعالیٰ نے وہ سب کچھ معاف فرمادیا ہے جو (اسلام قبول کرنے سے پہلے دورِ جاہلیت میں) گزر چکا ہے۔'' (۲)

تفسیر ابن کثیر میں تفسیر عبدالرزاق کے حوالے سے مذکور ہے کہ

حضرت قیس بن عاصم رضی اللہ عنہ سوال کرتے ہیں کہ اے اللہ کے رسول! میں نے جاہلیت کے زمانے میں

---

(۱) [بخاری (۲۴۰۸) کتاب فی الاستقراض وأداء الدیون : باب ما ینھی عن اضاعة المال ' مسلم (۵۹۳) کتاب الأقضیة : باب النھی عن کثرة المسائل من غیر حاجة ' احمد (۱۸۱۷۱) الأدب المفرد للبخاری (۴۶۰) ابن حبان (۵۵۵۵) طبرانی کبیر (۸۹۷/۲۰) شرح السنة للبغوی (۳۴۲۶)]

(۲) [حسن : الأدب المفرد بتحقیق ألبانی (۷۴۷) ' (۲۶۱/۱) مسند احمد (۲۰۳۷۶)]

اپنی بچیوں کو زندہ (زمین میں) دبا دیا تھا' اب میں کیا کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا' ہر ایک بچی کے بدلے ایک غلام آزاد کرو۔ انہوں نے عرض کیا کہ حضور! غلام والا تو میں ہوں نہیں' البتہ میرے پاس اونٹ ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا' ہر ایک کے بدلے ایک اونٹ ہی اللہ کے نام پر قربان کر دو۔(۱)

❑ اور جسے زندہ درگور کر دیا جائے اس کے اُخروی انجام کے متعلق ایک حدیث میں ہے کہ حضرت اسلم بن سلیم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

﴿ قُلْتُ لِلنَّبِيِّ ﷺ مَنْ فِي الْجَنَّةِ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ فِي الْجَنَّةِ وَالشَّهِيدُ فِي الْجَنَّةِ وَالْمَوْلُودُ فِي الْجَنَّةِ وَالْوَئِيدُ فِي الْجَنَّةِ ﴾

''میں نے نبی کریم ﷺ سے دریافت کیا کہ جنت میں کون جائے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا' نبی' شہید' بچے اور زندہ درگور کی ہوئی جنت میں جائے گی۔'' (۲)

اور جس حدیث میں ہے کہ

﴿ الْوَائِدَةُ وَالْمَوْءُودَةُ فِي النَّارِ ﴾

''زندہ درگور کرنے والی اور زندہ درگور کی ہوئی (دونوں) آتش جہنم میں ہوں گی۔'' (۳)

اس کے متعلق اہل علم کا کہنا ہے کہ اس سے مراد ایسی زندہ درگور کی ہوئی لڑکی ہے جو بالغ ہو چکی ہو' تو ایسی لڑکی اپنے کفر کی وجہ سے جہنم میں ہی جائے گی خواہ اسے زندہ درگور کیا گیا ہو۔

بیٹیوں کی فضیلت

✿ بیٹیوں کی اچھی پرورش پر جنت میں رسول اللہ ﷺ کا ساتھ نصیب ہوگا:

(1) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ مَنْ عَالَ جَارِيَتَيْنِ حَتَّى تَبْلُغَا جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَنَا وَهُوَ وَضَمَّ أَصَابِعَهُ ﴾

''جس نے دو لڑکیوں کی پرورش کی حتی وہ بالغ ہوگئیں تو میں اور وہ روزِ قیامت (اس طرح) آئیں گے

---

(۱) [تفسیر ابن کثیر (۵/۵۹۱) تفسیر عبد الرزاق (۳/۳۵۱)]

(۲) [**صحیح** : صحیح ابو داود ' ابو داود (۲۵۲۱) کتاب الجهاد : باب فی فضل الشهادة ' احمد (۵/۵۸)]

(۳) [**صحیح** : صحیح ابو داود ' ابو داود (٤٧١٧) کتاب السنة : باب فی ذراری المشرکین ' صحیح الجامع الصغیر (٧١٤٢) المشکاة (١١٢)]

اور آپ ﷺ نے اپنی انگلیوں کو ملالیا۔" (۱)

(2) جامع ترمذی کی روایت میں یہ لفظ ہیں:

﴿ مَنْ عَالَ جَارِيَتَيْنِ دَخَلْتُ أَنَا وَهُوَ الْجَنَّةَ كَهَاتَيْنِ وَأَشَارَ بِأُصْبُعَيْهِ ﴾

"جس نے دو لڑکیوں کی پرورش کی میں اور وہ ان دونوں (انگلیوں) کی طرح جنت میں داخل ہوں گے اور آپ ﷺ نے (یہ کہتے ہوئے) اپنی دو انگلیوں کے ساتھ اشارہ کیا۔" (۲)

(3) ایک اور روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

﴿ مَنْ عَالَ ابْنَتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا أَوْ أُخْتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا حَتَّى يَبِنَّ أَوْ يَمُوتَ عَنْهُنَّ كُنْتُ أَنَا وَهُوَ فِي الْجَنَّةِ كَهَاتَيْنِ ، وَأَشَارَ بِأُصْبُعَيْهِ السَّبَّابَةِ وَالَّتِي تَلِيهَا ﴾

"جس نے دو یا تین بیٹیوں یا دو یا تین بہنوں کی (اچھی) پرورش کی حتی کہ وہ (وفات یا شادی وغیرہ کے ذریعے اس سے) جدا ہوگئیں یا وہ انہیں چھوڑ کر فوت ہوگیا تو میں اور وہ جنت میں ان دونوں (انگلیوں) کی طرح ہوں گے اور آپ ﷺ نے (یہ کہتے ہوئے) اپنی انگشتِ شہادت اور اس کے قریب والی انگلی کی طرف اشارہ کیا۔" (۳)

❁ بیٹیوں کی اچھی پرورش پر جہنم سے چھٹکارہ نصیب ہوگا:

(1) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ

﴿ دَخَلَتْ امْرَأَةٌ مَعَهَا ابْنَتَانِ لَهَا تَسْأَلُ فَلَمْ تَجِدْ عِنْدِي شَيْئًا غَيْرَ تَمْرَةٍ فَأَعْطَيْتُهَا إِيَّاهَا فَقَسَمَتْهَا بَيْنَ ابْنَتَيْهَا وَلَمْ تَأْكُلْ مِنْهَا ثُمَّ قَامَتْ فَخَرَجَتْ فَدَخَلَ النَّبِيُّ عَلَيْنَا فَأَخْبَرْتُهُ فَقَالَ "مَنْ ابْتُلِيَ مِنْ هَذِهِ الْبَنَاتِ بِشَيْءٍ كُنَّ لَهُ سِتْرًا مِنَ النَّارِ" ﴾

"ایک عورت اپنی دو بچیوں کو لیے مانگتی ہوئی آئی۔ میرے پاس ایک کھجور کے سوا اس وقت اور کچھ نہ تھا' میں نے (اسے) وہی دے دی۔ وہ ایک کھجور اس نے اپنی دو بچیوں میں تقسیم کر دی اور خود نہیں کھائی۔

---

(۱) [مسلم (۲۶۳۱) كتاب البر والصلة والآداب : باب فضل الاحسان الى البنات ' مستدرك حاكم (۱۷۷/٤) بيهقى فى شعب الايمان (٤٠٤/٦) شرح السنة للبغوى (۱۸۸/٦)]

(۲) [**صحيح** : صحيح ترمذى ' ترمذى (۱۹۱٤) كتاب البر والصلة : باب ما جاء فى النفقة على البنات والأخوات]

(۳) [**صحيح** : صحيح الترغيب والترهيب (۱۹۷۰) كتاب النكاح وما يتعلق به : باب الترغيب فى النفقة على الزوجة والعيال : فصل اعالة البنات ' صحيح ابن حبان (٤٤٨)]

پھر وہ اٹھی اور چلی گئی۔ اس کے بعد نبی کریم ﷺ تشریف لائے تو میں نے آپ سے اس کا حال بیان کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے ان بچیوں کی وجہ سے خود کو معمولی سی بھی تکلیف میں ڈالا تو بچیاں اس کے لیے دوزخ سے بچاؤ کے لیے آڑ بن جائیں گی۔" (۱)

(2) ایک دوسری روایت میں یہ لفظ ہیں:

﴿ مَنْ ابْتُلِيَ بِشَيْءٍ مِنَ الْبَنَاتِ فَصَبَرَ عَلَيْهِنَّ كُنَّ لَهُ حِجَابًا مِنَ النَّارِ ﴾

"جو شخص بیٹیوں کی وجہ سے کسی چیز کے ساتھ آزمایا گیا اور پھر اس نے ان (کی تربیت و پرورش کی وجہ سے آزمائش) پر صبر کیا تو وہ اس کے لیے دوزخ سے بچاؤ کے لیے رکاوٹ بن جائیں گی۔" (۲)

❀ بیٹیوں کے حقوق کی ادائیگی میں اللہ سے ڈرنے والا جنت میں داخل ہوگا:

(1) حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿مَنْ كَانَ لَهُ ثَلَاثُ بَنَاتٍ أَوْ ثَلَاثُ أَخَوَاتٍ أَوْ ابْنَتَانِ أَوْ أُخْتَانِ فَأَحْسَنَ صُحْبَتَهُنَّ وَاتَّقَى اللَّهَ فِيهِنَّ فَلَهُ الْجَنَّةُ ﴾

"جس کی تین بیٹیاں یا تین بہنیں ہوں یا دو بیٹیاں یا دو بہنیں ہوں اور وہ ان کے ساتھ اچھا سلوک کرے اور ان کے حقوق ادا کرنے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے تو اس کے لیے جنت ہے۔" (۳)

(2) سنن ابی داود کی روایت میں یہ لفظ ہیں:

﴿ مَنْ عَالَ ثَلَاثَ بَنَاتٍ فَأَدَّبَهُنَّ وَزَوَّجَهُنَّ وَأَحْسَنَ إِلَيْهِنَّ فَلَهُ الْجَنَّةُ ﴾

"جس نے تین بیٹیوں کی پرورش کی، انہیں ادب سکھایا، ان کی شادیاں کیں اور ان کے ساتھ اچھا سلوک کیا تو اس کے لیے جنت ہے۔" (٤)

---

(۱) [بخاری (۱٤۱۸) کتاب الزکاۃ : باب اتقوا النار ولو بشق تمرة ' مسلم (۲٦۲۹) کتاب البر والصلة والآداب : باب فضل الإحسان إلى البنات ' احمد (۲٤٦۲٦) ترمذی (۱۹۱۳) شرح السنة للبغوی (۱٦۸۱) بیهقی (٤۷۸/۷)]

(۲) [صحیح : صحیح ترمذی ' ترمذی (۱۹۱۳) کتاب البر والصلة : باب ما جاء فی النفقة علی البنات والأخوات]

(۳) [صحیح لغیرہ : صحیح الترغیب (۱۹۷۳) کتاب النکاح وما یتعلق به : باب الترغیب فی النفقة علی الزوجة ' ترمذی (۱۹۱٦) کتاب البر والصلة : باب ما جاء فی النفقة علی البنات والأخوات]

(٤) [صحیح لغیرہ : صحیح الترغیب أیضا ' ابو داود (٥١٤٧) کتاب الأدب : باب فی فضل من عال یتیما]

✿ دو بیٹیوں کی اچھی پرورش جنت میں داخلے کا سبب ہو گی:

(1) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ مَا مِنْ رَجُلٍ تُدْرِكُ لَهُ ابْنَتَانِ فَيُحْسِنُ إِلَيْهِمَا مَا صَحِبَتَاهُ أَوْ صَحِبَهُمَا إِلَّا أَدْخَلَتَاهُ الْجَنَّةَ ﴾

”جس آدمی کی دو بیٹیاں ہوں اور جب تک وہ اس کے ساتھ رہیں یا جب تک وہ ان کے ساتھ رہے ان کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آتا رہے تو وہ دونوں اسے جنت میں داخل کرا دیں گی۔“(۱)

(2) حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَكُونُ لَهُ ثَلَاثُ بَنَاتٍ فَيُنْفِقُ عَلَيْهِنَّ حَتَّى يَبِنَّ أَوْ يَمُتْنَ إِلَّا كُنَّ لَهُ حِجَابًا مِّنَ النَّارِ ، فَقَالَتْ لَهُ امْرَأَةٌ : أَوْ بِنْتَانِ ؟ قَالَ : وَبِنْتَانِ ﴾

”جس کسی مسلمان کی تین بیٹیاں ہوں اور وہ ان پر (اچھے طریقے سے) خرچ کرتا رہے حتی کہ وہ (اس سے شادی وغیرہ کی وجہ سے) جدا ہو جائیں یا فوت ہو جائیں تو وہ اس کے لیے دوزخ سے بچاؤ کے لیے رکاوٹ ہوں گی۔ ایک عورت نے عرض کیا، کیا دو بیٹیوں کی وجہ سے بھی یہ فضیلت حاصل ہو گی؟ آپ ﷺ نے فرمایا (ہاں) دو بیٹیوں پر (خرچ کی وجہ سے) بھی یہی فضیلت حاصل ہو گی۔“(۲)

(3) حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ ”مَنْ كُنَّ لَهُ ثَلَاثُ بَنَاتٍ يُؤْوِيهِنَّ وَيَرْحَمُهُنَّ وَيَكْفُلُهُنَّ وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ الْبَتَّةَ “ قَالَ قِيلَ يَا رَسُولَ اللَّهِ فَإِنْ كَانَتْ اثْنَتَيْنِ قَالَ وَإِنْ كَانَتْ اثْنَتَيْنِ قَالَ فَرَأَى بَعْضُ الْقَوْمِ أَنْ لَوْ قَالُوا لَهُ وَاحِدَةً لَقَالَ وَاحِدَةً ﴾

”جس کی تین بیٹیاں ہوں، وہ انہیں اپنے پاس رکھے، ان کے ساتھ رحمت و شفقت سے پیش آئے اور ان کی کفالت کرتا رہے تو اس کے لیے جنت واجب ہو گئی۔ جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، دریافت کیا گیا کہ اے اللہ

---

(۱) [حسن : صحیح ابن ماجہ ، ابن ماجہ (۳۶۷۰) کتاب الأدب : باب بر الوالد والاحسان الی البنات ، صحیح الترغیب والترهیب (۱۹۷۱) صحیح ابن حبان (۲۹۳۴) مستدرك حاکم (۱۷۸/٤) امام حاکمؒ نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔]

(۲) [حسن لغیره : صحیح الترغیب (۱۹۷۲) کتاب النکاح وما یتعلق به : باب الترغیب فی النفقة علی الزوجة والعیال ، رواه الطبرانی]

کے رسول! اگر دو بیٹیاں ہوں (تو کیا پھر یہ فضیلت حاصل ہو گی؟) آپ ﷺ نے فرمایا' (ہاں) اگر دو بھی ہوں (تو یہ فضیلت حاصل ہو جائے گی)۔ جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ لوگوں میں سے بعض نے دیکھا کہ اگر وہ آپ ﷺ سے ایک بیٹی پر بھی اس فضیلت کا کہتے تو آپ ﷺ ایک کے لیے بھی کہہ دیتے۔" (۱)

❁ دو بیٹیوں یا بہنوں پر حسبِ کفایت خرچ جہنم سے بچاؤ کا سبب ہو گا:

حضرت مطلب بن عبداللہ مخزومی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

﴿ دَخَلْتُ عَلَى أُمِّ سَلَمَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَتْ يَا بُنَيَّ أَلَا أُحَدِّثُكَ بِمَا سَمِعْتُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ قَالَ قُلْتُ بَلَى يَا أُمَّهْ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ "مَنْ أَنْفَقَ عَلَى ابْنَتَيْنِ أَوْ أُخْتَيْنِ أَوْ ذَوَاتَيْ قَرَابَةٍ يَحْتَسِبُ النَّفَقَةَ عَلَيْهِمَا حَتَّى يُغْنِيَهُمَا اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ عَزَّ وَجَلَّ أَوْ يَكْفِيَهُمَا كَانَتَا لَهُ سِتْرًا مِنَ النَّارِ" ﴾

"میں حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا تو انہوں نے کہا' اے بیٹے! کیا میں تمہیں وہ بات بیان نہ کروں جو میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنی ہے؟ میں نے کہا ضرور اے میری ماں! تو انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو سنا' آپ فرما رہے تھے کہ جس نے دو بیٹیوں یا دو بہنوں یا دو رشتہ دار عورتوں پر خرچ کیا اور ان دونوں پر خرچ سے اجر و ثواب کی نیت رکھی حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ ان دونوں کو اپنے فضل سے غنی کر دے یا کافی ہو جائے' تو وہ دونوں اس کے لیے (روزِ قیامت) دوزخ سے بچاؤ کے لیے آڑ بن جائیں گی۔" (۲)

---

(۱) [**صحیح لغیرہ** : صحیح الترغیب والترهیب (۱۹۷۵) کتاب النکاح وما یتعلق به : باب الترغیب فی النفقة علی الزوجة والعیال ' مسند احمد (۳۰۳/۳) امام ہیثمیؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کو امام احمدؒ، امام بزارؒ اور امام طبرانیؒ نے مختلف سندوں سے اسی کی مثل روایت کیا ہے اور احمد کی سند جید ہے۔[مجمع الزوائد (۱۵۷/۸) شیخ محیی الدین دیب نے "الترغیب والترهیب" پر اپنی تحقیق میں اس روایت کو حسن کا درجہ دیا ہے۔-[(۶۹۶/۲)]]

(۲) [**حسن لغیرہ** : صحیح الترغیب (۱۹۷٤) کتاب النکاح وما یتعلق به : باب الترغیب فی النفقة علی الزوجة والعیال ' رواہ احمد (۲۹۳٦) والطبرانی]

باب الاذان فی أذن المولود بچے کے کانوں میں اذان کا بیان

بچے کے کان میں اذان کہنا

حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ أَذَّنَ فِي أُذُنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ حِينَ وَلَدَتْهُ فَاطِمَةُ بِالصَّلَاةِ﴾

''میں نے رسول اللہ کو دیکھا کہ جس وقت حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہ کو جنم دیا تو آپ ﷺ نے ان کے کان میں نماز کے لیے (کہی جانے والی) اذان کی طرح اذان کہی۔''(۱)

---

(۱) [حسن: ارواء الغلیل (۱۱۷۳) صحیح ترمذی (۱۲۲٤) کتاب الأضاحی: باب الأذان فی أذن المولود ' صحیح أبو داود (٤۲٥۸) کتاب الأدب: باب فی الصبی یولد فیوذن فی أذنه ' إرواء الغلیل (۱۱۷۳) ترمذی (۱٥۱٦) أبو داود (٥۱۰٥) أحمد (۹/٦-۳۹۱) شیخ البانی ؒ نے پہلے اس روایت کو حسن قرار دیا تھا لیکن پھر بعد میں اس سے رجوع کر لیا اور اسے ضعیف قرار دے دیا۔[دیکھیے: هدایة الرواة (۱۳۸/٤) ' (٤۰۸٥) السلسلة الضعیفة (٦۱۲۱)] امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔امام حاکمؒ نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔ عبدالرحمٰن مبارکپوریؒ فرماتے ہیں کہ یہ روایت کمزور ہے لیکن حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہ کی اس روایت کے ساتھ ' کہ جسے امام ابویعلی موصلیؒ اور امام ابن سنیؒ نے روایت کیا ہے' مضبوط و قوی ہو جاتی ہے۔[تحفة الأحوذی (۹۱/۱)] مولانا امین اللہ پشاوری نے اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے۔[فتاوی الدین الخالص (۲۲۷/۳)] نو مولود کے کان میں اذان کہنے کے متعلق دوسری روایت حسین بن علی رضی اللہ عنہ کی ہے۔[دیکھیے: شعب الایمان (۳۹۰/٦) مسند أبی یعلی (۱۸۱/٦) عمل الیوم واللیلة لابن السنی] اور تیسری روایت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی ہے۔[دیکھیے: شعب الایمان للبیهقی (۳۹۰/٦)] علامہ ناصر الدین البانیؒ نے کہا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث سے ابو رافع رضی اللہ عنہ کی حدیث کی تقویت کا امکان موجود ہے۔[السلسلة الضعیفة (۳٤۱/۱)] علاوہ ازیں اس کی سند میں عاصم بن عبید اللہ راوی کو اگر کچھ اہل علم نے ضعیف کہا ہے تو کچھ دوسرے اہل علم اسے قابل حجت بھی خیال کرتے ہیں۔ جیسا کہ امام عجلیؒ نے کہا ہے کہ "لا باس به" [دیکھیے: تاریخ الثقات (۷٤۰)] اسی طرح امام ابن عدیؒ نے اس کے متعلق کہا ہے کہ اس سے سفیان ثوریؒ، سفیان بن عیینہؒ، شعبہؒ اور ان کے علاوہ بھی دیگر ثقہ لوگوں نے روایت کی ہے اور اسے لوگوں (یعنی محدثین) نے برداشت کیا ہے (یعنی قابل حجت سمجھ کر اس کی احادیث بھی نقل کی ہیں' اس لیے) اس کے ضعف کے باوجود اس کی حدیث لکھی جا سکتی ہے۔[الکامل فی ضعفاء الرجال (۱۸٦۹/٥)] بالفرض اگر یہ تسلیم کر بھی لیا جائے کہ یہ روایت ضعیف ہے تو بھی امت کا متواتر و متوارث عمل اس کی تقویت کا باعث ہے۔ جیسا کہ اسے نقل کرنے کے بعد خود امام ترمذیؒ نے فرمایا ہے کہ ((وَعَلَيْهِ الْعَمَلُ)) ''اور اسی پر عمل ہے۔'' ﴿بقیہ اگلے صفحے پر﴾

(ابن قیمؒ) انہوں نے اپنی کتاب " **تحفة المودود** " میں نومولود کے کان میں اذان کے اثبات میں مستقل باب قائم کیا ہے۔(۱)

(نوویؒ) فرماتے ہیں کہ 'نومولود خواہ لڑکا ہو یا لڑکی' اس کے کان میں اذان کہنا سنت ہے اور اذان انہی الفاظ میں کہی جائے جن میں نماز کے لیے کہی جاتی ہے۔(۲)

(نواب صدیق حسن خانؒ، امیر صنعانیؒ) اسی کے قائل ہیں۔(۳)

❏ دورِ حاضر کے ممتاز علمائے کرام کی اکثریت کا کہنا ہے کہ نومولود کے کان میں اذان کہنا ثابت اور قابل عمل ہے' جن میں سے چند ایک قابل ذکر علماء یہ ہیں: شیخ الحدیث جامعہ محمدیہ گوجرانوالہ " فضیلۃ الشیخ حافظ عبد المنان نورپوری" شیخ الحدیث جامعہ الدعوۃ الاسلامیہ مرید کے " فضیلۃ الشیخ حافظ عبد السلام بھٹوی" شیخ الحدیث مرکز الدراسات الاسلامیہ میاں چنوں "فضیلۃ الشیخ ابو محمد حافظ عبد الستار حماد" اور مدیر شعبہ تالیف وتحقیق دار السلام لاہور فضیلۃ الشیخ حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ وغیرہ۔

اس اذان کا کوئی وقت مقرر نہیں

بچے کے کان میں اذان کا کوئی وقت مقرر نہیں' جب بھی مسلمان اس پر قادر ہو اذان کہہ دے۔(٤) البتہ بہتر وقت پیدائش کے فوری بعد کا ہے۔ تاکہ بچہ دنیا میں آنے کے بعد سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی کبریائی کی آواز سنے اور اس لیے بھی کہ نومولود کو شیطان کے حملے سے بچایا جاسکے کیونکہ شیطان اذان سن کر بھاگ اٹھتا ہے۔

﴿گزشتہ سے پیوستہ﴾ نیز ایسے کئی ایک مسائل پیش کیے جاسکتے ہیں جو ضعیف احادیث پر مبنی ہیں مگر اجماعِ امت کی وجہ سے ان پر سب اہل علم کا عمل وفتویٰ ہے جس کی ایک مثال پانی کی طہارت کا مسئلہ ہے کہ پانی پاک ہی رہے گا جب تک اس میں نجاست گرنے کی وجہ سے اس کا رنگ' ذائقہ یا بو تبدیل نہ ہو جائے۔ اب اس کے لیے بطورِ دلیل جو روایات پیش کی جاتی ہیں وہ سب ضعیف ہیں مگر اس مسئلے کو اجماعِ امت حاصل ہونے کی وجہ سے سب کا عمل اور فتویٰ اسی کے مطابق ہے۔[دیکھئے: الاجماع لابن المنذر (ص / ۳۳)] اس مسئلے کی مزید تفصیل کے لیے راقم الحروف کی کتاب " **فقه الحديث : كتاب الطهارة : باب أقسام المياه**" ملاحظہ فرمایئے۔]

(۱) [تحفة المودود بأحكام المولود (ص / ۲۹)]

(۲) [المجموع (۸/۲/٤٤)]

(۳) [دیکھئے: رسالہ ' اسعاد العباد بحقوق الوالدين والأولاد ' سبل السلام (٤/١٨٧٦)]

(٤) [أحسن الفتاوى (۲/۲۷٦)]

نومولود کے کان میں اذان کا مقصد یہ بھی ہے کہ اذان سن کر شیطان بھاگ جائے

جیسا کہ حدیث میں ہے کہ اذان سنتے ہی شیطان بھاگ جاتا ہے۔

﴿عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا نُودِيَ بِالصَّلَاةِ أَدْبَرَ الشَّيْطَانُ وَلَهُ ضُرَاطٌ حَتَّى لَا يَسْمَعَ الْأَذَانَ فَإِذَا قُضِيَ الْأَذَانُ أَقْبَلَ فَإِذَا ثُوِّبَ بِهَا أَدْبَرَ فَإِذَا قُضِيَ التَّثْوِيبُ أَقْبَلَ حَتَّى يَخْطِرَ بَيْنَ الْمَرْءِ وَنَفْسِهِ﴾

"حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' جب نماز کے لیے اذان ہوتی ہے تو شیطان ہوا خارج کرتا ہوا بھاگتا ہے تاکہ اذان نہ سنے' جب اذان پوری ہو جاتی ہے تو پھر آ جاتا ہے' پھر جب اقامت ہوتی ہے تو پھر بھاگ پڑتا ہے' لیکن اقامت ختم ہوتے ہی پھر آ جاتا ہے اور نمازی کے دل میں طرح طرح کے وسوسے ڈالنے لگتا ہے۔" (۱)

اگر کوئی نومولود بچے کے کان میں اذان نہ دے

نومولود بچے کے کان میں اذان دینا واجب نہیں' اس لیے اگر کوئی بھول کر یا جان بوجھ کر بھی بچے کے کان میں اذان نہ دے تو اس پر کوئی گناہ نہیں۔ (واللہ اعلم)

بچے کے کان میں اقامت کہنا

نومولود کے کان میں اقامت کہنا بالکل ثابت نہیں کیونکہ جن روایات میں اس کا ذکر ہے وہ من گھڑت اور ضعیف ہونے کی وجہ سے قابل حجت نہیں۔ البتہ حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں یہ لفظ ہیں:

﴿ مَنْ وُلِدَ لَهُ وَلَدٌ فَأَذَّنَ فِي أُذُنِهِ الْيُمْنَى وَأَقَامَ فِي أُذُنِهِ الْيُسْرَى لَمْ تَضُرَّهُ أُمُّ الصِّبْيَانِ ﴾

"جس کے ہاں کوئی بچہ پیدا ہو اور وہ اس کے دائیں کان میں اذان اور بائیں میں اقامت کہے تو اسے ام

(۱) [بخاری (۱۲۳۱) كتاب السهو : باب اذا لم يدر كم صلى ثلاثا أو أربعا ؟ سجد سجدتين وهو جالس ' مسلم (۳۸۹) كتاب الصلاة : باب فضل الاذان وهرب الشيطان عند سماعه ' ابو داود (۵۱۶) كتاب الصلاة : باب رفع الصوت بالاذان ' نسائی (۶۶۹) دارمی (۱۲۰۴) مؤطا (۱۵۴) احمد (۸۱۴۵) ابن أبی شيبة (۲۲۹/۱) ابن حبان (۱۶۶۲) أبو عوانة (۳۳۴/۱) شرح السنة للبغوی (۴۱۲) ابن خزيمة (۳۹۲) بيهقی (۴۳۲/۱)]

صبیان کی بیماری نقصان نہیں پہنچائے گی۔"(۱)

اسی طرح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی روایت کے الفاظ یوں ہیں:

﴿ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَذَّنَ فِيْ أُذُنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ يَوْمَ وُلِدَ وَ أَقَامَ فِيْ أُذُنِهِ الْيُسْرَى ﴾

"نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حسین بن علی رضی اللہ عنہ کی پیدائش کے روز ان کے (دائیں) کان میں اذان کہی اور بائیں میں اقامت کہی۔"(۲)

نیز اس سلسلے میں حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی روایت بھی مستند نہیں۔(۳)

- فضیلۃ الشیخ حافظ عبدالمنان نورپوری حفظہ اللہ نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ بچے کے کان میں اقامت ثابت نہیں۔(٤)

---

(۱) [موضوع : الضعيفة (۱/۳۲۰) ' (۲۳۲۱) إرواء الغليل (۱۱۷٤) تلخيص الحبير (١٤٩/٤) شعب الإيمان للبيهقي (۸٦۲۰) ابن السني في عمل اليوم والليلة (٦۱۷)] امام ہیثمیؒ نے کہا ہے کہ اسے ابویعلی نے روایت کیا ہے اور اس کی سند میں مروان بن سالم غفاری راوی متروک ہے۔[مجمع الزوائد (٥٩/٤)]حافظ بوصیریؒ نے یحییٰ بن علاء رازی کے ضعف کی وجہ سے اس روایت کو ضعیف کہا ہے۔[الاتحاف (۱۲/۲)] نیز اس روایت کو امام بیہقیؒ نے بھی ضعیف کہا ہے۔]

(۲) [موضوع : السلسلة الضعيفة (۳۲۱/۱) بيهقي في شعب الايمان (۳۹۰/٦) امام بیہقیؒ نیاس روایت کی سند کو ضعیف کہا ہے۔ حافظ ابن قیمؒ نے مذکورہ بالا دونوں روایات کو نقل کرنے کے بعد انہیں ضعیف کہا ہے۔ [تحفة المودود] اس روایت کی سند میں حسن بن عمرو بن سیف راوی ہے جسے حافظ ابن حجرؒ نے متروک اور اس کے شیخ قاسم بن مطیب کے متعلق کہا ہے کہ اس میں کمزوری ہے۔[دیکھئے: تهذيب التهذيب (۲۸۷/٦)]

(۳) [تلخيص الحبير (۲۷۳/٤)]

(٤) [احکام ومسائل ' جلد اول (ص / ۱۲٤)]

باب تحنیک المولود بچے کو گھٹی دینے کا بیان

گھٹی دینے کا معنی ومفہوم

لغوی اعتبار سے "تحنيك" یعنی گھٹی دینے کا معنی "کسی چیز کو چبا کر نرم بنانا ہے۔" (۱)

اور اصطلاحی اعتبار سے گھٹی کی تعریف کرتے ہوئے امام شوکانیؒ رقمطراز ہیں کہ

﴿ وَالتَّحْنِيكُ : أَنْ يَّمْضَغَ الْمُحَنِّكُ التَّمرَ أَوْ نَحْوَهُ حَتّٰى يَصِيرَ مَائِعًا بِحَيْثُ يُبْتَلَعُ ثُمَّ يَفْتَحُ فَمَ الْمَوْلُودِ وَيَضَعُهَا فِيهِ لِيَدْخُلَ شَيْئٌ مِّنْهَا فِي جَوْفِهِ ﴾

"اور گھٹی دینا یہ ہے کہ گھٹی دینے والا شخص کھجور یا اس طرح کی کوئی چیز چبائے حتی کہ وہ مائع بن جائے جسے نگھلا جا سکے۔ پھر وہ بچے کا منہ کھول کر اسے اس میں رکھ دے تا کہ اس سے کوئی چیز بچے کے پیٹ میں داخل ہو جائے۔" (۲)

گھٹی دینے کا حکم

یہ عمل مسنون و مستحب ہے جیسا کہ درج ذیل احادیث اس پر شاہد ہیں:

(1) حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

﴿وُلِدَ لِي غُلَامٌ فَأَتَيْتُ بِهِ النَّبِيَّ ﷺ فَسَمَّاهُ إِبْرَاهِيمَ "فَحَنَّكَهُ بِتَمْرَةٍ وَدَعَا لَهُ بِالْبَرَكَةِ" وَدَفَعَهُ إِلَيَّ وَكَانَ أَكْبَرَ وَلَدِ أَبِي مُوسَى ﴾

"میرے یہاں لڑکا پیدا ہوا تو میں اسے لے کر نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آنحضرت ﷺ نے اس کا نام ابراہیم رکھا اور کھجور کو اپنے دندان مبارک سے نرم کر کے اسے چٹایا اور اس کے لیے برکت کی دعا کی پھر مجھے دے دیا۔ یہ ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کے سب سے بڑے لڑکے تھے۔" (۳)

---

(۱) [مصباح اللغات (ص/۱۸۰)]

(۲) [نیل الأوطار (۵۰۶/۳)]

(۳) [بخاری (۵۴۶۷) کتاب العقيقة : باب تسمية المولود غداة يولد لمن لم يعق عنه و تحنيكه ، مسلم (۲۱۴۵) كتاب الآداب : باب استحباب تحنيك المولود عند ولادته]

(2) حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

﴿أنَّهَا حَمَلَتْ بِعَبْدِ اللَّهِ بْنِ الزُّبَيْرِ بِمَكَّةَ قَالَتْ فَخَرَجْتُ وَأَنَا مُتِمٌّ فَأَتَيْتُ الْمَدِينَةَ فَنَزَلْتُ قُبَاءً فَوَلَدْتُ بِقُبَاءٍ ثُمَّ أَتَيْتُ بِهِ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَوَضَعْتُهُ فِي حَجْرِهِ ثُمَّ دَعَا بِتَمْرَةٍ فَمَضَغَهَا ثُمَّ تَفَلَ فِي فِيهِ فَكَانَ أَوَّلَ شَيْءٍ دَخَلَ جَوْفَهُ رِيقُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ "**ثُمَّ حَنَّكَهُ بِالتَّمْرَةِ ثُمَّ دَعَا لَهُ فَبَرَّكَ عَلَيْهِ**" وَكَانَ أَوَّلَ مَوْلُودٍ وُلِدَ فِي الْإِسْلَامِ فَفَرِحُوا بِهِ فَرَحًا شَدِيدًا لِأَنَّهُمْ قِيلَ لَهُمْ إِنَّ الْيَهُودَ قَدْ سَحَرَتْكُمْ فَلَا يُولَدُ لَكُمْ﴾

"حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ مکہ میں ان کے پیٹ میں تھے۔ انہوں نے کہا پھر میں (جب ہجرت کے لیے) نکلی تو وقت ولادت قریب تھا۔ مدینہ منورہ پہنچ کر میں نے پہلی منزل قباء میں کی اور یہیں عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ پیدا ہو گئے۔ میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں بچے کو لے کر حاضر ہوئی اور اسے آپ کی گود میں رکھ دیا۔ آپ ﷺ نے کھجور طلب فرمائی اور اسے چبایا اور بچے کے منہ میں اپنا لعاب ڈال دیا۔ چنانچہ پہلی چیز جو اس بچے کے پیٹ میں گئی وہ حضور اکرم ﷺ کا لعاب مبارک تھا پھر آپ ﷺ نے کھجور سے اسے گھٹی دی اور اس کے لیے برکت کی دعا فرمائی۔ یہ (ہجرت کے بعد) اسلام میں پیدا ہونے والا پہلا بچہ تھا لہٰذا وہ اس کی وجہ سے بہت خوش ہوئے اور اس لیے بھی کہ ان سے کہا گیا تھا کہ تم پر یہود نے جادو کر رکھا ہے اس لیے اب تمہارے ہاں بچہ پیدا نہیں ہوگا۔" (۱)

(3) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

﴿كَانَ ابْنٌ لِأَبِي طَلْحَةَ يَشْتَكِي فَخَرَجَ أَبُو طَلْحَةَ فَقُبِضَ الصَّبِيُّ فَلَمَّا رَجَعَ أَبُو طَلْحَةَ قَالَ مَا فَعَلَ ابْنِي قَالَتْ أُمُّ سُلَيْمٍ هُوَ أَسْكَنُ مِمَّا كَانَ فَقَرَّبَتْ إِلَيْهِ الْعَشَاءَ فَتَعَشَّى ثُمَّ أَصَابَ مِنْهَا فَلَمَّا فَرَغَ قَالَتْ وَارُوا الصَّبِيَّ فَلَمَّا أَصْبَحَ أَبُو طَلْحَةَ أَتَى رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَأَخْبَرَهُ فَقَالَ أَعْرَسْتُمُ اللَّيْلَةَ قَالَ نَعَمْ قَالَ اللَّهُمَّ بَارِكْ لَهُمَا فَوَلَدَتْ غُلَامًا فَقَالَ لِي أَبُو طَلْحَةَ احْمِلْهُ حَتَّى تَأْتِيَ بِهِ النَّبِيَّ ﷺ فَأَتَى بِهِ النَّبِيَّ ﷺ وَبَعَثَتْ مَعَهُ بِتَمَرَاتٍ فَأَخَذَهُ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ أَمَعَهُ شَيْءٌ قَالُوا نَعَمْ تَمَرَاتٌ فَأَخَذَهَا النَّبِيُّ ﷺ فَمَضَغَهَا ثُمَّ أَخَذَهَا مِنْ فِيهِ

---

(۱) [بخاری (٥٤٦٩) کتاب العقیقه : باب تسمية المولود غداة يولد لمن لم يعق عنه و تحنيكه ، مسلم (٢١٤٦) كتاب الآداب : باب استحباب تحنيك المولود عند ولادته ، تحفة الأشراف (١٥٧٢٧)]

فَجَعَلَهَا فِي فِي الصَّبِيِّ "ثُمَّ حَنَّكَهُ وَسَمَّاهُ عَبْدَ اللَّهِ"﴾

"حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کا ایک بیٹا بیمار تھا' وہ باہر گئے ہوئے تھے کہ وہ لڑکا فوت ہو گیا۔ جب وہ لوٹ کر آئے تو انہوں نے پوچھا کہ میرا بچہ کیسا ہے؟ (ان کی بیوی) اُم سلیم رضی اللہ عنہا نے کہا کہ اب پہلے کی نسبت اس کو آرام ہے (مراد تھا کہ وہ دنیاوی مشکلات سے نکل چکا ہے یعنی فوت ہو چکا ہے)۔ پھر حضرت اُم سلیم رضی اللہ عنہا ان کے پاس شام کا کھانا لائیں تو انہوں نے کھا لیا' اس کے بعد اُم سلیم رضی اللہ عنہا سے ہم بستری کی۔ جب فارغ ہوئے تو اُم سلیم رضی اللہ عنہا نے کہا' جاؤ بچے کو دفن کر دو۔ پھر صبح ہوئی تو حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سب کچھ بیان کر دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ کیا تم نے رات کو اپنی بیوی سے ہم بستری کی ہے؟ ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ ہاں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی کہ اے اللہ! ان دونوں کو برکت عطا فرما۔ (اُم سلیم رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ) پھر انہوں نے ایک بچے کو جنم دیا تو ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے مجھ سے کہا کہ اسے اٹھا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے جا اور پھر (خود ابو طلحہ رضی اللہ عنہ بھی) تشریف لے آئے' اُم سلیم رضی اللہ عنہا نے بچے کے ساتھ کچھ کھجوریں بھی لے لیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بچے کو اٹھا لیا اور دریافت کیا' اس کے ساتھ کچھ ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ کھجوریں ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجوروں کو لے کر چبایا' پھر انہیں اپنے منہ سے نکال کر بچے کے منہ میں ڈال کر اسے گھٹی دی اور اس کا نام عبد اللہ رکھا۔" (۱)

(نوویؒ) فرماتے ہیں کہ

﴿ اتَّفَقَ الْعُلَمَاءُ عَلَى اسْتِحْبَابِ تَحْنِيكِ الْمَوْلُودِ عِنْدَ وِلَادَتِهِ بِتَمْرٍ فَإِنْ تَعَذَّرَ فَمَا فِي مَعْنَاهُ أَوْ قَرِيبٌ مِّنْهُ مِنَ الْحُلْوِ ...... وَيُسْتَحَبُّ أَنْ يَكُونَ الْمُحَنِّكُ مِنَ الصَّالِحِينَ وَمِمَّنْ يُتَبَرَّكُ بِهِ رَجُلًا كَانَ أَوْ امْرَأَةً فَإِنْ لَمْ يَكُنْ حَاضِرًا عِنْدَ الْمَوْلُودِ حُمِلَ إِلَيْهِ ﴾

"علماء نے اتفاق کیا ہے کہ بچے کو اس کی ولادت کے وقت کھجور کے ساتھ گھٹی دینا مستحب ہے لیکن اگر کھجور نہ ملے تو جو بھی اس جیسی یا مٹھاس میں اس کے قریب چیز ہو (مثلاً شہد وغیرہ' اسی کے ساتھ گھٹی دے دی جائے)۔ اور بہتر یہ ہے کہ گھٹی دینے والا صالحین اور ایسے (بزرگ) لوگوں میں سے ہو جن کے ساتھ

---

(۱) [مسلم (۲۱۴۴) کتاب الآداب : باب استحباب تحنيك المولود عند ولادته ' احمد (۱۳۰۲۵) ابن حبان (۷۱۸۷) طيالسی (۲۰۵۶) أبو يعلی (۳۲۸۳) بيهقی (۶۵/۴)]

برکت حاصل کی جاتی ہے خواہ وہ مرد ہو یا عورت' ایسا کوئی شخص اگر نومولود کے پاس موجود نہ ہو تو بچے کو اس (نیک شخص) کی طرف اٹھا کر لے جایا جائے۔''

مزید فرماتے ہیں کہ

﴿ وَهُوَ سُنَّةٌ بِالْإِجْمَاعِ ﴾ ''نومولود کو گھٹی دینا بالاجماع سنت ہے۔''(۱)

(امیر صنعانیؒ) کھجور وغیرہ کے ساتھ بچے کو گھٹی دینا مستحب ہے۔(۲)

اگر کوئی گھٹی دینا بھول جائے

نومولود کو گھٹی دینا مسنون عمل ہے (یعنی اس کام کا کرنا' نہ کرنے سے بہتر ہے اور یہ) فرض یا واجب نہیں۔ اس لیے اگر کوئی شخص ولادت کے بعد نومولود بچے کو گھٹی دے گا تو سنت پر عمل کی وجہ سے اجر و ثواب کا مستحق ہو گا' لیکن اگر کوئی بھول جائے یا لاعلمی کے باعث یا جان بوجھ کر ہی گھٹی نہ دے تو گناہگار نہیں ہو گا کیونکہ یہ عمل فرض نہیں بلکہ محض مستحب ہے' یعنی نبی کریم ﷺ کے فعل سے تو یہ عمل ثابت ہے البتہ آپ ﷺ نے اس کے کرنے کا حکم نہیں دیا اور اگر آپ ﷺ اس کے کرنے کا حکم دے دیتے تو یہ فرض ہو جاتا اور ہر مسلمان پر اس کا کرنا لازم ہوتا۔ (واللہ اعلم)

(۱) [شرح مسلم للنووی (۲۴۷/۷)]

(۲) [سبل السلام (۱۸۷۶/۴)]

باب تسمية المولود — بچے کا نام رکھنے کا بیان

بچے کا نام تجویز کرنے کا وقت

والدین کو چاہیے کہ بچے کی پیدائش کے ساتویں روز تک سوچ سمجھ کر بچے کے لیے کوئی بہترین نام تجویز کر لیں' البتہ اگر پیدائش کے روز ہی نام رکھ دیا جائے تو یہ بھی درست ہے۔ جیسا کہ بطورِ دلائل چند احادیث حسب ذیل ہیں:

(1) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کے ہاں بچہ پیدا ہوا تو انہوں نے مجھ سے کہا کہ اسے حفاظت کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے جاؤ چنانچہ وہ بچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائے اور حضرت اُم سلیم رضی اللہ عنہا نے بچے کے ساتھ کچھ کھجوریں بھی بھیجیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بچے کو پکڑا اور پوچھا کہ اس کے ساتھ کوئی چیز بھی ہے؟ انہوں نے کہا جی ہاں! کھجوریں ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے لے کر چبایا اور پھر اسے اپنے منہ سے نکال کر بچے کے منہ میں رکھ دیا:

﴿ ثُمَّ حَنَّكَهُ وَسَمَّاهُ عَبْدَ اللّٰهِ ﴾

"پھر (اس کے ساتھ) بچے کو گھٹی دی اور اس کا نام عبداللہ رکھا۔"(۱)

معلوم ہوا کہ پیدائش کے روز بھی نام رکھا جا سکتا ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کے بیٹے کا نام رکھنے کے لیے ساتویں دن کا انتظار نہیں کیا بلکہ پیدائش کے دن ہی گھٹی دینے کے بعد نام بھی تجویز فرما دیا۔

(2) حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میرے ہاں لڑکا پیدا ہوا تو میں اسے لے کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا:

﴿ فَسَمَّاهُ إِبْرَاهِيمَ فَحَنَّكَهُ بِتَمْرَةٍ وَدَعَا لَهُ بِالْبَرَكَةِ وَدَفَعَهُ إِلَيَّ ﴾

"آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا نام ابراہیم رکھا اور کھجور کو اپنے دندان مبارک سے نرم کر کے اسے چٹایا اور اس

---

(۱) [بخاری (۵٤۷۰) کتاب العقيقة : باب تسمية المولود غداة يولد لمن لم يعق عنه ' و تحنيكه ' مسلم (۲۱٤٤) كتاب الأداب : باب استحباب تحنيك المولود]

کے لیے برکت کی دعا کی' پھر مجھے دے دیا۔" (۱)

اس حدیث سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ پیدائش کے روز ہی بچے کا نام رکھا جا سکتا ہے۔

(3) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ وُلِدَ لِي اللَّيْلَةَ غُلَامٌ فَسَمَّيْتُهُ بِاسْمِ أَبِي إِبْرَاهِيمَ ﴾

"میرے ہاں رات بیٹا پیدا ہوا ہے اور میں نے اس کا نام اپنے باپ (جدِ امجد) کے نام پر ابراہیم رکھا ہے۔" (۲)

(نوویؒ) اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ پیدائش کے روز بچے کا نام رکھنا جائز ہے۔ (۳)

(4) حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

﴿أُتِيَ بِالْمُنْذِرِ بْنِ أَبِي أُسَيْدٍ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ حِينَ وُلِدَ فَوَضَعَهُ عَلَى فَخِذِهِ وَأَبُو أُسَيْدٍ جَالِسٌ فَلَهَا النَّبِيُّ ﷺ بِشَيْءٍ بَيْنَ يَدَيْهِ فَأَمَرَ أَبُو أُسَيْدٍ بِابْنِهِ فَاحْتُمِلَ مِنْ فَخِذِ النَّبِيِّ ﷺ فَاسْتَفَاقَ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ أَيْنَ الصَّبِيُّ فَقَالَ أَبُو أُسَيْدٍ قَلَبْنَاهُ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ مَا اسْمُهُ قَالَ فُلَانٌ قَالَ وَلَكِنْ أَسْمِهِ الْمُنْذِرَ فَسَمَّاهُ يَوْمَئِذٍ الْمُنْذِرَ ﴾

"منذر بن ابی اسید رضی اللہ عنہ کی ولادت ہوئی تو انہیں نبی کریم ﷺ کے پاس لایا گیا۔ آپ ﷺ نے بچے کو اپنی ران پر رکھ لیا' ابو اسید رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ کسی چیز میں جو سامنے تھی مصروف ہو گئے (اور بچے کی طرف سے توجہ ہٹ گئی)۔ ابو اسید رضی اللہ عنہ نے بچے کے متعلق حکم دیا اور اسے آپ ﷺ کی ران سے اٹھا لیا گیا۔ پھر جب آپ ﷺ متوجہ ہوئے تو فرمایا' بچہ کہاں ہے؟ ابو اسید رضی اللہ عنہ نے عرض کیا' اے اللہ کے رسول! ہم نے اسے گھر بھیج دیا ہے۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ اس کا کیا نام رکھا ہے؟ عرض کیا کہ

---

(۱) [بخاری (۵٤٦۷) کتاب العقیقة : باب تسمیة المولود غداة یولد لمن لم یعق عنه و تحنیکه ' مسلم (۲۱٤۵) کتاب الآداب : باب استحباب تحنیك المولود عند ولادته]

(۲) [مسلم (۲۳۱۵) کتاب الفضائل : باب رحمته الصبیان والعیال وتواضعه وفضل ذلك ' بخاری (۱۳۰۳) کتاب الجنائز : باب قول النبی ﷺ انا بك لمحزونون ' ابو داود (۳۱۲٦) کتاب الجنائز : باب فی البکاء علی المیت ' احمد (۱۹٤/۳) صحیح ابن حبان (۲٤۵/٤) ' (۲۸۹۱۔ الاحسان) طحاوی فی مشکل الآثار (٤۵٤/۱) بیهقی فی السنن الکبری (۵۸۹/۹) وفی دلائل النبوة (٤۳۰/۵) شرح السنة للبغوی (۱۵۲۸)]

(۳) [شرح مسلم للنووی (٤۱۳/۷)]

فلاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا' بلکہ اس کا نام "منذر" ہے۔ چنانچہ اسی دن آپ ﷺ نے اس کا نام یہی منذر رکھ دیا۔"(۱)

(5) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ

﴿ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ رَأَى فِي بَيْتِ الزُّبَيْرِ مِصْبَاحًا فَقَالَ يَا عَائِشَةُ مَا أُرَى أَسْمَاءَ إِلَّا قَدْ نُفِسَتْ فَلَا تُسَمُّوهُ حَتَّى أُسَمِّيَهُ فَسَمَّاهُ عَبْدَ اللَّهِ ﴾

"نبی کریم ﷺ نے زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کے گھر میں چراغ دیکھا تو کہا' اے عائشہ! میرا خیال ہے کہ اسماء (عائشہ رضی اللہ عنہا کی بہن) نفاس والی ہو گئی ہے (یعنی اس نے بچہ جنا ہے) تو تم اس (بچے) کا میرے نام رکھنے تک نام مت رکھنا' پھر آپ ﷺ نے اس کا نام عبداللہ رکھ دیا۔"(۲)

مذکورہ بالا احادیث سے ثابت ہوا کہ پیدائش کے روز بھی بچے کا نام رکھا جا سکتا ہے۔

(6) حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ كُلُّ غُلَامٍ رَهِينَةٌ بِعَقِيقَتِهِ تُذْبَحُ عَنْهُ يَوْمَ سَابِعِهِ وَيُحْلَقُ وَيُسَمَّى ﴾

"ہر بچہ اپنے عقیقہ کے عوض گروی ہوتا ہے' پیدائش کے ساتویں دن اس کی طرف سے (عقیقہ کا) جانور قربان کیا جائے' اس کا سر منڈایا جائے اور اس کا نام رکھا جائے۔"(۳)

(شوکانیؒ) مذکورہ حدیث میں موجود "یسمی" کے لفظ کے متعلق رقمطراز ہیں کہ

﴿ دَلِيلٌ عَلَى اسْتِحْبَابِ التَّسْمِيَةِ فِي الْيَوْمِ السَّابِعِ ﴾

"یہ دلیل ہے کہ ساتویں روز نام رکھنا مستحب ہے۔"(٤)

---

(۱) [بخاری (٦١٩١) کتاب الأدب : باب تحویل الاسم الی اسم أحسن منه ' وفی الأدب المفرد (١٤/٥) باب استحباب تحنیك المولود ' بیهقی فی السنن الکبری (٥١٦/٩) شرح السنة للبغوی (٣٤٥/١٢ ' (٣٣٧٦)]

(۲) [حسن : صحیح ترمذی ' ترمذی (٣٨٢٦) کتاب المناقب : باب مناقب عبد الله بن زبیر]

(۳) [صحیح : صحیح ابو داود (٢٤٦٣) ابو داود (٢٨٣٨) کتاب الضحایا : باب فی العقیقة ' ترمذی (١٥٢٢) کتاب الأضاحی : باب العقیقة بشاة ' ابن ماجة (٣١٦٥) کتاب الذبائح : باب العقیقة ' نسائی (١٦٦/٧) ابن الجادود (٩١٠) حاکم (٢٣٧/٤) احمد (١٧/٥) دارمی (٨١/٢) مشکل الآثار (٤٥٣/١)]

(٤) [نیل الأوطار (٥٠٠/٣)]

- جس روایت میں صرف ساتویں روز ہی نام رکھنے کا حکم ہے وہ ضعیف ہے۔اس کے الفاظ یہ ہیں:

﴿ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَمَرَ بِتَسْمِيَةِ الْمَوْلُودِ يَوْمَ سَابِعِهِ ﴾

”نبی کریم ﷺ نے پیدائش کے ساتویں روز بچے کا نام رکھنے کا حکم دیا ہے۔“ (۱)

نام رکھنے کا حق باپ کو ہے یا ماں کو

والدین مشورے کے بعد باہمی رضامندی سے بچے کا نام رکھ دیں تو بہتر' ورنہ اگر دونوں میں اختلاف ہو جائے تو باپ کے منتخب کردہ نام کو ترجیح حاصل ہو گی کیونکہ بچے کو ہمیشہ والد کی طرف ہی منسوب کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ قرآن میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ

﴿ ادْعُوهُمْ لِآبَائِهِمْ هُوَ أَقْسَطُ عِندَ اللَّهِ ﴾ [الأحزاب : ٥]

”بچوں کو ان کے باپوں کی طرف منسوب کر کے پکارو' اللہ کے نزدیک یہی زیادہ منصفانہ بات ہے۔“

رسول اللہ ﷺ نے بھی فرمایا تھا کہ میں نے اپنے بیٹے کا نام اپنے باپ ابراہیم علیہ السلام کے نام پر ابراہیم رکھا ہے۔“ (۲)

(ابن قیمؒ) یہ مسئلہ ایسے مسائل میں سے ہے جن کے متعلق لوگوں (یعنی فقہاء وعلماء) کے درمیان کوئی اختلاف نہیں' والدین کے مابین اگر بچے کا نام رکھنے کے بارے میں تنازع ہو جائے تو قابل تسلیم بات یقیناً باپ کی ہو گی۔

مزید فرماتے ہیں کہ بچہ غلامی اور آزادی میں ماں کے تابع ہوتا ہے اور نسب میں باپ کے۔ (۳)

اللہ کے پسندیدہ نام

(1) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ إِنَّ أَحَبَّ أَسْمَائِكُمْ إِلَى اللَّهِ عَبْدُ اللَّهِ وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ ﴾

---

(۱) [ترمذی (۲۸۳۲) كتاب الأدب : باب ما جاء في تعجيل اسم المولود ' اس روایت کی سند میں ابن اسحٰق مدلس راوی کا عنعنہ ہے۔امام ترمذیؒ وغیرہ نے شاید اس روا ... اس لیے حسن کا درجہ دیا ہے کیونکہ اس کے متعدد شواہد موجود ہیں۔تاہم یہ یاد رہے کہ ساتویں روز نا... کھنے کا حکم ثابت نہیں۔(واللہ اعلم)]

(۲) [مسلم (۲۳۱۵) كتاب الفضائل : باب رحمته ... صبيان والعيال وتواضعه وفضل ذلك]

(۳) [دیکھئے: تحفة المودود (ص / ۱۲۹)]

"بے شک تمہارے ناموں میں سے اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ نام عبداللہ اور عبدالرحمٰن ہیں۔"(۱)

(2) حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

﴿ وُلِدَ لِرَجُلٍ مِنَّا غُلَامٌ فَسَمَّاهُ الْقَاسِمَ فَقَالُوا لَا نَكْنِيكَ بِأَبِي الْقَاسِمِ وَلَا نُنْعِمُكَ عَيْنًا فَأَتَى النَّبِيَّ ﷺ فَذَكَرَ ذَلِكَ لَهُ فَقَالَ أَسْمِ ابْنَكَ عَبْدَ الرَّحْمَنِ ﴾

"ایک آدمی کے ہاں بچہ پیدا ہوا تو انہوں نے اس کا نام قاسم رکھا۔ صحابہ نے کہا کہ ہم تمہاری کنیت ابوالقاسم نہیں رکھیں گے اور نہ تیری آنکھ اس کنیت سے پکار کر ٹھنڈی کریں گے۔ وہ شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ سے اس کا ذکر کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اپنے لڑکے کا نام عبدالرحمٰن رکھ دو۔"(۲)

(ابن حزمؒ) اہل علم کا اتفاق ہے کہ ایسے نام جن کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو مستحسن ہیں مثلاً عبداللہ (یعنی اللہ کا بندہ) اور عبدالرحمٰن (یعنی رحمٰن کا بندہ) اور ان جیسے دیگر نام (جیسے عبدالکریم، عبدالحمید، عبدالخبیر، عبد الصمد، عبدالرحیم وغیرہ)۔(۳)

انبیاء کے ناموں پر نام رکھنا

انبیاء کے ناموں پر اپنے بچوں کے نام رکھنا جائز و مباح ہے۔ نبی کریم ﷺ نے بھی اپنے ایک بیٹے کا نام ابراہیم علیہ السلام کے نام پر ابراہیم رکھا تھا جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے کہ

﴿ وَقَالَ أَنَسٌ قَبَّلَ النَّبِيُّ ﷺ إِبْرَاهِيمَ يَعْنِي ابْنَهُ ﴾

---

(۱) [مسلم (۲۱۳۲) كتاب الأداب : باب النهى عن التكنى بأبى القاسم وبيان ما يستحب من الأسماء ' ابو داود (۴۹۴۹) كتاب الأدب : باب فى تغيير الأسماء ' ترمذى (۲۸۳۴) كتاب الأدب : باب ما جاء ما يستحب من الأسماء ' ابن ماجه (۳۷۲۸) كتاب الأدب : باب ما يستحب من الأسماء ' تحفة الأشراف (۷۷۲۱)]

(۲) [بخارى (۶۱۸۹) كتاب الأدب : باب قول النبى : سموا باسمى ولا تكتنوا بكنيتى ' مسلم (۲۱۳۳) كتاب الآداب : باب النهى عن التكنى بأبى القاسم وبيان ما يستحب من الأسماء ' ابو داود (۴۹۶۵) كتاب الأدب : باب فى الرجل يتكنى بأبى القاسم ' ابن ماجه (۳۷۳۶) كتاب الأدب : باب الجمع بين اسم النبى وكنيته ' احمد (۱۴۲۳۱) مستدرك حاكم (۷۷۳۵/۴) ابن حبان (۵۸۱۶) طيالسى (۱۷۳۰) ابن أبى شيبة (۶۷۱/۸) أبو يعلى (۱۹۱۵) عبد الرزاق (۱۹۸۶۶)]

(۳) [كما فى تحفة المودود لابن القيم (ص/ ۱۰۲)]

''اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی کریم ﷺ نے ابراہیم یعنی اپنے بیٹے کا بوسہ لیا۔'' (۱)

اسی طرح ایک دوسری حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

''میرے ہاں رات بیٹا پیدا ہوا ہے اور میں نے اس کا نام اپنے باپ (جدِ امجد) کے نام پر ابراہیم رکھا ہے۔'' (۲)

(نوویؒ) اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ (بچے کا) انبیاء کے ناموں پر نام رکھنا جائز ہے۔(۳)

❑ چند انبیاء علیہم السلام کے نام یہ ہیں:

1- آدم	2- نوح	3- شیث	4- ادریس	5- ہود
6- صالح	7- ابراہیم	8- اسحٰق	9- اسماعیل	10- یعقوب
11- یونس	12- یوسف	13- شعیب	14- الیاس	15- داود
16- ہارون	17- موسیٰ	18- عیسیٰ	19- سلیمان	20- ایوب
21- عزیر	22- زکریا	23- یحییٰ	24- یسع	25- محمد (اور دوسرا نام احمد)

ناپسندیدہ نام

شریعت میں جن ناموں سے منع کیا گیا ہے' ان کی تفصیل حسب ذیل ہے:

❶ ایسے نام جو صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہی خاص ہوں۔ مثلاً بادشاہوں کا بادشاہ (یعنی شہنشاہ)' احکم الحاکمین' امیر الامراء' قاضی القضاۃ اور اس معنی کے دیگر نام وغیرہ۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ أَخْنَى الْأَسْمَاءِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عِنْدَ اللّٰهِ رَجُلٌ تَسَمَّى مَلِكَ الْأَمْلَاكِ ﴾

''قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بدترین نام اس کا ہوگا جو اپنا نام ملک الاملاک (یعنی

---

(۱) [بخاری (قبل الحدیث / ٦١٩٤) کتاب الأدب : باب من سمی بأسماء الأنبياء]

(۲) [مسلم (٢٣١٥) کتاب الفضائل : باب رحمته الصبيان والعيال وتواضعه وفضل ذلك ' بخاری (١٣٠٣) کتاب الجنائز : باب قول النبی ﷺ انا بك لمحزونون ' ابو داود (٣١٢٦) کتاب الجنائز : باب فی البكاء على الميت]

(۳) [شرح مسلم للنووی (٤١٣/٧)]

شہنشاہ) رکھے۔" (۱)

ایک دوسری روایت میں یہ لفظ ہیں:

﴿ قَالَ سُفْيَانُ يَقُولُ غَيْرُهُ تَفْسِيرُهُ شَاهَانْ شَاهْ ﴾

"سفیان نے بیان کیا کہ ابوالزناد کے غیر نے کہا کہ اس کا مفہوم "شاہان شاہ" ہے۔" (۲)

صحیح مسلم کی ایک روایت میں یہ لفظ ہیں:

﴿ أَغْيَظُ رَجُلٍ عَلَى اللَّهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَأَخْبَثُهُ وَأَغْيَظُهُ عَلَيْهِ رَجُلٍ كَانَ يُسَمَّى مَلِكَ الْأَمْلَاكِ لَا مَلِكَ إِلَّا اللَّهُ ﴾

"سب سے زیادہ خبیث اور سب سے زیادہ جس آدمی پر اللہ تعالیٰ غضبناک ہوں گے وہ ایسا آدمی ہے جس کا نام ملک الملوک (یعنی شہنشاہ) رکھا گیا' (یاد رکھو!) اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی بادشاہ نہیں۔" (۳)

❷ ایسے نام جو صرف رسول اللہ ﷺ کے ساتھ خاص ہوں۔ مثلاً لفظ سید (سردار) کا استعمال اللہ تعالیٰ کے بعد صرف رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہی خاص ہے۔ حضرت عبداللہ بن شخیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

﴿انْطَلَقْتُ فِي وَفْدِ بَنِي عَامِرٍ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقُلْنَا أَنْتَ سَيِّدُنَا فَقَالَ السَّيِّدُ اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى ﴾

"میں بنو عامر کے وفد میں رسول اللہ ﷺ کی طرف گیا تو ہم نے کہا' آپ ہمارے سید (سردار) ہیں۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا' السید (الف لام کے ساتھ مراد ہے سردار) صرف اللہ تبارک وتعالیٰ ہے۔" (٤)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ أَنَا سَيِّدُ وَلَدِ آدَمَ ﴾

---

(۱) [بخاری (٦٢٠٥) كتاب الأداب : باب أبغض الأسماء الى الله ' ابو داود (٤٩٦١) كتاب الأدب : باب فى تغيير الاسم القبيح ' ترمذى (٢٨٣٧) كتاب الأدب : باب ما يكره من الأسماء]

(۲) [بخاری (٦٢٠٦) كتاب الأداب : باب أبغض الأسماء الى الله]

(۳) [مسلم (٢١٤٣) كتاب الأداب : باب تحريم التسمى بملك الأملاك وبملك الملوك ' الأدب المفرد للبخارى (٨١٧) ابن حبان (٥٨٣٥) شرح السنة للبغوى (٣٣٦٩) بيهقى (٣٠٧/٩)]

(٤) [صحيح : صحيح ابو داود ' ابو داود (٤٨٠٦) كتاب الأدب : باب فى كراهية التمادح ' المشكاة (٤٩٠٠) الأدب المفرد للبخارى (٢١١)]

15739

''میں اولادِ آدم کا سردار ہوں۔'' (۱)

اسی طرح حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ أَنَا سَيِّدُ النَّاسِ ﴾

''میں (کائنات کے تمام) لوگوں کا سردار ہوں۔'' (۲)

(ابن قیمؒ) رقمطراز ہیں کہ

﴿ تَحْرُمُ التَّسْمِيَةُ بِسَيِّدِ النَّاسِ وَسَيِّدِ الْكُلِّ ، كَمَا يَحْرُمُ سَيِّدُ وُلْدِ آدَمَ ، فَإِنَّ هَذَا لَيْسَ لِأَحَدٍ إِلَّا لِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَحْدَهُ ، فَهُوَ سَيِّدُ وُلْدِ آدَمَ ، فَلَا يَحِلُّ لِأَحَدٍ أَنْ يُطْلَقَ عَلَى غَيْرِهِ ذَلِكَ ﴾

''سید الناس (لوگوں کا سردار) اور سید الکل (سب کا سردار) نام رکھنا حرام ہے جیسا کہ سید ولدِ آدم (اولادِ آدم کا سردار) نام رکھنا حرام ہے' کیونکہ یہ نام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی کے لیے زیبا نہیں' وہی سید ولدِ آدم ہیں۔ اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی اور کو اس نام سے بلانا حلال نہیں۔'' (۳)

❸ لفظ عبد کی طرف اضافت کے بغیر اللہ تعالیٰ کے صفاتی نام۔ مثلاً حکم' کریم' رحیم' خبیر' حمید' رزاق' خالق' حلیم' عظیم' ملک' شکور' سلام' وکیل' عزیز' جبار' غفار' قہار' ودود' ولی' واحد' احد' قادر' مقدم' ہادی اور باقی وغیرہ۔ یہ اور اس جیسے دیگر اللہ تعالیٰ کے صفاتی نام صرف اس صورت میں رکھے جا سکتے جب ان کے ساتھ لفظِ عبد کی اضافت کر دی جائے مثلاً عبدالصمد' عبدالرحیم' عبدالخبیر' عبدالکریم اور عبدالرزاق وغیرہ۔

حضرت ابوشریح رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

﴿ أَنَّهُ لَمَّا وَفَدَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ مَعَ قَوْمِهِ سَمِعَهُمْ يَكْنُونَهُ بِأَبِي الْحَكَمِ فَدَعَاهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْحَكَمُ وَإِلَيْهِ الْحُكْمُ فَلِمَ تُكْنَى أَبَا الْحَكَمِ فَقَالَ إِنَّ قَوْمِي إِذَا اخْتَلَفُوا فِي شَيْءٍ أَتَوْنِي فَحَكَمْتُ بَيْنَهُمْ فَرَضِيَ كِلَا الْفَرِيقَيْنِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَا أَحْسَنَ هَذَا فَمَا لَكَ مِنَ الْوَلَدِ قَالَ لِي شُرَيْحٌ وَمُسْلِمٌ وَعَبْدُ اللَّهِ قَالَ فَمَنْ أَكْبَرُهُمْ

---

(۱) [مسلم (۲۲۷۸) كتاب الفضائل : باب تفضيل نبينا على جميع الخلائق ' ابو داود (٤٦٧٣) كتاب السنة : باب في التخيير بين الأنبياء عليهم الصلاة والسلام ' مسند احمد (۱۰۹۷۲) تحفة الأشراف (۱۳۵۸٦)]

(۲) [مسلم (١٩٤) كتاب الايمان : باب أدنى أهل الجنة منزلة]

(۳) [تحفة المودود (ص / ١٠٥)]

قُلْتُ شُرَيْحٌ قَالَ فَأَنْتَ أَبُو شُرَيْحٍ ﴾

"جب وہ (قبل از اسلام) اپنی قوم کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے تو ان کی کنیت ابوالحکم تھی' چنانچہ (اس کنیت کو نامناسب خیال فرماتے ہوئے) آپ ﷺ نے ان سے ارشاد فرمایا' حَکَم صرف اللہ تعالیٰ ہے اور حُکم اسی کو زیب دیتا ہے۔ حضرت ابوشریح رضی اللہ عنہ نے وضاحت کی کہ اے اللہ کے رسول! میری قوم میں جب کسی بات پر اختلاف ہو جاتا تھا' تو وہ میرے پاس آکر فیصلہ کراتے تھے اور میں جو فیصلہ کر دیتا' اس پر دونوں فریق راضی ہو جایا کرتے تھے (اسی لیے میری کنیت ابوالحکم ہو گئی) یہ سن کر آپ ﷺ نے فرمایا' کیسی اچھی بات ہے؟ پھر فرمایا' تمہاری اولاد کیا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ شریح' مسلم اور عبداللہ' آپ ﷺ نے دریافت فرمایا' بڑا کون ہے؟ میں نے عرض کیا' شریح۔ آپ ﷺ نے فرمایا تو پھر تمہاری کنیت ابوشریح ہے۔" (۱)

❹ ایسے نام جن میں شرک کا شائبہ ہو۔ مثلاً عبدالرسول' عبدالکعبہ' عبدالعزیٰ' غلام نبی' غلام علی' نبی بخش' حسین بخش یا پیراں دِتّہ وغیرہ۔ حضرت ہانی رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے کہ وہ اپنی قوم کے لوگوں کے ساتھ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو:

﴿ سَمِعَ النَّبِيُّ ﷺ يُسَمُّوْنَ رَجُلًا مِّنْهُمْ عَبْدُ الْحَجَرِ ' فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ مَا اسْمُكَ ؟ قَالَ : عَبْدُ الْحَجَرِ ' قَالَ : لَا أَنْتَ عَبْدُ اللّٰهِ ﴾

"نبی کریم ﷺ نے سنا' وہ لوگ اپنے ایک آدمی کو عبدالحجر (پتھر کا بندہ) کے نام سے پکار رہے تھے تو آپ ﷺ نے دریافت فرمایا' تمہارا کیا نام ہے؟ اس نے عرض کیا' عبدالحجر۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا' نہیں بلکہ تیرا نام عبداللہ (یعنی اللہ کا بندہ) ہے۔" (۲)

❺ ایسے نام جن میں خود پسندی یا ذاتی تعریف وستائش کا پہلو نمایاں ہو۔ جیسا کہ ایسے چند ناموں کا ذکر حدیث شریف میں رسول اللہ ﷺ نے خود فرمایا ہے' آپ ﷺ نے فرمایا:

﴿ لَا تُسَمِّ غُلَامَكَ رَبَاحًا وَلَا يَسَارًا وَلَا أَفْلَحَ وَلَا نَافِعًا ﴾

"اپنے بچے کا نام رباح (ہمیشہ فائدہ اٹھانے والا)' یسار (مالدار)' افلح (سب سے زیادہ کامیابی حاصل

---

(۱) [**صحيح** : صحيح ابو داود (٤١٤٥) كتاب الأدب : باب في تغيير الاسم القبيح' ابو داود (٤٩٥٥)]

(۲) [**صحيح** : صحيح الأدب المفرد للألباني (٨١١)' (٢٨٢/١) ابن أبي شيبة (٢٦٣/٥)]

کرنے والا) اور نافع (فائدے میں رہنے والا) نہ رکھو۔'' (۱)

(البانی'') ایسا نام رکھنا جائز نہیں جس کا معنی برا ہو' یا جس میں تزکیۂ نفس کا پہلو ظاہر ہو یا جس کا معنی کوئی گالی وغیرہ ہو۔(۲)

ناپسندیدہ نام تبدیل کرنا

اگر کسی نے ایسا نام رکھا ہو جو کسی لحاظ سے شریعت کے منع کردہ ناموں میں سے ہو تو اسے تبدیل کر دینا چاہیے' اس کے متعدد دلائل احادیث میں موجود ہیں' چند ایک کا ذکر حسب ذیل ہے:

(1) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿ أَنَّ زَيْنَبَ كَانَ اسْمُهَا بَرَّةَ فَقِيلَ تُزَكِّي نَفْسَهَا فَسَمَّاهَا رَسُولُ اللّهِ ﷺ زَيْنَبَ ﴾

''اُم المومنین زینب رضی اللہ عنہا کا نام ''برہ'' تھا۔ کہا جانے لگا کہ وہ اپنی پاکی ظاہر کرتی ہیں چنانچہ آپ ﷺ نے ان کا نام زینب رکھ دیا۔'' (۳)

(2) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

﴿كَانَتْ جُوَيْرِيَةُ اسْمُهَا بَرَّةَ فَحَوَّلَ رَسُولُ اللّهِ ﷺ اسْمَهَا جُوَيْرِيَةَ وَكَانَ يَكْرَهُ أَنْ يُقَالَ خَرَجَ مِنْ عِنْدَ بَرَّةَ ﴾

''اُم المومنین جویریہ رضی اللہ عنہا کا نام پہلے ''برہ'' تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کا نام بدل کر جویریہ رکھ دیا۔ آپ ﷺ ناپسند فرماتے تھے کہ کہا جائے کہ آپ ﷺ برہ (یعنی نیک بیوی کے گھر) سے نکل گئے۔'' (٤)

---

(۱) [مسلم (۲۱۳٦) کتاب الآداب : باب کراهة التسمية بالأسماء القبيحة وبنافع ونحوه ' ابو داود (٤٩٥٩) کتاب الأدب : باب فی تغییر الاسم القبیح ' ابن ماجه (۳٦۳۰) دارمی (۲٦۹۷) ابن حبان (٥٨٣٦) ابن أبی شیبة (٦٦٦/٨) طبرانی کبیر (٦٧٩٥) بیهقی (۳۰٦/۹)]

(۲) [نظم الفرائد (۲٦/۲)]

(۳) [بخاری (٦١٩٢) کتاب الأدب : باب تحویل الاسم إلى اسم احسن منه ' مسلم (۲۱٤۱) کتاب الأدب : باب استحباب تغییر الاسم القبیح الی حسن ' ابن حبان (٥٨٣٠) ابن أبی شیبة (٦٦٢/٨) شرح السنة للبغوی (۳۳۷۳) بیهقی (۳۰۷/۹) الأدب المفرد (۸۳۲)]

(٤) [مسلم (۲۱٤۰) کتاب الأدب : باب استحباب تغییر الاسم ' بخاری فی الأدب المفرد (۸۳۱) ابو داود (۱٥۰۳) کتاب الصلاة : باب التسبیح بالحصی ' نسائی فی عمل الیوم واللیلة (۱٦۲) ابن حبان (٥٨٢٩) ابن أبی شیبة (٦٦٤/٨) شرح السنة للبغوی (۳۳۷٤)]

(3) عبدالحمید بن جبیر بن شیبہؒ بیان کرتے ہیں کہ

﴿ جَلَسْتُ إِلَى سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ فَحَدَّثَنِي أَنَّ جَدَّهُ حَزْنًا قَدِمَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ مَا اسْمُكَ قَالَ اسْمِي حَزْنٌ قَالَ بَلْ أَنْتَ سَهْلٌ قَالَ مَا أَنَا بِمُغَيِّرٍ اسْمًا سَمَّانِيهِ أَبِي قَالَ ابْنُ الْمُسَيَّبِ فَمَا زَالَتْ فِينَا الْحُزُونَةُ بَعْدُ ﴾

"میں سعید بن مسیّبؒ کے پاس بیٹھا ہوا تھا تو انہوں نے مجھ سے بیان کیا کہ ان کے دادا "حزن" نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے دریافت فرمایا کہ تمہارا نام کیا ہے؟ انہوں نے کہا کہ میرا نام حزن (سخت زمین) ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم تو سہل (نرم زمین) ہو (یعنی اپنا نام سہل رکھ لو)۔ انہوں نے کہا کہ میں تو اپنے باپ کا رکھا ہوا نام نہیں بدلوں گا۔ سعید بن مسیّبؒ نے کہا اس کے بعد سے اب تک ہمارے خاندان میں سختی اور مصیبت ہی رہی۔"(۱)

(4) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ

﴿ أَنَّ ابْنَةً لِعُمَرَ كَانَتْ يُقَالُ لَهَا عَاصِيَةُ فَسَمَّاهَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ جَمِيلَةَ ﴾

"عمر رضی اللہ عنہ کی بیٹی کو عاصیہ (یعنی گنہگار) کے نام سے پکارا جاتا تھا تو آپ ﷺ نے اس کا نام جمیلہ (یعنی خوبصورت) رکھ دیا۔"(۲)

(5) حضرت اسامہ بن اخدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

﴿ أَنَّ رَجُلًا يُقَالُ لَهُ أَصْرَمُ كَانَ فِي النَّفَرِ الَّذِينَ أَتَوْا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَا اسْمُكَ قَالَ أَنَا أَصْرَمُ قَالَ بَلْ أَنْتَ زُرْعَةُ ﴾

"ایک آدمی کو "اصرم" کہا جاتا تھا' وہ لوگوں کے اس گروہ میں تھا جو رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوئے۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ تمہارا نام کیا ہے؟ اس نے عرض کیا کہ اصرم (جس کے کانوں کے

---

(۱) [بخاری (۶۱۹۳) کتاب الأدب : باب تحويل الاسم إلى اسم احسن منه]

(۲) [مسلم (۲۱۳۹) كتاب الأداب : باب استحباب تغيير الاسم القبيح إلى احسن و تغيير اسم بره إلى زينب وجويرية ونحوهما ' بخاری فی الأدب المفرد (۸۲۰) ابو داود (۴۹۵۲) كتاب الأدب : باب في تغيير الاسم القبيح ' ترمذی (۲۸۳۸) كتاب الأدب : باب ما جاء في تغيير الأسماء ' ابن ماجه (۳۷۳۳) كتاب الأدب : باب تغيير الأسماء ' دارمی (۲۶۹۷) ابن حبان (۵۸۱۹) ابن أبي شيبة (۶۶۳/۸) بیهقی (۳۰۷/۹)]

کنارے کٹے ہوئے ہوں) آپ ﷺ نے فرمایا' بلکہ تیرا نام زرعہ (کھیتی) ہے۔" (۱)

(6) ایک صحابی کی کنیت ابوالحکم تھی تو آپ ﷺ نے بدل کر اس کی کنیت ابوشریح رکھ دی۔ (۲)

(7) ایک بچہ آپ ﷺ کے پاس لایا گیا۔ آپ ﷺ نے اس کا نام دریافت کیا تو کہا گیا کہ اس کا نام فلاں ہے۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ نہیں' بلکہ اس کا نام منذر ہے۔ (۳)

(8) عبد اللہ بن قرط ازدی رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے ان سے دریافت کیا کہ تمہارا نام کیا ہے؟ انہوں نے کہا' شیطان بن قرط۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا' تم عبد اللہ بن قرط ہو۔ (٤)

(9) ایک آدمی کا نام شہاب (انگارہ) تھا تو آپ ﷺ نے اس کا نام بدل کر ہشام (سخاوت) رکھ دیا۔ (٥)

(10) ایک آدمی کا نام عاصی (نافرمان) تھا تو آپ ﷺ نے اس کا نام بدل کر مطیع (فرمانبردار) رکھ دیا۔ (٦)

❑ لوگوں کے ناموں کی طرح نبی کریم ﷺ نے مدینہ منورہ کا نام بھی بدل دیا تھا۔ پہلے مدینہ کا نام یثرب تھا' پھر آپ ﷺ نے اس کا نام طیبہ رکھ دیا۔ حضرت ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

﴿ أَقْبَلْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ مِنْ تَبُوكَ حَتَّى أَشْرَفْنَا عَلَى الْمَدِينَةِ فَقَالَ هَذِهِ طَابَةٌ ﴾

"ہم غزوۂ تبوک سے نبی کریم ﷺ کے ہمراہ واپس ہوتے ہوئے جب مدینہ کے قریب پہنچے تو آپ ﷺ نے فرمایا یہ طابہ آ گیا ہے۔" (۷)

اسی طرح حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

---

(۱) [صحیح : صحیح ابو داود' ابو داود (٤٩٠٤) کتاب الأدب : باب فی تغییر الاسم القبیح]

(۲) [صحیح : صحیح ابو داود (٤١٤٥) کتاب الأدب : باب فی تغییر الاسم القبیح' ابو داود (٤٩٥٥)]

(۳) [بخاری (٦١٩١) کتاب الأدب : باب تحویل الاسم الی اسم أحسن منه' وفی الأدب المفرد (١٤/٥) باب استحباب تحنیك المولود]

(٤) [مسند ٣٥٠/٤) مجمع الزوائد للهیثمی (٥١/٨)]

(٥) [بخاری فی الأدب المفرد (٨٤٨) مستدرك حاکم (٢٧٧/٤) امام حاکمؒ نے اسے صحیح کہا ہے اور امام ذہبیؒ نے بھی ان سے موافقت کی ہے۔]

(٦) [طبرانی کبیر (٢٩٢/٢٠)' (٦٩١) ابن حبان (٣٧١٠۔ الاحسان) بیهقی فی دلائل النبوة (٧٦/٥) الأدب المفرد للبخاری (٨٤٩) ابن أبی شیبة (١٥٨/٦)]

(۷) [بخاری (١٨٧٢) کتاب فضائل المدینة : باب المدینة طابة]

﴿أُمِرْتُ بِقَرْيَةٍ تَأْكُلُ الْقُرَى يَقُولُونَ يَثْرِبُ وَهِيَ الْمَدِينَةُ تَنْفِي النَّاسَ كَمَا يَنْفِي الْكِيرُ خَبَثَ الْحَدِيدِ﴾

"مجھے ایک ایسے شہر (میں ہجرت) کا حکم ہوا ہے جو دوسرے شہروں کو کھا لے گا (یعنی سب پر غالب آ جائے گا)۔ منافقین اسے یثرب کہتے ہیں لیکن اس کا نام مدینہ ہے' وہ (برے) لوگوں کو اس طرح باہر کر دیتا ہے جس طرح بھٹی لوہے کے زنگ کو نکال دیتی ہے۔" (۱)

صحیح مسلم کی ایک روایت میں یہ لفظ ہیں:

﴿عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى سَمَّى الْمَدِينَةَ طَابَةَ﴾

"حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا' بے شک اللہ تعالیٰ نے مدینہ کا نام طابہ رکھا ہے۔" (۲)

بچوں کی کنیت رکھنا

بچوں کی کنیت رکھنا جائز ہے جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

﴿كَانَ النَّبِيُّ ﷺ أَحْسَنَ النَّاسِ خُلُقًا وَكَانَ لِي أَخٌ يُقَالُ لَهُ أَبُو عُمَيْرٍ قَالَ أَحْسِبُهُ فَطِيمًا وَكَانَ إِذَا جَاءَ قَالَ يَا أَبَا عُمَيْرٍ مَا فَعَلَ النُّغَيْرُ نُغَرٌ كَانَ يَلْعَبُ بِهِ فَرُبَّمَا حَضَرَ الصَّلَاةَ وَهُوَ فِي بَيْتِنَا فَيَأْمُرُ بِالْبِسَاطِ الَّذِي تَحْتَهُ فَيُكْنَسُ وَيُنْضَحُ ثُمَّ يَقُومُ وَنَقُومُ خَلْفَهُ فَيُصَلِّي بِنَا﴾

"نبی کریم ﷺ حسن اخلاق میں سب لوگوں سے بڑھ کر تھے' میرا ایک بھائی ابو عمیر نامی تھا۔ بیان کیا کہ میرا خیال ہے کہ بچے کا دودھ چھوٹ چکا تھا۔ آپ ﷺ جب تشریف لاتے تو اس سے مزاحاً فرماتے (یا ابا

---

(۱) [بخاری (۱۸۷۱) کتاب فضائل المدینة : باب فضل المدینة وأنها تنفی الناس ' مسلم (۱۳۸۲) کتاب الحج : باب المدینة تنفی شرارها ' مؤطا (۸۸۶/۲) احمد (۲۳۷/۲) ابن حبان (۱۵/٦) ' (۳۷۱۵۔ الاحسان) طحاوی فی مشکل الآثار (۳۳۲/۲) شرح السنة للبغوی (۳۲۰/۷) ' (۲۰۱٦) حمیدی (۱۱۵۲) عبد الرزاق (۱۷۱٦۵)]

(۲) [مسلم (۱۳۸۵) کتاب الحج : باب المدینة تنفی شرارها ' احمد (۲۰۹۵۳) ابن أبی شیبة (۱۷۹/۱۲) ابن حبان (۳۷۲٦) طبرانی کبیر (۱۸۹۲)]

عُمَيْرُ مَا فَعَلَ النُّغَيْرُ ﴾ "اے ابو عمیر! تیرے نغیر (ایک پرندے کا نام) کا کیا بنا؟" اکثر ایسا ہوتا کہ نماز کا وقت ہو جاتا اور آپ ﷺ ہمارے گھر میں ہوتے۔ آپ ﷺ اس بستر کو بچھانے کا حکم دیتے جس پر آپ ﷺ بیٹھے ہوئے ہوتے' چنانچہ اسے جھاڑ کر اس پر پانی چھڑک دیا جاتا۔ پھر آپ ﷺ کھڑے ہوتے اور ہم آپ کے پیچھے کھڑے ہوتے اور آپ ہمیں نماز پڑھاتے۔" (١)

لڑکی کی کنیت رکھنا

لڑکی کی کنیت رکھنا بھی جائز ہے۔ جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

﴿أَنَّهَا قَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ كُلُّ صَوَاحِبِي لَهُنَّ كُنًى قَالَ فَاكْتَنِي بِابْنِكِ عَبْدِ اللَّهِ يَعْنِي ابْنَ أُخْتِهَا قَالَ مُسَدَّدٌ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الزُّبَيْرِ قَالَ فَكَانَتْ تُكَنَّى بِأُمِّ عَبْدِ اللَّهِ﴾

"انہوں نے کہا' اے اللہ کے رسول! میری تمام سہیلیوں کی کنیتیں ہیں! آپ ﷺ نے فرمایا' تم بھی اپنے بیٹے یعنی اپنی بہن (اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا) کے بیٹے کے نام پر اپنی کنیت رکھ لو۔ راوی نے بیان کیا کہ پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنی کنیت اُم عبداللہ رکھ لی۔" (٢)

- سابقہ دونوں احادیث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ اگر کسی کا بچہ نہ بھی ہو پھر بھی وہ کنیت رکھ سکتا ہے خواہ مرد ہو یا عورت۔ مرد اس طرح کنیت رکھے گا " أبو فلان " اور عورت اس طرح " أم فلان "

نبی کریم ﷺ کے نام پر نام اور کنیت پر کنیت رکھنا

نبی کریم ﷺ کے نام (محمد یا احمد) پر نام رکھنا بھی جائز ہے اور کنیت (ابو القاسم) پر کنیت رکھنا بھی' اس کی تفصیل حسب ذیل ہے:

(1) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ابو القاسم ﷺ نے فرمایا:

---

(١) [بخاری (٦٢٠٣) كتاب الأدب : باب الكنيه للصبى وقبل أن يولد للرجل ' مسلم (٢١٥٠) كتاب الأدب : باب جواز تكنية من لم يولد له وتكنية الصغير]

(٢) [صحيح : السلسلة الصحيحة (١٣٢) صحيح الأدب المفرد (٦٥٣) ابو داود (٤٩٧٠) كتاب الأدب : باب في المرأة تكنى' مسند احمد (١٥١/٦) شرح السنة للبغوى (٣٤٨/١٢) بيهقى في السنن الكبرى (٣١٠/٩) عبد الرزاق (٤٢/١١) ' (١٩٨٥٨) الأدب المفرد (٨٧٥) مستدرك حاكم (٤٧٨/٤) امام حاکم نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے اور امام ذہبی نے بھی ان کی موافقت کی ہے۔]

﴿ سمّوا باسمي ولا تكتنوا بكنيتي ﴾

"میرے نام پر نام رکھو لیکن میری کنیت نہ رکھو۔" (۱)

(2) آپ ﷺ کے فرمان کے یہی الفاظ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہیں۔(۲)

(3) حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

﴿ وُلِدَ لِرَجُلٍ مِنَّا غُلَامٌ فَسَمَّاهُ الْقَاسِمَ فَقَالُوا لَا نَكْنِيهِ حَتَّى نَسْأَلَ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ سَمُّوا بِاسْمِي وَلَا تَكْتَنُوا بِكُنْيَتِي ﴾

"ہم میں سے ایک شخص کے ہاں بچہ پیدا ہوا تو انہوں نے اس کا نام قاسم رکھا۔ صحابہ نے ان سے کہا کہ جب تک ہم آپ ﷺ سے نہ پوچھ لیں ہم اس نام پر تمہاری کنیت (یعنی ابو القاسم جو کہ نبی کریم ﷺ کی کنیت تھی) نہیں ہونے دیں گے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا میرا نام رکھو لیکن میری کنیت نہ رکھو۔" (۳)

(4) حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

﴿ وُلِدَ لِرَجُلٍ مِنَّا غُلَامٌ فَسَمَّاهُ مُحَمَّدًا فَقَالَ لَهُ قَوْمُهُ لَا نَدَعُكَ تُسَمِّي بِاسْمِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَانْطَلَقَ بِابْنِهِ حَامِلَهُ عَلَى ظَهْرِهِ فَأَتَى بِهِ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ وُلِدَ لِي غُلَامٌ فَسَمَّيْتُهُ مُحَمَّدًا فَقَالَ لِي قَوْمِي لَا نَدَعُكَ تُسَمِّي بِاسْمِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ رَسُولُ

---

(۱) [بخاری (٦١٨٨) كتاب الأدب : باب قول النبي ﷺ سموا باسمي ولا تكتنوا بكنيتي و (٣٥٣٩) كتاب المناقب : باب كنية النبي ﷺ ' مسلم (٢١٣٤) كتاب الأدب : باب النهي عن التكني بأبي القاسم ' ابو داود (٤٩٦٥) كتاب الادب : باب في الرجل يكني بأبي القاسم ' ابن ماجه (٣٧٣٥) كتاب الأدب : باب الجمع بين اسم النبي وكنيته ' احمد (١٩٠٥) دارمي (٢٦٩٣) ابن حبان (٥٨١٢) ابن أبي شيبة (٦٧١/٨) عبد الرزاق (١٩٨٦٦) ابو نعيم في حلية الأولياء (٢٩٥/٨) شرح السنة للبغوي (٣٣٦٣) بيهقي (٣٠٨/٩)]

(۲) [بخاری (٢١٢١) كتاب البيوع : باب ما ذكر في الأسواق ' مسلم (٢١٣١) كتاب الأدب : باب النهي عن التكني بأبي القاسم ' ابن أبي شيبة (١٦٢/٦) مسند احمد (١١٤/٣) بيهقي (٣٠٨/٩) شرح السنة للبغوي (٣٢٩/١٢) امام بغویؒ فرماتے ہیں کہ اس روایت کی صحت متفق علیہ ہے۔]

(۳) [بخاری (٦١٨٧) كتاب الأدب : باب قول النبي ﷺ سموا باسمي ولا تكتنوا بكنيتي ' مسلم (٢١٣٣) مسند احمد (٣١٣/٣) بيهقي (٣٠٨/٩) شرح السنة للبغوي (٣٣٠/١٢) ' (٣٣٦٥) الأدب المفرد (٨٦٥)]

اللّٰهِ ﷺ تَسَمَّوْا بِاسْمِي وَلَا تَكْتَنُوا بِكُنْيَتِي فَإِنَّمَا أَنَا قَاسِمٌ أُقْسِمُ بَيْنَكُمْ ﴾

''ہم میں سے ایک شخص کے ہاں لڑکا پیدا ہوا اور اس نے اس کا نام محمد رکھا۔ لوگوں نے کہا کہ ہم تجھے رسول اللہ ﷺ کے نام کے ساتھ نام نہیں رکھنے دیں گے' جب تک تو آپ ﷺ سے اجازت نہ لے لے۔ وہ شخص آپ ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ میرے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا ہے' میں نے اس کا نام محمد رکھا تو میری قوم کے لوگ مجھے اس نام کی اجازت دینے سے انکار کرتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا' میرے نام پر نام رکھو لیکن میری کنیت پر کنیت نہ رکھو کیونکہ میں قاسم ہوں اور میں تمہارے درمیان (اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ اشیاء مثلاً علم و حکمت اور مال غنیمت وغیرہ) تقسیم کرتا ہوں۔''(۱)

(5) حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

﴿ نَادَى رَجُلٌ رَجُلًا بِالْبَقِيعِ يَا أَبَا الْقَاسِمِ فَالْتَفَتَ إِلَيْهِ رَسُولُ اللّٰهِ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنِّي لَمْ أَعْنِكَ إِنَّمَا دَعَوْتُ فُلَانًا فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ تَسَمَّوْا بِاسْمِي وَلَا تَكَنَّوْا بِكُنْيَتِي ﴾

''ایک شخص نے مقامِ بقیع میں ایک دوسرے شخص کو پکارا کہ اے ابوالقاسم! رسول اللہ ﷺ نے ادھر دیکھا تو وہ شخص بولا اے اللہ کے رسول! میں نے آپ کو نہیں بلکہ فلاں شخص کو پکارا تھا (یعنی اس کی کنیت بھی ابوالقاسم ہی تھی) تو آپ ﷺ نے فرمایا' میرے نام پر نام رکھ لو مگر میری کنیت پر کنیت نہ رکھو۔''(۲)

اس مسئلے میں علماء کے مابین اختلاف ہے:

✧ بعض اہل علم کا کہنا ہے کہ ابوالقاسم کنیت رکھنا کسی کے لیے بھی جائز نہیں خواہ اس کا نام محمد ہو یا احمد ہو یا کچھ اور ہو۔ یہ مؤقف امام شافعیؒ اور اہل ظاہر کا ہے۔ انہوں نے مذکورہ بالا احادیث سے استدلال کیا ہے۔

---

(۱) [مسلم (۲۱۳۳) کتاب الأدب : باب النهی عن التکنی بأبی القاسم وبیان ما یستحب من الأسماء' بخاری (۳۱۱٤) کتاب فرض الخمس : باب قول الله تعالیٰ فأن لله خمسه وللرسول' وفی الأدب المفرد (۸٤۲) ابو داود (٤۹٦٥) کتاب الأدب : باب فی الرجل یتکنی بأبی القاسم' ابن ماجه (۳۷۳٦) مستدرك حاکم (۷۷۳۵/٤) ابن حبان (۵۸۱٦) طیالسی (۱۷۳۰) ابن أبی شیبة (٦۷۱/۸) أبو یعلی (۱۹۱۵) عبد الرزاق (۱۹۸٦٦) بیهقی (۳۰۸/۹)]

(۲) [مسلم (۲۱۳۱) کتاب الأدب : باب النهی عن التکنی بأبی القاسم' ابن أبی شیبة (۱٦۲/٦) مسند احمد (۱۱٤/۳) بیهقی (۳۰۸/۹)]

✦ ایک رائے یہ ہے کہ ابوالقاسم کنیت نہ رکھنے کا حکم منسوخ ہو چکا ہے' یہ حکم ابتدائے اسلام میں تھا یا یہ کہ صرف نبی ﷺ کی زندگی کے ساتھ ہی خاص تھا اور اس ممانعت کا سبب یہ تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی شخص اس کنیت والے کسی آدمی کو پکارے تو آپ ﷺ اس کی طرف متوجہ ہو جائیں جبکہ اس نے آپ کو پکارا ہی نہ ہو' یقیناً یہ چیز آپ ﷺ کے ادب کے منافی تھی' اس لیے اس سے منع کر دیا گیا اور آپ کے نام (محمد) سے اس لیے منع نہیں کیا گیا کیونکہ کوئی بھی شخص آپ کی رفعتِ شان اور عالی مرتبے کے باعث آپ کو آپ کے نام سے نہیں پکار سکتا تھا بلکہ سب آپ کو "اے اللہ کے رسول" کہہ کر ہی پکارتے تھے جیسا کہ متعدد احادیث میں یہ بات موجود ہے۔ لہٰذا یہ ممانعت صرف آپ ﷺ کی زندگی میں ہی تھی' اب جو چاہے یہ کنیت رکھ سکتا ہے خواہ اس کا نام محمد ہو' احمد ہو یا اس کے علاوہ کچھ اور ہو۔ امام مالکؒ، جمہور سلف اور جمہور اہل علم اسی کے قائل ہیں۔ ان کے دلائل میں سے ایک دلیل یہ روایت بھی ہے:

﴿ عَنْ مُحَمَّدِ ابْنِ الْحَنَفِيَّةِ قَالَ قَالَ عَلِيٌّ رَحِمَهُ اللَّهُ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنْ وُلِدَ لِي مِنْ بَعْدِكَ وَلَدٌ أُسَمِّيهِ بِاسْمِكَ وَأُكَنِّيهِ بِكُنْيَتِكَ قَالَ نَعَمْ ﴾

"محمد بن حنفیہؒ (حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بیٹے) بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے عرض کیا' اے اللہ کے رسول! اگر آپ کے بعد میرے ہاں بیٹا پیدا ہو تو میں اس کا نام آپ کے نام پر (محمد) اور اس کی کنیت آپ کی کنیت پر (ابوالقاسم) رکھ دوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا' ہاں۔"(۱)

✦ بعض دوسرے علماء کی رائے یہ ہے کہ یہ حکم منسوخ نہیں ہوا بلکہ آپ ﷺ کی کنیت نہ رکھنے کی ممانعت تنزیہی ہے تحریمی نہیں۔ یعنی آپ ﷺ کی کنیت رکھنا حرام نہیں بلکہ صرف مکروہ ہے۔

✦ ایک گروہ کا یہ خیال ہے کہ ممانعت صرف آپ ﷺ کے نام اور کنیت کو جمع کرنے کی ہے' اگر کوئی صرف نام یا صرف کنیت رکھتا ہے تو درست ہے۔ انہوں نے مندرجہ ذیل روایات کو پیش نظر رکھا ہے:

① ﴿عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي عَمْرَةَ عَنْ عَمِّهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لَا تَجْمَعُوا بَيْنَ اسْمِي وَكُنْيَتِي﴾

---

(۱) [صحیح : صحیح الأدب المفرد للألبانی (٦٤٧) صحیح ابو داود' ابو داود (٤٩٦٧) کتاب الأدب : باب فی الرخصة فی الجمع بینهما' مسند احمد (٩٥/١) ترمذی (٢٨٤٣) کتاب الأدب : باب ما جاء فی کراهية الجمع بين اسم النبی' بخاری فی الأدب المفرد (٨٦٧) ابن أبی شيبة (١٦٠/٦) بيهقی (٣٠٩/٩) امام ترمذیؒ نے کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے۔]

''عبدالرحمٰن بن ابی عمرہؓ اپنے چچا (یعنی کسی صحابی) سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' میرے نام اور میری کنیت کو جمع نہ کرو (یعنی ایک ہی شخص میرے نام پر نام اور کنیت پر کنیت نہ رکھے)۔'' (۱)

② ﴿عَنْ جَابِرٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ مَنْ تَسَمَّى بِاسْمِي فَلَا يَتَكَنَّى بِكُنْيَتِي وَمَنْ تَكَنَّى بِكُنْيَتِي فَلَا يَتَسَمَّى بِاسْمِي﴾

''حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا' جو میرے نام پر نام رکھے وہ میری کنیت پر کنیت نہ رکھے اور جو میری کنیت پر کنیت رکھے وہ میرے نام پر نام نہ رکھے۔'' (۲)

✦ کچھ علماء کا کہنا ہے کہ مطلق طور پر آپ ﷺ کے نام پر نام رکھنا ہی ممنوع ہے خواہ اس کی کوئی کنیت ہو یا نہ ہو۔ ان کا مستدل یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دور میں فرمان جاری کر دیا تھا کہ کوئی بھی نبی کریم ﷺ کے نام پر نام نہ رکھے اور اس کا سبب یہ تھا کہ لوگ آپ ﷺ کے نام پر اپنے بچوں کا نام محمد رکھتے اور پھر انہیں اسی نام کے ساتھ لعن طعن کرتے اور گالیاں دیتے' تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کے نام کی حرمت و تقدس پامال ہونے سے بچانے کے لیے لوگوں کو اس نام سے روک دیا۔(۳)

(راجح) آپ ﷺ کے نام پر نام رکھنا تو مطلق طور پر جائز ہے' جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس کی خود اجازت دی تھی اور آپ ﷺ کی اجازت کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ذاتی عمل اس سے ممانعت کے لیے کافی نہیں اور کنیت کے متعلق ہماری رائے وہ ہے جو جمہور علماء نے اختیار کی ہے کہ آپ ﷺ کی کنیت (ابوالقاسم) کی ممانعت کا تعلق آپ ﷺ کی زندگی کے ساتھ ہی تھا' اب کوئی بھی شخص یہ کنیت رکھ سکتا ہے۔ (واللہ اعلم) مزید تفصیل کے لیے گزشتہ جمہور علماء کی رائے ملاحظہ فرمائیے۔

نام' کنیت اور لقب میں فرق

نام اگر مدح یا ذم پر دلالت کرتا ہو تو لقب ہے۔ جیسا کہ قرآن میں برے ناموں سے روکنے کے لیے

---

(۱) [**صحیح** : صحیح الجامع الصغیر (۷۲۳۱) مسند احمد (۴۵۰/۳) ابن أبی شیبة (۱۶۲/۶) امام ہیثمیؒ فرماتے ہیں کہ اسے احمد نے روایت کیا ہے اور اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔[مجمع الزوائد (۴۸/۸)]

(۲) [**ضعیف** : ضعیف الجامع الصغیر (۵۵۲۶) ابو داود (۴۹۶۶) کتاب الأدب : باب من رأی أن لا یجمع بینهما ' مسند احمد (۳۱۳/۳) بعض اہل علم نے اس روایت کو حسن کا درجہ بھی دیا ہے مثلاً عبدالمنعم ابراہیم وغیرہ۔[دیکھئے: التعلیق علی تحفة المودود لابن القیم (ص / ۱۳۳)]

(۳) [مزید تفصیل کے لیے دیکھئے: فتح الباری ' شرح مسلم للنووی (۲۳۷/۷) تحفة المودود (ص / ۱۳۱)]

یوں ارشاد فرمایا گیا ہے کہ

﴿ وَلَا تَنَابَزُوا بِالْأَلْقَابِ ﴾ [الحجرات : ١١]

"اور ایک دوسرے کو برے القاب سے مت پکارو۔"

اور اگر نام مدح یا ذم پر دلالت نہ کرتا ہو اور اس کے ساتھ لفظ "ابو" یا "ام" لگتا ہو تو وہ کنیت ہے جیسے ابو القاسم اور ام سلمہ وغیرہ۔ اور اگر نام نہ تو مدح یا ذم پر دلالت کرتا ہو اور نہ ہی اس کے ساتھ ابو یا ام کا لفظ لگتا ہو تو وہ محض نام ہے جیسے محمد، عمران، حسین اور حمزہ وغیرہ۔(١)

ایک سے زیادہ نام رکھنا

اگر ایک نام مقصد پورا کرتا ہو تو ایک ہی کافی ووافی ہے لیکن اگر ضرورت پیش آجائے تو ایک سے زیادہ نام بھی رکھے جا سکتے ہیں۔ کیونکہ کتاب وسنت میں کہیں بھی ایک سے زیادہ نام رکھنے سے منع نہیں کیا گیا اور معاملات میں اصل اباحت وجواز ہی ہے اس لیے متعدد نام رکھنا جائز ہے۔

مزید برآں احادیث میں رسول اللہ ﷺ کے ایک سے زیادہ ناموں کا بھی ذکر ملتا ہے، جیسا کہ ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿لِي خَمْسَةُ أَسْمَاءٍ أَنَا مُحَمَّدٌ وَأَحْمَدُ وَأَنَا الْمَاحِي الَّذِي يَمْحُو اللَّهُ بِي الْكُفْرَ وَأَنَا الْحَاشِرُ الَّذِي يُحْشَرُ النَّاسُ عَلَى قَدَمِي وَأَنَا الْعَاقِبُ ﴾

"میرے پانچ نام ہیں۔ میں محمد، احمد اور ماحی (یعنی مٹانے والا) ہوں کہ اللہ تعالیٰ میرے ذریعے کفر کو مٹائے گا اور میں حاشر ہوں کہ تمام انسانوں کا (روزِ قیامت) میرے بعد حشر ہو گا اور میں عاقب ہوں۔"

صحیح مسلم کی روایت میں ہے کہ

﴿ وَالْعَاقِبُ الَّذِي لَيْسَ بَعْدَهُ نَبِيٌّ ﴾

"اور عاقب کا مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔"(٢)

---

(١) [ملخصا، تحفة المودود لابن القیم (ص / ١٢٩)]

(٢) [بخاری (٣٥٣٢) کتاب المناقب : باب ما جاء فی أسماء رسول الله ﷺ، مسلم (٢٣٥٤) کتاب الفضائل : باب فی أسمائه، مسند احمد (١٦٧٣٤) دارمی (٢٧٧٥) حمیدی (٥٥٥) ابن حبان (٦٣١٣) ابن أبی شیبة (١١/٤٥٧) طبرانی کبیر (١٥٢٠) شرح السنة للبغوی (٣٦٢٩)]

تاہم واضح رہے کہ محمد اور احمد کے علاوہ آپ ﷺ کے سب نام صفاتی ہیں جو آپ ﷺ کی رفعتِ شان اور جلالت وعظمت پر دلالت کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اور قرآن کریم کے متعدد نام بھی اسی قبیل سے ہیں۔

روزِ قیامت لوگوں کو اپنے باپوں کے ناموں سے پکارا جائے گا

امام بخاریؒ نے باب قائم کیا ہے کہ

﴿بَاب مَا يُدْعَى النَّاسُ بِآبَائِهِمْ﴾

"باب' لوگوں کو (روزِ قیامت) ان کے باپوں کے ناموں کے ساتھ پکارا جائے گا۔"

اور اس کے تحت یہ حدیث نقل فرمائی ہے:

﴿عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا عَنْ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ إِنَّ الْغَادِرَ يُرْفَعُ لَهُ لِوَاءٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يُقَالُ هَذِهِ غَدْرَةُ فُلَانِ بْنِ فُلَانٍ﴾

"حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا' بلاشبہ عہد توڑنے والے کے لیے قیامت کے دن ایک جھنڈا اٹھایا جائے گا اور پکار دیا جائے گا کہ یہ فلاں کے بیٹے فلاں کی دغابازی کا نشان ہے۔"(۱)

- واضح رہے کہ وہ روایت ضعیف ہے جس میں مذکور ہے کہ

﴿ إِنَّكُمْ تُدْعَوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِأَسْمَائِكُمْ وَأَسْمَاءِ آبَائِكُمْ فَأَحْسِنُوا أَسْمَاءَكُمْ ﴾

"تمہیں روزِ قیامت تمہارے اور تمہارے باپوں کے ناموں سے پکارا جائے گا' لہٰذا تم اچھے نام رکھو۔"(۲)

ناموں کا شخصیت پر اثر

(1) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ

﴿أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ عَلَى الْمِنْبَرِ غِفَارُ غَفَرَ اللَّهُ لَهَا وَأَسْلَمُ سَالَمَهَا اللَّهُ وَعُصَيَّةُ

---

(۱) [بخاری (٦١٧٧) کتاب الأدب : باب ما یدعی الناس بآبائهم ' مسلم : کتاب الجهاد والسیر : باب تحریم الغدر ' مسند احمد (٢٩/٢) ابن حبان فی صحیحه (٢١٨/٩) شرح السنة للبغوی (٧٣/١٠)]

(۲) [**ضعیف** : ضعیف ابو داود ' ابو داود (٤٩٤٨) کتاب الأدب : باب فی تغییر الأسماء ' مسند احمد (١٩٤/٥) دارمی (٢٩٤/٢) ابن حبان (٥٢٨/٧) بیهقی فی شعب الایمان (٣٩٣/٦) وفی السنن الکبری (٣٠٦/٩) شرح السنة للبغوی (٣٢٧/١٢)] حافظ ابن حجرؒ نے فرمایا ہے کہ اس کی سند میں انقطاع ہے۔[فتح الباری (٥٩٣/١٠)] امام بیہقیؒ نے اس روایت کو مرسل قرار دیا ہے۔]

عَصَتُ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ ﴾

"رسول اللہ ﷺ نے منبر پر فرمایا' قبیلہ "غفار" کی اللہ تعالیٰ نے مغفرت فرمادی اور قبیلہ "اسلم" کو اللہ تعالیٰ نے سلامت رکھا اور قبیلہ "عصیہ" نے اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول کی معصیت و نافرمانی کی۔" (۱)

(2) امام مالکؒ نے موطا میں ایک روایت ان الفاظ میں نقل فرمائی ہے کہ

﴿أَنَّ رَسُوْلَ اللَّهِ ﷺ قَالَ لِلَقْحَةٍ تُحْلَبُ مَنْ يَحْلُبُ هٰذِهِ فَقَامَ رَجُلٌ فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ مَا اسْمُكَ فَقَالَ لَهُ الرَّجُلُ مُرَّةُ فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ اجْلِسْ ثُمَّ قَالَ مَنْ يَحْلُبُ هٰذِهِ فَقَامَ رَجُلٌ فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ مَا اسْمُكَ فَقَالَ حَرْبٌ فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ اجْلِسْ ثُمَّ قَالَ مَنْ يَحْلُبُ هٰذِهِ فَقَامَ رَجُلٌ فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ مَا اسْمُكَ فَقَالَ يَعِيشُ فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ احْلُبْ ﴾

"رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' اس اونٹنی کا دودھ کون دوہے گا؟ ایک آدمی کھڑا ہوا۔ آپ ﷺ نے اس سے دریافت فرمایا کہ تمہارا نام کیا ہے؟ اس نے عرض کیا کہ "مرہ" (کڑوا)۔ آپ ﷺ نے اس سے کہا' تم بیٹھ جاؤ۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس اونٹنی کو کون دوہے گا؟ پھر ایک آدمی کھڑا ہوا۔ آپ ﷺ نے اس سے دریافت کیا کہ تمہارا نام کیا ہے؟ اس نے عرض کیا کہ "حرب" (جنگ)۔ آپ ﷺ نے فرمایا' تم بیٹھ جاؤ۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس اونٹنی کو کون دوہے گا؟ پھر ایک اور آدمی کھڑا ہوا۔ آپ ﷺ نے اس سے اس کا نام دریافت کیا تو اس نے کہا "یعیش" (زندہ)۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم دودھ نکالو۔" (۲)

(3) صلح حدیبیہ کے روز جب سہیل (جس کا معنی ہے 'روشن ستارہ) بن عمرو آیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

﴿ سَهُلَ أَمْرُكُمْ ﴾

"تمہارا معاملہ آسان ہو گیا۔" (۳)

---

(۱) [بخاری (۳۵۱۳) کتاب المناقب : باب ذکر أسلم وغفار ومزینة وجهینة وأشجع ' ترمذی (۳۹٤۱) کتاب المناقب : باب فی غفار وأسلم وجهینة ومزینة ' مسند احمد (۲۰/۲) دارمی (۲٤۳/۲) شرح السنة للبغوی (٦۳/۱٤) ' (۳۸۵۲) مستدرك حاكم (۸۲/٤)]

(۲) [مؤطا (۱۵٤۰) ' (۹۷۳/۲) کتاب الاستیذان : باب ما یکره من الأسماء ' مصنف عبد الرزاق (٤۱/۱۱) ' (۱۹۸۵٤)]

(۳) [تحفة المودود بسند صحيح (ص / ۱۱٤) عبد الرزاق (۷۹۲۰) فتح الباری (۳۸۸/۵)]

(4) ایک روایت میں ہے کہ سعید بن مسیبؒ نے بیان کیا کہ ان کے دادا "حزن" نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے دریافت فرمایا کہ تمہارا نام کیا ہے؟ انہوں نے کہا کہ میرا نام حزن (سخت زمین) ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم تو سہل (نرم زمین) ہو (یعنی اپنا نام سہل رکھ لو)۔ انہوں نے کہا کہ میں تو اپنے باپ کا رکھا ہوا نام نہیں بدلوں گا۔ سعید بن مسیبؒ نے کہا اس کے بعد سے اب تک ہمارے خاندان میں سختی اور مصیبت ہی رہی۔(۱)

ناموں کا شخصیت پر اثر پڑتا ہے یا نہیں' اس بات کو سمجھنے کے لیے اگر مذکورہ بالا احادیث میں عمیق غور وفکر کیا جائے تو معاملہ از خود واضح ہو جاتا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ ناموں کا شخصیت پر کچھ نہ کچھ اثر ضرور پڑتا ہے۔ اس لیے اپنے بچوں کے نام رکھتے وقت دیکھنا چاہیے کہ ہم ان کے نام کیسے رکھ رہے ہیں؟ یا کن سے متاثر ہو کر رکھ رہے ہیں؟ اگر تو بچوں کے نام اللہ تعالیٰ اور اس کے انبیاء سے محبت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت کر کے (مثلاً عبداللہ' حبیب اللہ' عتیق الرحمن وغیرہ) یا انبیاء کے ناموں پر یا محمد ﷺ کے ساتھیوں (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) کے ناموں پر یا دیگر سلف صالحین' ائمہ و بزرگانِ دین اور مجاہدین اسلام کے ناموں پر رکھے جائیں گے تو یقیناً بچے بڑے ہو کر اپنے اندر دینی جذبہ محسوس کریں گے اور اسلامی تشخص وامتیاز کے آئینہ دار ہوں گے اور جن کے ناموں پر ان کے نام رکھے گئے ہیں ان جیسا بننے کی ضرور کوشش کریں گے۔ لیکن اگر بچوں کے نام انگلش کلچر' تہذیبِ مغرب اور دورِ حاضر کے روشن خیالوں سے متاثر ہو کر فلمی ایکٹروں اور کھلاڑیوں وغیرہ کے ناموں پر رکھے جائیں گے تو پھر ہمیں اس حقیقت کو فراموش نہیں کرنا چاہیے کہ بچے مستقبل میں انہی جیسا بننے کی کوشش کریں گے جن کے ناموں پر ان کے نام رکھے گئے ہیں' اس طرح وہ بچے تو مسلمانوں کے ہوں گے مگر تہذیب وثقافت' بود وباش' رہن سہن اور دیگر معاشرتی اُمور میں وہ اسلام سے کہیں دور اور کفر کے انتہائی قریب ہوں گے۔ (العیاذ باللہ)

ناموں کے شخصیت پر اثر انداز ہونے کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب بھی کسی کا برا یا ناپسندیدہ نام دیکھتے تو فوراً اسے تبدیل کر کے کوئی اچھا سا نام تجویز فرما دیتے' جیسا کہ اس کی متعدد مثالیں گزشتہ اَوراق میں گزر چکی ہیں۔

---

(۱) [بخاری (۶۱۹۳) کتاب الأدب : باب تحویل الاسم الی اسم احسن منه]

باب ختان المولود — بچے کے ختنہ کا بیان

ختنہ کی مشروعیت واہمیت

❁ ختنہ کرانا امورِ فطرت سے ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

﴿ اَلْفِطْرَةُ خَمْسٌ اَلْخِتَانُ وَالِاسْتِحْدَادُ وَقَصُّ الشَّارِبِ وَتَقْلِيمُ الْأَظْفَارِ وَنَتْفُ الْآبَاطِ ﴾

”فطرت میں پانچ چیزیں شامل ہیں: ختنہ کرانا، زیر ناف مونڈنا، مونچھیں کاٹنا، ناخن کاٹنا اور بغلوں کے بال اکھیڑنا۔“ (۱)

(ابن قیمؒ) فرماتے ہیں کہ فطرت کی دو قسمیں ہیں: ایک فطرت قلبی ہے جس کا تعلق دل سے ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی معرفت اس کی محبت اور اس کے علاوہ ہر ایک پر اسے ترجیح دینا ہے۔ دوسری فطرت عملی ہے (جس کا تعلق عمل سے ہے) اور وہ یہ خصلتیں ہیں (جو درج بالا حدیث میں مذکور ہیں)۔ (۲)

❁ ختنہ کرانا انبیاء کی بھی سنت ہے:

جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق صحیح حدیث میں موجود ہے کہ

﴿ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ اخْتَتَنَ إِبْرَاهِيمُ عَلَيْهِ السَّلَام وَهُوَ ابْنُ ثَمَانِينَ سَنَةً ﴾

”حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ختنہ ہوا اور اس

---

(۱) [بخاری (۵۸۹۱) کتاب اللباس: باب تقلیم الأظفار، مسلم (۲۵۷) کتاب الطهارة: باب خصال الفطرة، ابو داود (۴۱۹۸) کتاب الترجل: باب في أخذ الشارب، ترمذی (۲۷۵۶) کتاب الأدب: باب ما جاء في تقليم الأظفار، ابن ماجه (۲۹۲) كتاب الطهارة وسننها: باب الفطرة، نسائی (۹، ۱۰) وفي السنن الكبرى (۵/۹۲۹۰) الأدب المفرد للبخاری (۱۲۵۷) ابن حبان (۵۴۷۹)]

(۲) [تحفة المودود (ص/ ۱۴۷)]

وقت ان کی عمر اسّی (80) برس تھی۔" (۱)

❁ ختنہ کرانے کا عرب میں عام رواج تھا:

جیسا کہ حدیث ہرقل میں ہے کہ

﴿ أُتِيَ هِرَقْلُ بِرَجُلٍ أَرْسَلَ بِهِ مَلِكُ غَسَّانَ يُخْبِرُ عَنْ خَبَرِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَلَمَّا اسْتَخْبَرَهُ هِرَقْلُ قَالَ اذْهَبُوا فَانْظُرُوا أَمُخْتَتِنٌ هُوَ أَمْ لَا فَنَظَرُوا إِلَيْهِ فَحَدَّثُوهُ أَنَّهُ مُخْتَتِنٌ وَسَأَلَهُ عَنِ الْعَرَبِ فَقَالَ هُمْ يَخْتَتِنُونَ ﴾

"ہرقل کے پاس ایک آدمی لایا گیا جسے شاہ غسان نے بھیجا تھا۔ اس نے رسول اللہ ﷺ کے حالات بیان کیے۔ جب ہرقل نے (سارے حالات) سن لیے تو کہا کہ جا کر دیکھو وہ ختنہ کیے ہوئے ہے یا نہیں؟ انہوں نے اسے دیکھا تو بتلایا کہ وہ ختنہ کیے ہوئے ہے۔ ہرقل نے جب اس شخص سے عرب کے بارے میں پوچھا تو اس نے بتلایا کہ وہ ختنہ کراتے ہیں۔" (۲)

❁ پھر نبی ﷺ نے بھی اس رواج کو برقرار رکھا:

یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی ختنے کرایا کرتے تھے جیسا کہ سعید بن جبیرؒ بیان کرتے ہیں کہ

﴿ سُئِلَ ابْنُ عَبَّاسٍ مِثْلُ مَنْ أَنْتَ حِينَ قُبِضَ النَّبِيُّ ﷺ قَالَ أَنَا يَوْمَئِذٍ مَخْتُونٌ قَالَ وَكَانُوا لَا يَخْتِنُونَ الرَّجُلَ حَتَّى يُدْرِكَ ﴾

"حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا کہ جب نبی کریم ﷺ فوت ہوئے تو آپ کس کی مثل تھے؟ انہوں نے کہا میں اس وقت ختنہ کرا چکا تھا' مزید فرماتے ہیں کہ اور وہ لوگ بالغ ہونے سے پہلے مرد کا ختنہ نہیں کرتے تھے۔" (۳)

---

(۱) [بخاری (۳۳۵٦) كتاب أحاديث الأنبياء : باب قول الله تعالىٰ واتخذ الله إبراهيم خليلا ' مسلم (۲۳۷۰) كتاب الفضائل : باب من فضائل ابراهيم الخليل عليه السلام ' أحمد (۳۲۲/۲) مستدرك حاكم (۱۵۵/۲) ابن حبان (٦۲۰٤) أبو يعلى (۵۹۸۱)]

(۲) [بخاری (۷) كتاب بدء الوحي : باب كيف كان بدء الوحي إلى رسول الله ' مسلم (۱۷۷۳) كتاب الجهاد والسير : باب كتاب النبي ﷺ الى هرقل يدعوه الى الاسلام ' ابو داود (۵۱۳٦) احمد (۲۳۷۰) ابن حبان (٦۵۵۵) عبد الرزاق (۹۷۲٤) بيهقي في دلائل النبوة (۳۷۷/٤)]

(۳) [بخاری (٦۲۹۹) كتاب الاستئذان : باب الختان بعد الكبر ونتف الإبط ' احمد (۲٤۷۰)]

❀ نبی کریم ﷺ سے ختنہ کرانے کا حکم بھی ثابت ہے:

جیسا کہ سنن ابی داود میں ہے کہ ایک آدمی مسلمان ہوا تو آپ ﷺ نے اسے حکم دیا کہ

﴿ أَلْقِ عَنْكَ شَعْرَ الْكُفْرِ وَاخْتَتِنْ ﴾

"اپنے آپ سے کفر کے بال (یعنی کافروں جیسی ہیئت کے بال) منڈا دو اور ختنہ کرا لو۔" (۱)

اسی طرح ایک اور روایت میں ہے کہ

﴿ كَانَ الرَّجُلُ إِذَا أَسْلَمَ أُمِرَ بِالِاخْتِتَانِ وَإِنْ كَانَ كَبِيرًا ﴾

"جب کوئی آدمی مسلمان ہوتا تو اسے ختنہ کرنے کا حکم دیا جاتا' اگرچہ وہ بڑی عمر کا ہی ہوتا۔" (۲)

❀ ختنہ کرانے کا شرعی حکم:

اس مسئلے میں اہل علم کے مابین اختلاف ہے:

(شوکانیؒ) مذکورہ بالا حدیث سے استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

﴿ ثُبُوتُ مَشْرُوعِيَةِ الْخِتَانِ فِي هَذِهِ الْمِلَّةِ الْإِسْلَامِيَّةِ أَوْضَحُ مِنْ شَمْسِ النَّهَارِ...... فَالْقَوْلُ بِوُجُوبِهِ هُوَ الْحَقُّ ﴾ "اس ملتِ اسلامیہ میں ختنہ کرنے کی مشروعیت کا ثبوت دن کے آفتاب سے بھی زیادہ واضح ہے..... اور اس کے وجوب کا قول ہی برحق ہے۔" (۳)

(شافعیؒ، مالکؒ، احمدؒ) ختنہ کرانا واجب ہے (حتی کہ امام مالکؒ نے تشدد کرتے ہوئے یہاں تک کہہ دیا ہے کہ جس نے ختنہ نہ کیا' نہ تو اس کی امامت جائز ہے اور نہ ہی اس کی گواہی قبول کی جائے گی۔ البتہ بعض فقہاء نے امام مالکؒ سے ختنہ کے سنت ہونے کا قول بھی نقل کیا ہے)۔ نیز امام شعبیؒ، امام ربیعہؒ، امام اوزاعیؒ اور امام یحییٰ بن سعیدؒ وغیرہ نے بھی وجوب کے قول کو ہی ترجیح دی ہے۔

انہوں نے ایک تو مذکورہ بالا روایت' کہ جس میں آپ ﷺ کا ختنہ کرنے کے متعلق حکم موجود ہے' سے استدلال کیا ہے اور دوسرے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے حجت پکڑی ہے کہ ﴿ ثُمَّ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ أَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا ﴾ "پھر ہم نے تیری طرف وحی کی کہ ابراہیم کے یکطرفہ دین کی پیروی کر۔" اور ختنہ

---

(۱) [حسن : صحیح ابوداود (۳٤۳) ابو داود (۳٥٦) کتاب الطهارة : باب الرجل یسلم فیومر بالغسل ']

(۲) [صحیح : الأدب المفرد بتحقیق ألبانی (۱۲٥۲) ' (٤۲۸/۱)]

(۳) [السیل الجرار (۲٥۲/۳)]

کرنا بھی ابراہیم علیہ السلام کے دین کا حصہ ہے۔ علاوہ ازیں ان حضرات نے چند دیگر روایات سے بھی استدلال کیا ہے لیکن ان میں اکثر بیشتر ضعیف ہیں اس لیے صرف انہی دونوں پر ہی اکتفاء کیا جاتا ہے۔

(ابو حنیفہ) ختنہ کرنا واجب نہیں بلکہ سنت ہے' حضرت حسن بصریؒ بھی اسی کے قائل ہیں۔ ان کا مستدل یہ روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿الختانُ سُنّةٌ للرّجالِ مَكْرُمَةٌ للنّساء﴾ "ختنہ کرنا مردوں کے لیے سنت اور عورتوں کے لیے باعث تعظیم ہے۔" لیکن یہ روایت ضعیف ہے۔[1] علاوہ ازیں ان کا کہنا ہے کہ قرآن میں جو اللہ تعالیٰ نے ملتِ ابراہیم کی پیروی کا حکم دیا ہے' اس سے مراد صرف اصولِ ایمان یعنی توحید واخلاص ہے ان کا ہر فعل نہیں۔[2]

(راجح) امام شوکانیؒ کا موقف ہی راجح معلوم ہوتا ہے۔ (واللہ اعلم)

- علاوہ ازیں دورِ حاضر کی طبی تحقیقات سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ جس کا ختنہ نہ ہوا ہوا سے آلۂ تناسل میں کینسر کی بیماری لگ جاتی ہے' یہی وجہ ہے کہ اب اہل مغرب کے یہود ونصاریٰ بھی ختنہ کرانے لگے ہیں۔ نیز قرآن کریم کے حکم (اپنے ہاتھوں سے اپنے آپ کو ہلاکت میں مت ڈالو) کو بھی پیش نظر رکھیں تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ ختنہ کرانا لازم وضروری ہے۔ (واللہ اعلم)

ختنہ کرانے کا وقت

ایک حدیث میں ہے کہ

﴿عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَقّ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنِ الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ وَخَتَنَهُمَا لِسَبْعَةِ أَيَّامٍ﴾

"حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی طرف سے عقیقہ اور ان دونوں کا ختنہ ساتویں روز کیا۔"[3]

---

(۱) [ضعیف: صعیف الجامع الصغیر (۲۹۳۸) السلسلة الضعیفة (۱۹۳۵) ابن أبی شیبة (۵۸/۹)' (۶۵۱۹) ابن أبی حاتم فی العلل (۲۴۷/۲)' (۲۲۳۱) طبرانی کبیر (۲۷۳/۷)' (۷۱۱۲) مسند احمد (۷۵/۵) بیهقی فی السنن الکبری (۳۲۵/۸) اس روایت کی سند میں حجاج بن أرطاة راوی ضعیف ہے۔ امام بیہقیؒ فرماتے ہیں حجاج راوی قابل حجت نہیں' امام ابن عبدالبرؒ نے بھی اس کے متعلق یہی کہا ہے۔]

(۲) [مزید تفصیل کے لیے دیکھیے: تحفة المودود لابن القیم (ص/ ۱۴۹) شرح مسلم للنووی (۴۶/۳)]

(۳) [بیهقی فی السنن الکبری (۳۲۴/۷) مجمع البحرین (۱۹۰۲) طبرانی صغیر (۸۹۲) یہ روایت حسن درجہ کی ہے۔]

اسی طرح ایک اور حدیث میں ہے کہ

﴿عن ابن عباس رضي الله عنه قال : سبعة من السنة في الصبي يوم السابع يسمى ويختن﴾

''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ (پیدائش کے) ساتویں روز بچے کے متعلق سات کام مسنون ہیں: نام رکھنا' ختنہ کرنا ...'' (۱)

ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بچے کا ختنہ ساتویں روز کرنا مستحب ہے' اس لیے اس روز بچے کا ختنہ کر دینا چاہیے۔ لیکن اگر کسی وجہ سے اس دن تک ختنہ نہ ہو سکے تو اس کے بعد بھی کیا جا سکتا ہے' تاہم اتنا یاد رہے کہ ختنہ بچے کی ابتدائی عمر میں ہی کرنا بہتر ہے۔ کیونکہ اس عمر میں بچے کی جلد نرم ہوتی ہے' اس لیے اسے ایک تو زیادہ تکلیف نہیں ہوتی اور دوسرے یہ کہ زخم بھی جلد ٹھیک ہو جاتا ہے۔

بڑی عمر کے آدمی کا ختنہ کرانا

اگر لاعلمی و جہالت یا کسی مجبوری وغیرہ کی وجہ سے بچپن میں ختنہ نہ ہوا ہو تو علم ہونے پر فوراً ختنہ کرا لینا چاہیے خواہ انسان عمر کے کسی حصے میں ہی کیوں نہ ہو' اس کی دلیل صحیح بخاری کی واضح حدیث ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اسّی (80) سال کی عمر میں ختنہ کیا۔ یقیناً اگر آپ علیہ السلام کو ختنہ کا پہلے سے علم ہوتا یا اللہ تعالیٰ کی طرف سے پہلے ختنہ کا حکم نازل ہوا ہوتا تو آپ ضرور اس عمر سے پہلے پہلے ختنہ کرا لیتے۔ نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ختنہ کرانا ضروری ہے کیونکہ اگر یہ عمل ضروری نہ ہوتا تو اسّی (80) برس کی عمر میں آپ علیہ السلام کو ختنہ کرانے کی کیا ضرورت تھی۔

علاوہ ازیں بڑی عمر کے آدمی کے ختنہ کرانے پر وہ روایت بھی شاہد ہے جس میں مذکور ہے کہ ایک آدمی مسلمان ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ختنہ کرانے کا حکم دیا۔ (۲)

لڑکیوں کا ختنہ

عرب میں لڑکیوں کے ختنہ کا بھی رواج تھا پھر یہ رواج عہد رسالت میں بھی رہا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم

---

(۱) [طبرانی فی الأوسط (۳۳٤/۱) ' (٥٦۲) امام ہیثمیؒ نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔[مجمع الزوائد (٥٩/٤) ' (٦۲۰٤)]

(۲) [حسن : صحیح ابو داود (۳٤۳)]

میں بھی تھا لیکن آپ ﷺ نے اس سے منع نہیں فرمایا بلکہ ایک روایت سے تو آپ ﷺ سے بھی اس کی اجازت ثابت ہوتی ہے جیسا کہ سنن ابی داود میں ہے کہ

﴿ عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ الْأَنْصَارِيَّةِ أَنَّ امْرَأَةً كَانَتْ تَخْتِنُ بِالْمَدِينَةِ فَقَالَ لَهَا النَّبِيُّ ﷺ لَا تُنْهِكِي فَإِنَّ ذَلِكَ أَحْظَى لِلْمَرْأَةِ وَأَحَبُّ إِلَى الْبَعْلِ ﴾

''حضرت اُم عطیہ انصاریہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ مدینہ میں ایک عورت ختنہ کیا کرتی تھی۔ نبی ﷺ نے اسے کہا (لڑکیوں کا ختنہ کرتے وقت) مبالغہ نہ کرو کیونکہ یہ عورت کے لیے زیادہ لذت کا باعث ہے اور شوہر کی طرف زیادہ پسندیدگی کا ذریعہ ہے۔'' (۱)

ثابت ہوا کہ لڑکیوں کا ختنہ کرانا بھی مشروع و مباح ہے۔

- شیخ الحدیث جامعہ محمدیہ گوجرانوالہ فضیلۃ الشیخ حافظ عبد المنان نور پوری حفظہ اللہ فرماتے ہیں کہ نزولِ شریعت کے زمانہ میں عربوں میں عورت کا ختنہ کیا جاتا تھا مگر کتاب و سنت میں کہیں اس کی تردید وارد نہیں ہوئی تو پتہ چلا کہ اسلام میں بھی عورت کے ختنہ کا تصور ہے۔(۲)
- واضح رہے کہ لڑکی کا ختنہ اس طرح کیا جاتا تھا کہ اس کی شرمگاہ کے اوپر سے چمڑے کا کچھ حصہ کاٹ دیا جاتا تھا۔(۳)

اگر ختنہ کرنے والا ماہر نہ ہونے کی وجہ سے کوئی نقصان پہنچا دے

عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ مَنْ تَطَبَّبَ وَلَا يُعْلَمُ مِنْهُ طِبٌّ فَهُوَ ضَامِنٌ ﴾

''جو شخص طبیب بنا (یعنی اس نے کسی کا علاج کیا) اور اس کی طرف سے طب (یعنی اس کا طبیب ہونا) معروف نہ ہو تو وہ ضامن ہوگا (یعنی اگر اس سے کوئی نقصان ہو گیا یا وہ کسی جان کو تلف کر بیٹھا تو اسے اس کی

---

(۱) [صحیح : صحیح ابو داود (۴۳۹۱) سلسلة الأحاديث الصحيحة (۸۲۱) ابو داود (۵۲۷۱) كتاب الأدب : باب ما جاء في الختان]

(۲) [احکام و مسائل (۴۹۹/۱)]

(۳) [عون المعبود (۱۲۳/۱٤)]

دیت دینا ہوگی)۔"(۱)

(شمس الحق عظیم آبادیؒ) فرماتے ہیں کہ

﴿ لِأَنَّهُ تَوَلَّدَ مِنْ فِعْلِهِ الْهَلَاكُ وَهُوَ مُتَعَدٍّ فِيهِ إِذْ لَا يَعْرِفُ ذَلِكَ فَتَكُونُ جِنَايَتُهُ عَلَى عَاقِلَتِهِ ﴾

"(وہ ضامن اس لیے ہوگا) کیونکہ اس نے اپنے فعل سے ہلاکت کو جنم دیا ہے اور وہ اس عمل میں زیادتی کرنے والا ہے کیونکہ وہ اس کام کو نہیں جانتا تھا (پھر بھی اس نے چند روپوں کی خاطر یا کسی اور غرض کے لیے ایسا کیا) لہٰذا اس کے جرم کی سزا (یعنی دیت وغیرہ) اس کے ورثاء پر ہوگی۔"(۲)

(خطابیؒ) اس مسئلے کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

﴿ لَا أَعْلَمُ خِلَافًا فِيْ أَنَّ الْمُعَالِجَ إِذَا تَعَدَّى فَتَلَفَ الْمَرِيْضَ كَانَ ضَامِنًا ...... ضَمِنَ الدِّيَةَ وَسَقَطَ الْقَوَدُ عَنْهُ لِأَنَّهُ لَا يَسْتَبِدُّ بِذَلِكَ دُوْنَ إِذْنِ الْمَرِيْضِ ' وَجِنَايَةُ الطَّبِيْبِ فِيْ قَوْلِ عَامَّةِ الْفُقَهَاءِ عَلَى عَاقِلَتِهِ ﴾

"مجھے اس مسئلے میں کسی اختلاف کا علم نہیں کہ اگر معالج زیادتی کرے اور مریض کو ہلاک کر دے تو وہ ضامن ہوگا......وہ (صرف) دیت کا ذمہ دار ہوگا' اس سے قصاص ساقط ہو جائے گا کیونکہ وہ اس معاملے میں مریض کی اجازت سے ہی بے قابو ہوا ہے اور طبیب کا جرم (یعنی جرم کی دیت) عام فقہاء کے قول کے مطابق اس کے عصبہ رشتہ داروں (یعنی ددھیال والوں) کے ذمہ ہوگی۔"(۳)

ثابت ہوا کہ اگر کوئی شخص ختنہ کرنے کا صحیح علم نہیں رکھتا اور پھر اس کے ختنہ کرنے کی وجہ سے کوئی نقصان ہوا (یعنی بچے کے عضوِ تناسل یا بچے کی ہلاکت وغیرہ) تو وہ اس کا ذمہ دار ہوگا اور اپنے عصبہ رشتہ داروں سے مل کر اس کی دیت ادا کرے گا۔

☐ واضح رہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک جان کی دیت سو (100) اونٹ یا اس کی قیمت مقرر فرمائی

---

(۱) [حسن : السلسلة الصحيحة (۲۲۹/۱) ' (۶۳۵) ابو داود (۴۵۸۶) كتاب الديات : باب فيمن يطبب بغير علم فأعنت ' ابن ماجه (۳۴۶۶) كتاب الطب : باب من تطبب ولم يعلم منه طب ' نسائى (۵۲/۸) كتاب القسامة : باب صفة شبه العمد وعلى من دية الأجنة ' بيهقى فى السنن الكبرى (۱۴۱/۸) دارقطنى (۱۹۶/۳) مستدرك حاكم (۲۱۲/۴)]

(۲) [عون المعبود (تحت الحديث / ۴۵۸۶)]

(۳) [أيضا]

ہے۔دیت کے تفصیلی احکام جاننے کے لیے راقم الحروف کی کتاب " **فقه الحديث : كتاب الديات** " ملاحظہ فرمایئے۔

روزِ قیامت اولادِ آدم کو بے ختنہ کیوں اٹھایا جائے گا؟

(1) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

﴿ قَامَ فِينَا النَّبِيُّ ﷺ يَخْطُبُ فَقَالَ إِنَّكُمْ مَحْشُورُونَ حُفَاةً عُرَاةً غُرْلًا ﴾

''نبی کریم ﷺ ہمارے درمیان خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے' آپ ﷺ نے فرمایا کہ بلاشبہ تمہیں (روزِ قیامت) ننگے پاؤں' ننگے بدن اور بے ختنہ اٹھایا جائے گا۔'' (۱)

(2) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ تُحْشَرُونَ حُفَاةً عُرَاةً غُرْلًا قَالَتْ عَائِشَةُ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ الرِّجَالُ وَالنِّسَاءُ يَنْظُرُ بَعْضُهُمْ إِلَى بَعْضٍ فَقَالَ الْأَمْرُ أَشَدُّ مِنْ أَنْ يُهِمَّهُمْ ذَاكِ ﴾

''تمہیں (روزِ قیامت) ننگے پاؤں' ننگے بدن اور بے ختنہ اٹھایا جائے گا۔ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا' اے اللہ کے رسول! (پھر تو) مرد اور خواتین ایک دوسرے کو دیکھیں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا' معاملہ اس سے کہیں زیادہ سخت ہوگا کہ وہ اس کام میں مصروف ہوں۔'' (۲)

معلوم ہوا کہ ساری اولادِ آدم روزِ قیامت بے ختنہ اٹھائی جائے گی اور اس کا سبب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے وعدہ کر رکھا ہے کہ اس نے جیسے پہلی مرتبہ انسانوں کو دنیا میں بھیجا تھا وہ انہیں روزِ قیامت دوبارہ اسی طرح اٹھائے گا جیسا کہ قرآن میں ہے کہ

---

(۱) [بخاری (٦٥٢٦) كتاب الرقاق : باب كيف الحشر ' مسلم (٢٨٦٠) كتاب الجنة وصفة نعيمها وأهلها : باب فناء الدنيا وبيان الحشر يوم القيامة ' ترمذی (٢٤٢٣) كتاب صفة القيامة والرقائق والورع : باب ما جاء في شأن الحشر ' نسائی (٢٠٨٠) وفي السنن الكبرى (٢٢٠٨/١) حميدی (٤٨٣) أبو يعلى (٢٣٩٦) ابن أبي شيبة (٢٤٦/١٣) ابن حبان (٧٣١٨)]

(۲) [بخاری (٦٥٢٧) كتاب الرقاق : باب كيف الحشر ' مسلم (٢٨٥٩) كتاب الجنة وصفة نعيمها وأهلها : باب فناء الدنيا وبيان الحشر يوم القيامة ' ابن ماجه (٤٢٧٦) كتاب الزهد : باب ذكر البعث ' نسائی (٢٠٨٣) وفي السنن الكبرى (٢٢١١/١)]

﴿ كَمَا بَدَأْنَا أَوَّلَ خَلْقٍ نُعِيدُهُ وَعْدًا عَلَيْنَا إِنَّا كُنَّا فَاعِلِينَ ﴾ [الأنبياء : ١٠٤]

''جیسے ہم نے پہلی مرتبہ پیدائش کی تھی اسی طرح دوبارہ کریں گے' یہ ہمارے ذمہ وعدہ ہے اور ہم اسے ضرور کر کے ہی رہیں گے۔''

ایک دوسرے مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ كَمَا بَدَأَكُمْ تَعُودُونَ ﴾ [الأعراف : ٢٩]

''تم کو اللہ تعالیٰ نے جس طرح شروع میں پیدا کیا تھا اسی طرح تم کو دوبارہ پیدا کرے گا۔''

چونکہ انسان پہلی مرتبہ دنیا میں بے ختنہ پیدا ہوتا ہے اس لیے اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کی تکمیل کے لیے اسے دوسری مرتبہ بھی بے ختنہ ہی اٹھائیں گے۔

ختنہ کے متعلق چند ضعیف وموضوع روایات

(1) ﴿ مَنْ أَسْلَمَ فَلْيَخْتَتِنْ وَإِنْ كَانَ كَبِيرًا ﴾

''جو اسلام قبول کرے وہ ختنہ کرے خواہ وہ بڑی عمر کا ہی کیوں نہ ہو۔''(١)

(2) ﴿ أَنَّ الْأَقْلَفَ لَا يُتْرَكُ فِي الْإِسْلَامِ حَتَّى يَخْتَتِنَ وَلَوْ بَلَغَ ثَمَانِينَ سَنَةً ﴾

''بے ختنہ آدمی کو اسلام میں برداشت نہیں کیا جائے گا حتی کہ وہ ختنہ کرالے خواہ وہ اسّی برس کا ہو۔''(٢)

(3) نبی کریم ﷺ سے بے ختنہ آدمی کے حج کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

﴿ لَا يَحُجُّ بَيْتَ اللّٰهِ حَتَّى يَخْتَتِنَ ﴾

''بے ختنہ آدمی بیت اللہ کا حج نہیں کر سکتا جب تک وہ ختنہ نہیں کرالیتا۔''(٣)

(4) ﴿ الْأَقْلَفُ لَا تُقْبَلُ لَهُ صَلَاةٌ وَلَا تُؤْكَلُ ذَبِيحَتُهُ ﴾

---

(١) [مرسل : تلخيص الحبير لابن حجر (٨٢/٤)]

(٢) [موضوع : ضعيف الجامع الصغير (١٤١٥) السلسلة الضعيفة (٢٩٩٧) بيهقى فى السنن الكبرى (٣٢٤/٨)]

(٣) [ضعیف : بيهقى فى السنن الكبرى (٣٢٤/٨) اس روایت کی سند میں منیہ بنت عبید بن ابی برزہ مجہول ہے۔ اسی لیے اس روایت کو نقل کرنے کے بعد امام ابن منذرؒ نے خود ہی کہا ہے کہ یہ روایت ثابت نہیں کیونکہ اس کی سند مجہول ہے۔]

"بے ختنہ آدمی کی نہ تو نماز قبول کی جاتی ہے اور نہ ہی اس کا ذبیحہ کھایا جاتا ہے۔"(۱)

(5) ﴿ أَنَّ إِبْرَاهِيمَ خَتَنَ إِسْحَاقَ وَهُوَ ابْنُ سَبْعَةِ أَيَّامٍ وَخَتَنَ إِسْمَاعِيلَ عِنْدَ بُلُوغِهِ ﴾

"بلاشبہ ابراہیم علیہ السلام نے اسحق علیہ السلام کا ساتویں روز اور اسماعیل علیہ السلام کا بلوغت کے وقت ختنہ کیا۔"(۲)

(6) ﴿ وُلِدَ النَّبِيُّ مَخْتُونًا ﴾

"نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ختنہ کیے ہوئے پیدا ہوئے تھے۔"(۳)

---

(۱) [ضعیف : کما فی فتح الباری لابن حجر (۵۵۳/۹) مصنف عبد الرزاق (۲۰۲٤) '(۱۷۵/۱۱) بیهقی (۳۲۵/۸)]

(۲) [ضعیف : طبرانی فی الصغیر (۱۲۲/۲) بیهقی فی السنن الکبری (۳۲٤/۸)]

(۳) [ضعیف : أبو نعیم فی الدلائل (۱۱۰/۱) بیهقی (۱۱٤/۱) طبقات ابن سعد (۱۰۳/۱) تاریخ دمشق (۲۸۲/۱) امام ابن عبد البرؒ نے کہا ہے کہ اس روایت کی سند صحیح نہیں۔[الاستیعاب (۲۲/۱)] اس روایت کی سند میں ایک راوی یونس بن صدائی ہے' جس کے متعلق امام ابن حبانؒ فرماتے ہیں کہ یہ عجیب عجیب چیزیں روایت کرتا ہے' جب یہ اکیلا ہو تو اس کے احتجاج درست نہیں۔[المجروحین (۱٤۱/۳)] امام ابن کثیرؒ نے کہا ہے کہ اس حدیث کی صحت میں نظر ہے۔[السیرۃ (۲۰۸/۱)] اسی معنی کی ایک اور روایت ہے اور اس میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ((أَنِّي وُلِدْتُ مَخْتُونًا وَلَمْ يَرَ أَحَدٌ سَوْأَتِي)) "میں ختنہ کیے ہوئے ہی پیدا کیا گیا اور کسی نے بھی میری شرمگاہ نہیں دیکھی۔" یہ روایت بھی ضعیف ہے۔[دیکھئے: ضعیف الجامع الصغیر (۵۳۱۰)] امام ابن قیمؒ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ختنہ کیے ہوئے پیدا ہونے کے متعلق کچھ بھی ثابت نہیں۔[زاد المعاد (۱۸/۱)]

باب العقيقة عقیقہ کا بیان

فصل اول :

عقیقہ کے مسائل

عقیقہ کا معنی ومفہوم

عقیقہ ایسے جانور کو کہتے ہیں جو نو مولود بچے کی طرف سے پیدائش کے ساتویں روز ذبح کیا جاتا ہے۔

(صاحب قاموس) عقیقہ کھیرے کی اون کو اور اس بکری کو کہتے ہیں جو نو مولود بچے کے بال منڈانے کے وقت ذبح کی جاتی ہے۔(۱)

(صاحب المعجم الوسیط) عقیقہ (کی مختلف تعریفیں کی گئی ہیں) (1) ہر بچے کے وہ بال جو اسی وقت اُگ آتے ہیں جب بچہ اپنی ماں کے پیٹ میں ہوتا ہے خواہ وہ انسان کا بچہ ہو یا مویشیوں کا۔(2) وہ جانور جسے نو مولود بچے کی طرف سے پیدائش کے ساتویں روز اس کے بال منڈانے کے وقت ذبح کیا جاتا ہے۔(۲)

(ابن قدامہؒ) عقیقہ اس جانور کو کہتے ہیں جسے نو مولود بچے کی طرف سے ذبح کیا جاتا ہے۔(۳)

(ابن اثیرؒ) عقیقہ اس جانور کو کہتے ہیں جسے نو مولود بچے کی طرف سے ذبح کیا جاتا ہے......اور ان بالوں کو بھی کہا جاتا ہے جو بچے کے سر پر اس کی ماں کے پیٹ میں ہی نکل آتے ہیں۔(٤)

(امیر صنعانیؒ) عقیقہ ایسے ذبیحے کو کہتے ہیں جو نو مولود بچے کی طرف سے قربان کیا جاتا ہے۔(٥)

عقیقہ کی مشروعیت

عقیقہ کرنا سنت مؤکدہ اور مستحب عمل ہے لہٰذا جو شخص استطاعت رکھتا ہو اسے چاہیے کہ اپنی اولاد کی طرف سے ضرور عقیقہ کرے۔اس کے دلائل حسب ذیل ہیں:

---

(۱) [القاموس المحیط (ص/۸۳۹)]

(۲) [المعجم الوسیط (ص/٦١٦)]

(۳) [المغنی (۳۹۳/۱۳)]

(٤) [النهاية (۲۷۷-۲۷٦/۳)]

(٥) [سبل السلام (۱۸۷۱/٤)]

(1) حضرت سلیمان بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ مَعَ الْغُلَامِ عَقِيقَةٌ فَأَهْرِيقُوا عَنْهُ دَمًا وَأَمِيطُوا عَنْهُ الْأَذَى ﴾

"بچے کے ساتھ عقیقہ (لازم) ہے لہٰذا تم اس کی طرف سے قربانی کرو اور اس سے تکلیف دور کرو (یعنی اس کا سر منڈاؤ)۔" (۱)

(2) حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ كُلُّ غُلَامٍ مُرْتَهَنٌ بِعَقِيقَتِهِ تُذْبَحُ عَنْهُ يَوْمَ السَّابِعِ وَيُحْلَقُ رَأْسُهُ وَيُسَمَّى ﴾

"ہر بچہ اپنے عقیقہ کے عوض گروی ہوتا ہے' پیدائش کے ساتویں دن اس کی طرف سے (عقیقہ کا جانور) ذبح کیا جائے' اس کا سر منڈایا جائے اور اس کا نام رکھا جائے۔" (۲)

(3) ایک اور روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ مَنْ وُلِدَ لَهُ وَلَدٌ فَأَحَبَّ أَنْ يَنْسُكَ عَنْهُ فَلْيَنْسُكْ ﴾

"جس کے ہاں کوئی بچہ پیدا ہو اور وہ اس کی طرف سے قربانی کرنا چاہے تو ضرور قربانی کرے۔" (۳)

(شوکانی رحمہ اللہ) حاصل یہی ہے کہ عقیقہ اسلام کی سنتوں میں سے ایک سنت ہے۔" (٤)

(ابن قدامہ رحمہ اللہ) عقیقہ سنت ہے عام اہل علم' جن میں حضرت ابن عباس' حضرت ابن عمر' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم' فقہائے تابعین اور ائمہ امصار شامل ہیں' کا یہی قول ہے مگر اصحاب الرائے نے کہا ہے کہ عقیقہ سنت نہیں

---

(۱) [بخاری (٥٤٧١) كتاب العقيقة : باب إماطة الأذى عن الصبي في العقيقة ' ابو داود (٢٨٣٩) كتاب الضحايا : باب في العقيقة ' ترمذی (١٥١٥) كتاب الأضاحي : باب ما جاء في العقيقة ' ابن ماجة (٣١٦٤) كتاب الذبائح : باب العقيقة ' احمد (١٧/٤) دارمی (٨١/٢) حمیدی (٨٢٣) شرح معانی الآثار (٤٥٩/١) بیهقی (٢٩٩/٩)]

(۲) [**صحیح** : صحيح ابن ماجه ' ابن ماجه (٣١٦٥) كتاب الذبائح : باب العقيقة ' صحيح ابو داود (٢٤٦٣) ابو داود (٢٨٣٨) كتاب الضحايا : باب في العقيقة ' ترمذی (١٥٢٢) كتاب الأضاحي : باب العقيقة بشاة ' نسائی (١٦٦/٧) ابن الجارود (٩١٠) حاكم (٢٣٧/٤) احمد (١٧/٥) دارمی (٨١/٢) مشكل الآثار (٤٥٣/١)]

(۳) [**حسن** : صحيح الجامع الصغير (٧٦٣٠) صحيح ابو داود ' ابو داود (٢٨٤٢) كتاب الضحايا : باب في العقيقة ' احمد (١٨٢/٢) نسائی (١٦٢/٧) مشكل الآثار (٤٦١/١) حاكم (٢٣٨/٤)]

(٤) [السيل الجرار (٢٥١/٣)]

ہے بلکہ جاہلیت کی ایک رسم ہے۔(۱)

(ابن قیمؒ) اہل حدیث' ان کے فقہاء اور جمہور اہل سنت کا کہنا ہے کہ عقیقہ رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے۔(۲)

(علامہ البانیؒ) عقیقہ کرنا سنت ہے' یہ منسوخ نہیں ہوا۔ البتہ بعض احناف (اور صحیح احادیث سے غافل لوگ) کمزور احادیث کو پیش نظر رکھتے ہوئے مشروعیتِ عقیقہ کے منسوخ ہو جانے کا دعویٰ کرتے ہیں۔(۳)

(شیخ ابن جبرین) عقیقہ ایسی قربانی کو کہتے ہیں جو نومولود بچے کی طرف سے ذبح کی جاتی ہے اور یہ سنت مؤکدہ ہے۔ بعض علماء کے خیال میں واجب ہے کیونکہ آپ ﷺ نے فرمایا ہر بچہ اپنے عقیقہ کے عوض گروی ہوتا ہے' پیدائش کے ساتویں روز اس کی طرف سے جانور ذبح کیا جائے اور اس کا نام رکھا جائے۔ لیکن یہ حدیث محض اس کی تاکید کا فائدہ دیتی ہے اور اصل عدمِ وجوب ہی ہے۔(٤)

(شیخ ابن عثیمینؒ) عقیقہ کے سنت یا واجب ہونے میں اہل علم نے اختلاف کیا ہے' لیکن اکثر اہل علم کے نزدیک یہ سنت مؤکدہ ہی ہے۔(٥)

مشروعیتِ عقیقہ کی حکمت

یقیناً اولاد اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے اور ہر نعمت کا شکر ادا کرنا اللہ تعالیٰ نے ضروری قرار دیا ہے جیسا کہ ارشاد فرمایا:

﴿ وَاشْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ إِنْ كُنْتُمْ إِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ﴾ [النحل : ١١٤]

''اور اللہ تعالیٰ کی نعمت کا شکر ادا کرو اگر تم صرف اسی کی عبادت کرتے ہو۔''

ایک اور آیت میں ہے کہ

﴿ فَاذْكُرُوْنِيْ أَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِيْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ ﴾ [البقرة : ١٥٢]

''سو تم میرا ذکر کرو میں بھی تمہیں یاد کروں گا' اور میری شکر گزاری کرو اور ناشکری سے بچو۔''

اس لیے عقیقہ مشروع قرار دے دیا گیا ہے تاکہ اللہ تعالیٰ کے نعمت عطا کرنے پر اس کا شکر بھی ادا ہو

---

(۱) [المغنی لابن قدامة (۳۹۳/۱۳)]

(۲) [تحفة المودود (ص / ۳۸)]

(۳) [ملخصا ' نظم الفرائد (۹۵/۲)]

(٤) [فتاوی إسلامية (۳۲٤/۲)]

(٥) [فتاوی إسلامية (۳۲٤/۲)]

جائے اور اقرباء و دوست احباب کی ضیافت کے ساتھ ساتھ غرباء و مساکین کا بھی فائدہ ہو جائے۔

(شیخ ابن عثیمینؒ) بچے کا عقیقہ ایسی قربانی ہے جسے اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کرنے کے لیے اور نعمتِ اولاد پر اس کا شکر ادا کرنے کے لیے پیدائش کے ساتویں روز ذبح کیا جاتا ہے۔(۱)

اگر عقیقہ کی طاقت نہ ہو

مندرجہ ذیل دلائل اس مسئلے کو سمجھنے کے لیے کافی ہیں:

﴿ فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ ﴾ [التغابن : ١٦]

"حسب استطاعت اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔"

﴿ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا ﴾ [البقرة : ٢٨٦]

"اللہ تعالیٰ کسی نفس کو بھی اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف میں نہیں ڈالتے۔"

﴿ رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا ﴾ [البقرة : ٢٨٦]

"اے ہمارے رب! ہم پر اس قدر بوجھ نہ ڈال جس کی ہم میں طاقت نہیں۔"

حدیث نبوی ہے کہ

﴿ فَإِذَا أَمَرْتُكُمْ بِشَيْءٍ فَأْتُوا مِنْهُ مَا اسْتَطَعْتُمْ ﴾

"جب میں تمہیں کسی کام کا حکم دوں تو جتنی تم میں طاقت ہو اس پر عمل کر لو۔"(۲)

یہ بات اصول میں بھی ثابت ہے کہ

((لَا يَجُوزُ التَّكْلِيفُ بِالْمُسْتَحِيلِ))

"ناممکن کام کی تکلیف جائز نہیں ہے۔"(۳)

(شیخ ابن عثیمینؒ) اگر انسان اپنی اولاد کی پیدائش کے وقت فقیر ہو تو اس پر عقیقہ کرنا لازم نہیں کیونکہ وہ عاجز ہے اور عاجز ہونے کی وجہ سے عبادات ساقط ہو جاتی ہیں۔(٤)

---

(١) [فتاوى إسلامية (٣٢٤/٢)]

(٢) [مسلم (١٣٣٧) كتاب الحج : باب فرض الحج مرة فى العصر' نسائى (١١٠/٥ـ ١١١)]

(٣) [إرشاد الفحول (٣٠/١) الإحكام للآمدى (١٨٧/١) المستصفى للغزالى (٧٤/١) الوجيز (ص/٧٧)]

(٤) [فتاوى إسلامية (٣٢٦/٢)]

عقیقہ کے لیے کون سا جانور قربان کیا جائے؟

احادیث میں عقیقہ کے لیے جن جانوروں کی قربانی کا ذکر ملتا ہے وہ بکری (یعنی نر یا مادہ) اور دنبہ ہے جیسا کہ چند ایک حسب ذیل ہیں:

(1) حضرت اُم کرز کعبیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

﴿ عَنِ الْغُلَامِ شَاتَانِ مُكَافِئَتَانِ وَعَنِ الْجَارِيَةِ شَاةٌ ﴾

"لڑکے کی طرف سے دو برابر بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری (قربان کی جائے)۔"(۱)

(2) عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿مَنْ وُلِدَ لَهُ وَلَدٌ فَأَحَبَّ أَنْ يَنْسُكَ عَنْهُ فَلْيَنْسُكْ عَنِ الْغُلَامِ شَاتَانِ مُكَافِئَتَانِ وَعَنِ الْجَارِيَةِ شَاةٌ ﴾

"جس کے ہاں کوئی بچہ پیدا ہو اور وہ اس کی طرف سے قربانی کرنا چاہے تو لڑکے کی طرف سے دو بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری قربان کردے۔"(۲)

(3) ایک روایت میں ہے کہ ایک عورت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عقیقہ کے متعلق دریافت کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ عَنِ الْغُلَامِ شَاتَانِ وَعَنِ الْأُنْثَى وَاحِدَةٌ ﴾

"(ہاں) لڑکے کی طرف سے دو بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک (بکری قربان کرو)۔"(۳)

(4) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ

---

(۱) [**صحیح** : صحیح ابو داود (۲۴۵۸) إرواء الغليل (۳۹۰/۴) ابو داود (۲۸۳۴) كتاب الضحايا : باب في العقيقة ' نسائی (۱۶۵/۷) دارمی (۸۱/۲) ابن حبان (۱۰۶۰ ـ الموارد) احمد (۳۸۱/۶) حمیدی (۱۶۷/۱) عبد الرزاق (۷۹۵۳) بیهقی (۳۱۰/۹)]

(۲) [**حسن** : صحيح الجامع الصغير (۷۶۳۰) صحيح ابو داود ' ابو داود (۲۸۴۲) كتاب الضحايا : باب في العقيقة ' احمد (۱۸۲/۲) نسائی (۱۶۲/۷) مشكل الآثار (۴۶۱/۱) حاكم (۲۳۸/۴) بيهقی (۳۰۰/۹) امام حاکمؒ اور امام ذہبیؒ نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔]

(۳) [**صحیح** : صحيح ترمذی ' ترمذی (۱۵۱۶) كتاب الأضاحی : باب ما جاء في العقيقة ' احمد (۳۸۱/۶) نسائی (۱۶۵/۷) ابن حبان (۱۰۵۹ ـ الموارد) حاكم (۲۳۷/۴) دار قطنی (۲۷۰/۴) بيهقی (۳۰۱/۹) حمیدی (۱۶۶/۱) شرح السنة (۲۶۵/۱۱)]

﴿ أَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ أَنْ يُّعَقَّ عَنِ الْغُلَامِ شَاتَيْنِ وَ عَنِ الْجَارِيَةِ شَاةً ﴾

”ہمیں رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ لڑکے کی طرف سے دو بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری بطورِ عقیقہ قربان کی جائے۔“ (۱)

(5) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

﴿ عَقَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنِ الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا بِكَبْشَيْنِ كَبْشَيْنِ ﴾

”رسول اللہ ﷺ نے حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کی طرف سے دو دو دنبے ذبح کیے۔“ (۲)

معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ نے عقیقہ کے لیے صرف بکری اور دنبے کا ہی ذکر کیا ہے اس لیے صرف یہی جانور ذبح کرنے چاہیں۔ تاہم بعض علماء نے عقیقہ کے لیے اونٹ اور گائے کی قربانی کو بھی درست قرار دیا ہے جیسا کہ امام شوکانی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں کہ

﴿ وَالْجُمْهُوْرُ عَلٰى إِجْزَاءِ الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ ﴾

”اور جمہور گائے اور بکری کو (عقیقہ کے لیے) کافی قرار دیتے ہیں۔“ (۳)

اور دکتور وہبہ زحیلی نقل فرماتے ہیں کہ عقیقہ بھی قربانی کی طرح انعام یعنی اونٹ' گائے اور بھیڑ بکریوں سے کیا جا سکتا ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ گائے اور اونٹ سے عقیقہ نہیں کیا جائے گا۔“ (٤)

جن حضرات نے عقیقہ کے لیے اونٹ اور گائے کی قربانی کو بھی جائز کہا ہے ان کی دلیل حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی وہ روایت ہے جس میں یہ لفظ ہیں:

﴿ يُعَقُّ عَنْهُ مِنَ الْإِبِلِ وَالْبَقَرِ وَالْغَنَمِ ﴾

”بچے کی طرف سے اونٹ' گائے اور بکری سے عقیقہ کیا جا سکتا ہے۔“

لیکن یہ روایت ثابت نہیں۔ (٥)

---

(۱) [مصنف عبد الرزاق (٢٤٢٣٦) كتاب العقيقة]

(۲) [**صحيح** : صحيح نسائی (٣٩٣٥) إرواء الغليل (١١٦٤) نسائی (٤٢٢٤) كتاب العقيقة : باب كم يعق عن الجارية]

(۳) [نيل الأوطار (٥٠٦/٣)]

(٤) [الفقه الإسلامی وأدلته (٦٣٧/٣)]

(٥) [طبرانی صغير (٨٤/١) فتح الباری (١١/١١) امام ہیثمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کی سند میں مسعدة بن الیسع راوی کذاب ہے۔ [مجمع الزوائد (٦١/٤)]

ثابت ہوا کہ صحیح احادیث میں صرف بکری اور دنبہ ذبح کرنے کا ذکر ملتا ہے اس لیے عقیقہ میں صرف انہی جانوروں کو قربان کیا جائے گا۔(واللہ اعلم)

□ فضیلۃ الشیخ حافظ عبد المنان نور پوری ﷾ نے بھی یہی فتویٰ دیا ہے کہ عقیقہ صرف بھیڑ یا بکری سے ہی کیا جائے گا' گائے اور اونٹ سے نہیں۔(۱)

عقیقہ کے جانور نر ہوں یا مادہ؟

عقیقہ کے لئے نر اور مادہ دونوں طرح کے جانور قربان کیے جا سکتے ہیں جیسا کہ ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ عَنْ الْغُلَامِ شَاتَانِ وَعَنْ الْأُنْثَى وَاحِدَةٌ وَلَا يَضُرُّكُمْ ذُكْرَانًا كُنَّ أَمْ إِنَاثًا ﴾

"لڑکے کی طرف سے دو بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری ذبح کی جائے '(یہ جانور) نر ہوں یا مادہ تمہیں کوئی چیز نقصان نہیں دے گی۔"(۲)

عقیقہ کے لیے کتنے جانور قربان کیے جائیں

لڑکے کی طرف سے دو بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری قربان کی جائے گی جیسا کہ گزشتہ صحیح حدیث اس پر شاہد ہے۔البتہ حدیث کے یہ لفظ کہ "دونوں بکریاں برابر ہوں" کے متعلق امام خطابیؒ فرماتے ہیں کہ دونوں جانور عمر میں برابر ہوں ایسا نہ ہو کہ ان میں سے ایک دوندا ہو اور دوسرا دوندا نہ ہو۔(۳)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی جس روایت میں ہے کہ

﴿ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ عَقَّ عَنْ الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ كَبْشًا كَبْشًا ﴾

"رسول اللہ ﷺ نے حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کی طرف سے ایک ایک دنبہ ذبح کیا۔"(٤)

---

(۱) [احکام و مسائل (٤٤٧/١)]

(۲) [صحیح : صحیح موارد الظمآن للألبانی (٨٨٥) کتاب الأضاحی : باب ماجاء فی العقیقة ' المشکاة (٤١٥٢) إرواء الغلیل (٣٩٠/٤) صحیح ابو داود (٢٥٢٥)]

(۳) [معالم السنن (٢٨٤/٤)]

(٤) [صحیح : صحیح ابو داود ' ابو داود (٢٨٤١) کتاب الضحایا: باب فی العقیقة ' نسائی (١٦٥/٧) مشکل الآثار (٤٥٧/١) عبد الرزاق (٧٨٦٢) شیخ البانیؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح تو ہے لیکن اس سے بھی زیادہ صحیح سنن نسائی کی وہ حدیث ہے جس میں "کبشین کبشین" یعنی دو دو دُنبے قربان کرنے کا ذکر ہے۔[صحیح ابو داود (٢٤٦٦)]

اس کے متعلق پہلی بات تو یہ ہے کہ جن احادیث میں دو بکریوں کا ذکر ہے وہ زیادتی پر مشتمل ہیں لہٰذا اس حیثیت سے وہ قبول کیے جانے کی زیادہ مستحق ہیں جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی ہی ایک دوسری حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی طرف سے دو دو دُنبے ذبح کیے۔

اور دوسری بات یہ ہے کہ اصول میں یہ قاعدہ مسلمہ ہے کہ قول کو فعل پر ترجیح حاصل ہوتی ہے (یعنی اگرچہ آپ ﷺ نے خود لڑکے کی طرف سے بھی ایک جانور ذبح کیا ہے لیکن ہمیں لڑکے کی طرف سے دو جانور ذبح کرنے کا کہا ہے اس لیے ہمیں اس پر عمل کرتے ہوئے لڑکے کی طرف سے دو جانور ذبح کرنے چاہییں)۔

(شوکانیؒ) آپ ﷺ کا ایک بکری پر اکتفاء کرنا اس بات کا ثبوت ہے کہ (لڑکے کی طرف سے) دو بکریاں متعین نہیں بلکہ مستحب ہیں اور ایک بکری مستحب نہیں بلکہ جائز ہے۔(۱)

درج بالا بحث سے معلوم ہوا کہ لڑکے کی طرف سے دو جانور ذبح کرنا ہی زیادہ صحیح احادیث سے ثابت ہے اس لیے اسی کے مطابق عمل کرنا چاہیے۔ لیکن اگر کوئی شخص مالی کمزوری یا کسی اور وجہ سے ایک ہی جانور ذبح کرتا ہے تو کفایت کر جائے گا۔

❑ نیز یہ بھی یاد رہے کہ عقیقہ کرنے کے لیے گائے یا اونٹ میں کسی کے ساتھ حصہ ڈالنا درست نہیں۔ کیونکہ عقیقہ کے لیے رسول اللہ ﷺ سے صرف یہی ثابت ہے کہ لڑکے کی طرف سے دو جانور اور لڑکی کی طرف سے ایک جانور قربان کیا جائے۔

(ابن قیمؒ) یقیناً رسول اللہ ﷺ کی سنت زیادہ لائق اتباع ہے اور آپ ﷺ نے قربانی کے بارے میں (گائے وغیرہ میں) زیادہ آدمیوں کی شرکت کو مسنون قرار دیا ہے' جبکہ عقیقہ کے متعلق آپ ﷺ نے لڑکے کی طرف سے دو مستقل قربانی کے جانور مسنون قرار دیئے ہیں' لہٰذا کوئی اونٹ یا گائے ان دونوں کے قائم مقام نہیں ہو سکتی۔ (واللہ اعلم)(۲)

عقیقہ کا جانور قربان کرتے وقت بسم اللہ کہنا

حضرت قتادہؒ فرماتے ہیں کہ

---

(۱) [مزید دیکھیے: نیل الأوطار (۵۰۱/۳)]

(۲) [تحفة المودود (ص / ۷۷)]

﴿ يُسَمّٰى عَلَى الْعَقِيقَةِ كَمَا يُسَمّٰى عَلَى الْأُضْحِيَةِ : بِسْمِ اللّٰهِ عَقِيقَةُ فُلَانٍ ﴾
"عقیقہ پر اُسی طرح بسم اللہ کہنی چاہیے جیسے قربانی پر بسم اللہ کہی جاتی ہے (مثلاً) بِسْمِ اللّٰهِ عَقِيقَةُ فُلَانٍ (اللہ کے نام کے ساتھ فلاں کا عقیقہ کیا جاتا ہے)۔"(۱)

عقیقہ کے جانور کے لیے قربانی کے جانور کی شرائط

احادیث میں مطلقاً شاۃ یا شاتین کا لفظ ہے۔اس سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ عقیقہ کے جانور میں قربانی کے جانور کی شرائط عائد نہیں کی جائیں گی۔

(شوکانیؒ) تحقیق "شاتین" (یعنی دو بکریوں کے لفظ) کے مطلق طور پر ذکر سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ عقیقہ کے جانور میں وہ شرائط عائد نہیں کی جائیں گی جو قربانی کے جانور کی ہیں اور یہی بات برحق ہے۔(۲)

(عبدالرحمٰن مبارکپوریؒ) اصلاً کسی بھی صحیح حدیث سے یہ شرائط عائد کرنا ثابت نہیں ہوتا بلکہ نہ ہی کسی ضعیف حدیث سے ثابت ہوتا ہے اور جو لوگ یہ شرائط لگانے کے قائل ہیں ان کے پاس قیاس کے سوا کوئی دلیل نہیں۔(۳)

تاہم عقیقہ کے جانور کے ساتھ متقارب یا مساوی کی قید اس بات کی متقاضی ہے کہ شریعت نے قربانی کے جانور میں جن عیوب و نقائص سے بچنے کا حکم دیا ہے انہیں عقیقہ کے جانور میں بھی پیش نظر رکھا جائے۔ (واللہ اعلم)

(ابن قدامہؒ) بلاشبہ عقیقہ کے جانور میں بھی ان عیوب سے بچا جائے گا جن سے قربانی (کے جانور) میں اجتناب کیا جاتا ہے۔(٤)

عقیقہ کا وقت

❁ عقیقہ بچے کی پیدائش کے ساتویں روز کرنا چاہیے:

حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

---

(۱) [مصنف عبد الرزاق (٢٤٢٦٠) كتاب العقيقة]

(۲) [نيل الأوطار (٥٠٦/٣)]

(۳) [تحفة الأحوذى (٩٩/٥)]

(٤) [المغنى (٣٩٩/١٣)]

﴿ كُلُّ غُلَامٍ مُرْتَهَنٌ بِعَقِيقَتِهِ تُذْبَحُ عَنْهُ يَوْمَ السَّابِعِ وَيُحْلَقُ رَأْسُهُ وَيُسَمَّى ﴾

"ہر بچہ اپنے عقیقہ کے عوض گروی ہوتا ہے' پیدائش کے ساتویں دن اس کی طرف سے (عقیقہ کا جانور) ذبح کیا جائے' اس کا سر منڈایا جائے اور اس کا نام رکھا جائے۔" (۱)

(ترمذیؒ) اسی پر اہل علم کا عمل ہے کہ وہ ساتویں روز بچے کی طرف سے عقیقہ کا جانور ذبح کرنا مستحب سمجھتے ہیں۔(۲)

(ابن قدامہؒ) ہمارے اصحاب نے کہا ہے کہ سنت یہ ہے کہ ساتویں دن (عقیقہ کا جانور) ذبح کیا جائے۔(۳)

(امیر صنعانیؒ) حدیث میں موجود ان الفاظ "یوم سابعہ" کے متعلق فرماتے ہیں کہ یہ الفاظ اس بات کی دلیل ہیں کہ عقیقہ کا وقت (بچے کی پیدائش کا) ساتواں دن ہے۔(٤)

ساتویں روز کے بعد عقیقہ کرنے کا حکم:

ساتویں روز کے بعد بھی عقیقہ کیا جا سکتا ہے خواہ بچہ بالغ ہی کیوں نہ ہو گیا ہو کیونکہ وہ بچہ ابھی تک گروی ہے اور اسے گروی سے چھڑانے کے لیے عقیقہ ہی کرنا پڑے گا۔اور ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ ساتویں روز کے بعد چودھویں یا اکیسویں روز عقیقہ کرنا چاہیے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ تُذْبَحُ لِسَبْعٍ أَوْ لِأَرْبَعَ عَشَرَةَ أَوْ لِإِحْدَى وَعِشْرِينَ ﴾

"عقیقہ کا جانور ساتویں روز ذبح کیا جائے یا چودھویں روز یا اکیسویں روز۔" (٥)

(سعودی مجلس افتاء) ہاں (ساتویں روز کے بعد بھی) عقیقہ کفایت کر جاتا ہے لیکن پیدائش کے ساتویں روز سے اسے مؤخر کر دینا خلافِ سنت ہے اور ہر لڑکا اور لڑکی جو بچپن میں فوت ہو جائے اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے اس کے مومن والدین میں سے اس کو نفع دے گا جس نے صبر کیا۔" (٦)

---

(۱) [صحیح : صحیح ابن ماجه ' ابن ماجه (٣١٦٥) كتاب الذبائح : باب العقيقة ' صحيح ابو داود (٢٤٦٣) ابو داود (٢٨٣٨) كتاب الضحايا : باب في العقيقة]

(۲) [ترمذی (بعد الحدیث / ١٥٢٢)]

(۳) [المغنی (١٣/٣٩٦)]

(٤) [سبل السلام (١٨٧٢/٤)]

(٥) [صحيح الجامع الصغير (٤٠١١)]

(٦) [فتاوى إسلامية (٣٢٥/٢)]

ایک اور فتویٰ کے الفاظ یوں ہیں کہ اگر ساتواں روز گزر جائے اور بچے کی طرف سے عقیقہ نہ کیا گیا ہو تو بعض فقہاء کا خیال ہے کہ اس کے بعد اس کی طرف سے عقیقہ کرنا مسنون نہیں کیونکہ نبی کریم ﷺ نے ساتواں روز ہی اس کا وقت مقرر کیا ہے۔

تاہم حنابلہ اور فقہاء کی ایک جماعت اس طرف گئی ہے کہ اس کی طرف سے بھی عقیقہ کرنا مسنون ہے خواہ ایک ماہ کے بعد کیا جائے یا سال کے بعد یا اس سے بھی زیادہ مدت کے بعد۔"(۱)

❁ **اگر کوئی ساتویں روز سے پہلے عقیقہ کر لے:**

ایسا شخص سنت کی خلاف ورزی کرنے والا ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے عقیقہ کے لیے جو دن مقرر فرمایا ہے وہ پیدائش کا ساتواں روز ہے۔ تاہم بعض علماء نے کہا ہے کہ اگر کوئی شخص ساتویں روز سے پہلے ہی عقیقہ کر لیتا ہے تو بچہ گروی سے تو آزاد ہو جائے گا' لیکن وہ شخص سنت کو نہیں پا سکے گا کیونکہ سنت یہی ہے کہ ساتویں روز عقیقہ کیا جائے۔ (واللہ اعلم)

❁ **اگر بچہ ساتویں روز سے پہلے فوت ہو جائے:**

عقیقہ کا وقت ساتواں دن مقرر کیا گیا ہے اور اس سے پہلے فوت ہونے والے بچے پر چونکہ یہ وقت آیا ہی نہیں اس لیے اس کی طرف سے عقیقہ بے معنی ہے۔ ٹھیک اسی طرح جیسے زوالِ آفتاب سے پہلے اگر کوئی نماز ظہر ادا کرتا ہے تو حتمی طور پر اس کی کچھ حیثیت نہیں ہو گی۔ (واللہ اعلم)

(**شوکانیؒ**) حدیث کے ان الفاظ "**یوم سابعہ**" کے متعلق رقمطراز ہیں کہ

﴿ فِيهِ دَلِيلٌ عَلَى أَنَّ وَقْتَ الْعَقِيقَةِ سَابِعُ الْوِلَادَةِ وَ أَنَّهَا تَفُوتُ بَعْدَهُ وَتَسْقُطُ إِنْ مَّاتَ قَبْلَهُ ﴾

"اس میں دلیل ہے کہ عقیقہ کا وقت ولادت کا ساتواں روز ہے اور یقیناً عقیقہ اس (دن) کے بعد فوت ہو جاتا ہے اور اگر وہ بچہ اس (دن) سے پہلے فوت ہو جائے تو (عقیقہ) ساقط ہو جاتا ہے۔"(۲)

کیا انسان خود اپنا عقیقہ کر سکتا ہے؟

اگر کسی کے والدین عقیقہ کے مسائل سے لاعلمی وجہالت یا غربت وافلاس یا کسی اور وجہ سے اس کا اپنی زندگی میں عقیقہ نہ کر سکے ہوں تو وہ خود بھی اپنا عقیقہ کر سکتا ہے کیونکہ وہ عقیقہ کے عوض گروی ہے جیسا کہ

---

(۱) [فتاوى إسلامية (۳۲۶/۲)]

(۲) [نيل الأوطار (۴۹۹/۳)]

صحیح حدیث میں ہے۔اس لیے گروی سے آزاد ہونے کے لیے اسے عقیقہ کر لینا چاہیے۔(واللہ اعلم)

(عطاءؒ، حسنؒ) انسان اپنی طرف سے بھی عقیقہ کر سکتا ہے کیونکہ یہ اس کی طرف سے مشروع ہے اور اس لیے بھی کہ وہ عقیقہ کے عوض گروی ہے لہٰذا مناسب یہی ہے کہ اس کے لیے اپنے نفس کو (گروی سے) چھڑانا مشروع قرار دیا جائے۔

البتہ حنابلہ اس کی مخالفت کرتے ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ امام احمدؒ نے اس مسئلہ کے متعلق یہ فتویٰ دیا ہے کہ یہ (یعنی عقیقہ کرنا صرف) والد کی ذمہ داری ہے (بچے کی نہیں)۔(۱)

(شافعیؒ) اگر عقیقہ بلوغت تک مؤخر ہو جائے تو اُس شخص سے (عقیقہ کرنے کا حکم) ساقط ہو جائے گا جو اس بچے کی طرف سے عقیقہ کرنے کا ارادہ رکھتا ہے لیکن اگر وہ خود اپنی طرف سے عقیقہ کرنا چاہے تو کر سکتا ہے۔(۲)

عقیقہ کی بجائے جانور کی قیمت صدقہ کر دینا

افضل یہ ہے کہ جانور کی قیمت صدقہ کرنے کے بجائے عقیقہ کیا جائے کیونکہ یہی مسنون ہے اور اسی کی نبی کریم ﷺ نے تلقین فرمائی ہے۔

(ابن قدامہؒ) عقیقہ کی قیمت صدقہ کرنے سے عقیقہ کے جانور کو ذبح کر دینا افضل ہے۔امام احمدؒ نے اس پر نص بیان کی ہے اور کہا ہے کہ جب کسی کے پاس اس قدر مال نہ ہو کہ جس سے عقیقہ کر سکے تو قرض لے لے۔ مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے سنت زندہ کرنے کی وجہ سے پورا پورا بدلہ دے گا۔امام ابن منذرؒ نے کہا ہے کہ امام احمدؒ نے سچ فرمایا ہے (یقیناً) سنتوں کو زندہ کرنا اور ان کی اتباع کرنا ہی افضل ہے اور اس کے متعلق ان روایات میں 'کہ جنہیں ہم نے روایت کیا ہے' اس قدر تاکید وارد ہوئی ہے جو اس کے علاوہ کسی اور مسئلہ میں وارد نہیں ہوئی اور کیونکہ یہ ایسا ذبیحہ ہے کہ جس کا نبی کریم ﷺ نے حکم دیا ہے لہٰذا ولیمہ اور قربانی کی طرح یہی زیادہ اولیٰ ہے۔(۳)

(ابن قیمؒ) جانور کی قیمت صدقہ کرنے سے جانور ذبح کرنا ہی افضل ہے خواہ عام قربانی کے جانوروں کی قیمت سے زیادہ رقم ہی کیوں نہ صدقہ کر دی جائے۔اس کا سبب یہ ہے کہ نفس قربانی اور خون بہانا (شریعت

---

(۱) [المغنی (۳۹۷/۱۳)]

(۲) [نیل الأوطار (۵۰۰/۳)]

(۳) [المغنی (۳۹۵/۱۳)]

میں) مطلوب و مقصود ہے کیونکہ یہ عبادت ہے اور اسے قرآن میں نماز کے ساتھ ملایا گیا ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ﴾ "اپنے رب کے لیے نماز پڑھ اور قربانی کر۔"(۱)

❑ حافظ عبد المنان نوری پوری ﷾ سے کسی نے دریافت کیا کہ اگر عقیقہ کے لیے جانور خریدنے کی بجائے ان جانوروں کی قیمتیں حسبِ بھاؤ یا حسبِ توفیق کسی غریب آدمی' بیوہ عورت یا یتیم بچوں کو دے دے جو اپنی گزران سے تنگ ہوں اور وہ ان پیسوں سے اپنا نان و نفقہ یا لباس وغیرہ کا انتظام کر سکیں تو کیا اس صورت میں عقیقہ ہو جائے گا یا جانور ہی ذبح کرنا پڑے گا؟

تو حافظ صاحب نے جواب میں کہا کہ یہ طریقہ درست نہیں کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ لڑکے کی طرف سے دو بکریاں عقیقہ میں ذبح کرو اور لڑکی کی طرف سے ایک ۔ اور مذکورہ طریقہ اختیار کرنے سے آپ ﷺ کے فرمان پر عمل نہیں ہوتا۔ (واللہ اعلم)(۲)

نا تمام بچے کی طرف سے عقیقہ کا حکم

اگرچہ بعض علماء نے کہا ہے کہ اگر بچہ روح پھونکے جانے کے بعد پیدا ہو تو اس کا عقیقہ کیا جائے گا لیکن ہمارے علم کے مطابق نا تمام بچے پر چونکہ ساتواں روز نہیں آیا اور عقیقہ کے لیے پیدائش کا ساتواں روز مقرر کیا گیا ہے اس لیے ایسے بچے کا عقیقہ نہیں کیا جائے گا۔

(سعودی مجلس افتاء) نا تمام بچے کی طرف سے عقیقہ نہیں ہے اگرچہ یہ بھی واضح ہو جائے کہ وہ لڑکا ہے یا لڑکی جبکہ وہ روح پھونکے جانے سے پہلے ساقط ہو جائے کیونکہ اسے غلام اور مولود (یعنی بچہ) کے نام سے موسوم نہیں کیا جا سکتا اور عقیقہ کا جانور پیدائش کے ساتویں روز ذبح کیا جاتا ہے۔(۳)

میت کی طرف سے عقیقہ

اہل علم کا کہنا ہے کہ فوت ہونے والا بچہ ہو (بشرطیکہ اس پر ساتواں روز گزر چکا ہو) یا والد دونوں کی طرف سے عقیقہ کیا جا سکتا ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے ہر بچے کو اپنے عقیقہ کے عوض گروی قرار دیا ہے اور گروی کی مثال سے معلوم ہوتا ہے کہ اسے کسی کے فوت ہونے کے بعد بھی چھڑایا جا سکتا ہے۔ (واللہ اعلم)

---

(۱) [تحفة المودود (ص/ ٦٥)]

(۲) [احکام و مسائل (٤٤٨/١)]

(۳) [فتاوی إسلامية (٣٢٦/٢)]

البتہ شیخ ابن عثیمینؒ نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ میت کی طرف سے عقیقہ تو نہیں کیا جائے گا لیکن اس کے لیے مغفرت اور رحمت کی دعا کی جا سکتی ہے اور اگر کسی نیک عمل کا ثواب میت کو ہدیہ کر دیا جائے مثلاً اس کی طرف سے کوئی چیز صدقہ کر دی جائے یا مسلمان دو رکعت نماز ادا کرے یا قرآن کا کچھ حصہ تلاوت کرے اور نیت کرے کہ اس کا ثواب میت کو پہنچ جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں لیکن ان تمام کاموں سے دعا ہی افضل ہے کیونکہ آپ ﷺ نے اسی کی طرف رہنمائی فرمائی ہے۔"(۱)

زندہ والدین کی طرف سے عقیقہ

رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان کہ "ہر بچہ اپنے عقیقے کے عوض گروی ہوتا ہے" سے معلوم ہوتا ہے کہ والدین کی طرف سے اگر عقیقہ نہ کیا گیا ہو تو اولاد بھی ان کی طرف سے عقیقہ کر سکتی ہے کیونکہ گروی کوئی بھی چھڑا سکتا ہے۔ (واللہ اعلم)

عقیقے کے جانور کے گوشت اور کھال کا مصرف

عقیقے کے جانور کے گوشت اور کھال کے کسی خاص استعمال کے متعلق احادیث میں کہیں ذکر موجود نہیں اس لیے انہیں بھی اسی طرح استعمال کر لینا چاہیے جیسے قربانی کا گوشت اور کھال استعمال کی جاتی ہے۔

(دکتور وہبہ زحیلی) عقیقے کے (جانوروں کے) گوشت اور چمڑے کا حکم قربانیوں کی طرح ہی ہے۔ (یعنی) ان کا گوشت کھایا جا سکتا ہے اور اس سے صدقہ کیا جا سکتا ہے اور اس سے کوئی چیز فروخت نہیں کی جا سکتی۔(۲)

(۱) [فتاوی إسلامیه (۳۲۵/۲)]

(۲) [الفقه الإسلامی وأدلته (۶۳۹/۳)]

فصل دوم:

نومولود سے متعلقہ متفرق مسائل

بچے کا سر منڈانا

پیدائش کے ساتویں روز بچے کا سر منڈا کر اس کے سر کی پیدائشی آلائش کو صاف کر کے اسے نہلانا چاہیے جیسا کہ حدیث شریف میں حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ كُلُّ غُلَامٍ رَهِينَةٌ بِعَقِيقَتِهِ تُذْبَحُ عَنْهُ يَوْمَ سَابِعِهِ وَيُحْلَقُ وَيُسَمّٰى ﴾

"ہر بچہ اپنے عقیقہ کے عوض گروی ہوتا ہے پیدائش کے ساتویں روز اس کی طرف سے جانور قربان (کر کے عقیقہ) کیا جائے' اس کے سر کے بال منڈائے جائیں اور اس کا نام رکھا جائے۔" (۱)

بالوں کے برابر چاندی کا صدقہ

جب بچے کا سر منڈا دیا جائے تو اس کے سر سے اترنے والے بالوں کے وزن کے برابر چاندی صدقہ کر دینا بھی مشروع ہے جیسا کہ حدیث میں ہے کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

﴿عَقَّ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ عَنِ الْحَسَنِ بِشَاةٍ وَقَالَ يَا فَاطِمَةُ احْلِقِي رَأْسَهُ وَتَصَدَّقِي بِزِنَةِ شَعْرِهِ فِضَّةً ﴾

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی طرف سے بکری کے ساتھ عقیقہ کیا اور فرمایا اے فاطمہ! اس کا سر منڈاؤ اور اس کے بالوں کے وزن کے برابر چاندی صدقہ کر دو۔" (۲)

---

(۱) [صحیح : صحیح ابو داود (۲٤٦۳) ابو داود (۲۸۳۸) کتاب الضحایا : باب فی العقیقة ' ترمذی (۱۵۲۲) کتاب الأضاحی : باب العقیقة بشاة ' ابن ماجة (۳۱٦۵) کتاب الذبائح : باب العقیقة ' نسائی (۱٦٦/۷) ابن الجادود (۹۱۰) حاکم (۲۳۷/٤) احمد (۱۷/۵) دارمی (۸۱/۲) مشکل الآثار (٤۵۳/۱)]

(۲) [حسن : صحیح ترمذی ' ترمذی (۱۵۱۹) کتاب الأضاحی : باب العقیقة بشاة ' صحیح الجامع الصغیر (٦۹٦۰) المشکاة (٤۱۵٤) اسی معنی کی حدیث مسند احمد (۳۹۰/٦) اور السنن الکبری للبیهقی (۳۰٤/۹) میں بھی ہے۔ شیخ محمد صبحی حسن حلاق نے اسے حسن قرار دیا ہے۔[التعلیق علی السیل الجرار (۲۵۲/۳)]

(شوکانی ؒ) عقیقہ کی تابع اشیاء میں سے بچے کے سر کے بالوں کے برابر چاندی صدقہ کر دینا بھی ہے۔(۱)

(ابن قدامہ ؒ) اور اگر کوئی بچے کے بالوں کے وزن کے برابر چاندی صدقہ کر دے تو بہتر ہے۔(۲)

(سید سابق ؒ) یہ بھی مسنون ہے کہ بچے کے لیے اچھا نام تجویز کیا جائے اور اس کے بال منڈائے جائیں اور ان کے وزن کے برابر چاندی کا صدقہ کر دیا جائے اگر یہ میسر ہو۔(۳)

بچے کے بال منڈوا کر سر پر خوشبو لگانا

(1) حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

﴿ كُنَّا فِي الْجَاهِلِيَّةِ إِذَا وُلِدَ لِأَحَدِنَا غُلَامٌ ذَبَحَ شَاةً وَلَطَخَ رَأْسَهُ بِدَمِهَا فَلَمَّا جَاءَ اللّٰهُ بِالْإِسْلَامِ كُنَّا نَذْبَحُ شَاةً وَنَحْلِقُ رَأْسَهُ وَنُلَطِّخُهُ بِزَعْفَرَانٍ ﴾

"جاہلیت میں جب ہم میں سے کسی کے ہاں بچہ پیدا ہوتا تو ہم بکری ذبح کرتے اور اس کا خون بچے کے سر پر ملتے۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے اسلام نازل فرمادیا تو ہم بکری ذبح کرتے' بچے کا سر منڈواتے اور اس کے سر پر زعفران (کی خوشبو) ملتے۔"(٤)

(2) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ

﴿ كَانُوْا فِي الْجَاهِلِيَّةِ إِذَا عَقُّوْا عَنِ الصَّبِيِّ خَضَبُوْا بِدَمِ الْعَقِيْقَةِ فَإِذَا حَلَقُوْا رَأْسَ الصَّبِيِّ وَضَعُوْهَا عَلَى رَأْسِهِ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : " اجْعَلُوْا مَكَانَ الدَّمِ خَلُوْقًا " ﴾

"جاہلیت میں لوگ جب بچے کی طرف سے عقیقہ کرتے تو عقیقہ کے خون کے ساتھ روئی کا ایک ٹکڑا رنگ دیتے پھر جب بچے کا سر منڈاتے تو اس ٹکڑے کو بچے کے سر پر رکھ دیتے پس نبی ﷺ نے فرمایا "تم

---

(۱) [السيل الجرار (۲۵۲/۳)]

(۲) [المغنی (۳۹۷/۱۳)]

(۳) [فقه السنة (۱۹۹/۳)]

(٤) [**حسن صحيح** : صحيح ابو داود ' ابو داود (۲۸٤۳) كتاب الضحايا : باب فى العقيقة ' طحاوى فى مشكل الآثار (٤٥٦/١) مستدرك حاكم (٢٦٦/٤) بيهقى (٣٠٣/٩) امام حاکم ؒ نے کہا ہے کہ یہ حدیث شیخین کی شرط پر صحیح ہے اور امام ذہبی ؒ نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔ نیز حافظ ابن حجر ؒ نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔

[تلخيص الحبير (١٤٧/٤)]

خون کی جگہ خلوق (ایک قسم کی خوشبو) رکھا کرو۔" (۱)

خلوق کے متعلق امام ابن اثیرؒ رقمطراز ہیں کہ

﴿ وَهُوَ طِيبٌ مَعْرُوفٌ مُرَكَّبٌ يُتَّخَذُ مِنْ زَعْفَرَانَ وَغَيْرِهِ مِنْ أَنْوَاعِ الطِّيبِ وَتَغْلِبُ عَلَيْهِ الْحُمْرَةُ وَ الصُّفْرَةُ ﴾

"یہ ایک معروف مرکب خوشبو ہے جسے زعفران اور دیگر خوشبو کی اقسام سے بنایا جاتا ہے اور اس پر سرخ اور زرد رنگ غالب ہوتا ہے۔" (۲)

(۱) [صحیح : صحیح موارد الظمان (۸۸۳) کتاب الأضاحی : باب ما جآء فی العقیقة ' سلسلة الأحادیث الصحیحة (۴۶۳ ' ۲۴۵۲) ارواء الغلیل (۳۸۹/۴)]

(۲) [النهایة لابن الأثیر (۶۸/۲)]

باب مسائل الصبیان　　　　بچوں سے متعلقہ مسائل کا بیان

بچوں کو چومنا

بچوں کو چومنا مستحب ہے۔ جیسا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

﴿ قَبَّلَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ الْحَسَنَ بْنَ عَلِيٍّ وَعِنْدَهُ الْأَقْرَعُ بْنُ حَابِسٍ التَّمِيمِيُّ جَالِسًا فَقَالَ الْأَقْرَعُ إِنَّ لِي عَشَرَةً مِنَ الْوَلَدِ مَا قَبَّلْتُ مِنْهُمْ أَحَدًا فَنَظَرَ إِلَيْهِ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ ثُمَّ قَالَ مَنْ لَا يَرْحَمُ لَا يُرْحَمُ ﴾

”رسول اللہ ﷺ نے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ کو بوسہ دیا۔ آپ ﷺ کے پاس حضرت اقرع بن حابس رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے (یہ دیکھ کر) کہا کہ میرے دس بیٹے ہیں اور میں نے ان میں سے کسی کو (بھی) کبھی بوسہ نہیں دیا۔ آپ ﷺ نے ان کی طرف دیکھا اور فرمایا کہ جو مخلوقِ خدا پر رحم نہیں کرتا اس پر بھی رحم نہیں کیا جاتا۔“ (۱)

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی روایت میں ہے کہ

﴿ جَاءَ أَعْرَابِيٌّ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ تُقَبِّلُونَ الصِّبْيَانَ فَمَا نُقَبِّلُهُمْ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ أَوَأَمْلِكُ لَكَ أَنْ نَزَعَ اللّٰهُ مِنْ قَلْبِكَ الرَّحْمَةَ ﴾

”ایک دیہاتی نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ آپ لوگ بچوں کو بوسہ دیتے ہیں ہم تو انہیں بوسہ نہیں دیتے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ نے تمہارے دل سے رحم نکال دیا ہے تو میں کیا کر سکتا ہوں۔“ (۲)

---

(۱) [بخاری (۵۹۹۷) کتاب الأدب : باب رحمة الولد وتقبیله ومعانقته ' مسلم (۲۳۱۸) کتاب الفضائل : باب رحمته ﷺ الصبیان والعیال وتواضعه وفضل ذلك ' مسند احمد (۷۱۲٤) ابو داود (۵۲۱۸) کتاب الأدب : باب فی قبلة الرجل ولده ' ترمذی (۱۹۱۱) کتاب البر والصلة : باب ما جاء فی رحمة الولد ' حمیدی (۱۱۰٦) ابن حبان (٤۵۷) بیهقی (۷/۱۰۰)]

(۲) [بخاری (۵۹۹۸) کتاب الأدب : باب رحمة الولد وتقبیله ومعانقته ' مسلم (۲۳۱۷) کتاب الفضائل : باب رحمته ﷺ الصبیان والعیال وتواضعه وفضل ذلك ' الأدب المفرد (۹۰) ابن ماجه (۳٦٦۵) کتاب الأدب : باب بر الوالد والاحسان الی البنات ' مسند احمد (۲٤۳٤۵) ابن حبان (۵۵۹۵) شرح السنة للبغوی (۳٤٤۷)]

بچوں کے پیشاب کا حکم

اگر دودھ پیتا بچہ کسی جگہ یا کپڑے وغیرہ پر پیشاب کر دے تو اس پر صرف پانی کے چھینٹے مار دینا ہی اسے پاک کرنے کے لیے کافی ہے لیکن اگر بچی پیشاب کر دے تو اس جگہ یا کپڑے وغیرہ کو دھویا جائے گا۔ اس کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) حضرت ابو السمح رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ يُغْسَلُ مِنْ بَوْلِ الْجَارِيَةِ وَيُرَشُّ مِنْ بَوْلِ الْغُلَامِ ﴾

"لڑکی کے پیشاب سے آلودہ کپڑا دھویا جائے گا اور لڑکے کے پیشاب سے آلودہ کپڑے پر پانی کے چھینٹے مارے جائیں گے۔"(۱)

(2) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ فِي بَوْلِ الْغُلَامِ الرَّضِيعِ يُنْضَحُ بَوْلُ الْغُلَامِ وَيُغْسَلُ بَوْلُ الْجَارِيَةِ ﴾

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دودھ پیتے بچے کے پیشاب کے متعلق فرمایا کہ لڑکے کے پیشاب پر چھینٹے مارے جائیں اور لڑکی کے پیشاب کو دھویا جائے۔"(۲)

(3) حضرت اُم قیس بنت محصن رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ

﴿أَنَّهَا أَتَتْ بِابْنٍ لَهَا صَغِيرٍ لَمْ يَأْكُلْ الطَّعَامَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَأَجْلَسَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فِي حَجْرِهِ فَبَالَ عَلَى ثَوْبِهِ فَدَعَا بِمَاءٍ فَنَضَحَهُ وَلَمْ يَغْسِلْهُ ﴾

"وہ اپنے چھوٹے بچے کو لے کر 'جو کہ ابھی کھانا نہیں کھاتا تھا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں۔ اس

---

(۱) [صحيح : صحيح أبو داود (٣٦٢) كتاب الطهارة : باب بول الصبى يصيب الثوب ' أبو داود (٣٧٦) نسائى (١٥٨/١) ابن ماجة (٥٦٦) الكنى للدولابى (٣٧/١) ابن خزيمة (٢٨٣) بيهقى (٤١٥/٢) دار قطنى (١٣٠/١) حاكم (١٦٦/١) أبو نعيم (٦٢/٩)]

(٢) [صحيح : صحيح ترمذى ' ترمذى (٦١٠) كتاب الجمعة : باب ما ذكر فى نضح بول الغلام الرضيع ' صحيح أبو داود (٣٦٤) كتاب الطهارة: باب بول الصبى يصيب الثوب' أبو داود (٣٧٨) ابن ماجة (٥٢٥) كتاب الطهارة وسننها : باب ما جاء فى بول الصبى الذى لم يطعم ' أحمد (٧٦/١) شرح معانى الآثار (٩٢/١) دار قطنى (١٢٩/١) حاكم (١٦٠/١) بيهقى (٤١٥/٢) ابن خزيمة (٢٨٤) ابن حبان (٢٤٧) شرح السنة (٣٨٦/١)]

بچے نے آپ ﷺ کے کپڑے پر پیشاب کر دیا تو آپ ﷺ نے پانی منگوایا اور اس کپڑے پر پانی کے چھینٹے مارے اور اسے دھویا نہیں۔" (۱)

(4) حضرت اُم فضل رضی اللہ عنہا سے مروی حدیث میں ہے کہ

﴿ كَانَ الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ فِي حِجْرِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَبَالَ عَلَيْهِ فَقُلْتُ الْبَسْ ثَوْبًا وَأَعْطِنِي إِزَارَكَ حَتَّى أَغْسِلَهُ قَالَ إِنَّمَا يُغْسَلُ مِنْ بَوْلِ الْأُنْثَى وَيُنْضَحُ مِنْ بَوْلِ الذَّكَرِ ﴾

"حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے گود میں تھے کہ انہوں نے آپ ﷺ پر پیشاب کر دیا میں نے کہا' آپ کوئی اور کپڑا پہن لیجئے اور یہ اپنا تہبند مجھے دیجئے میں اسے دھو دیتی ہوں' تو آپ ﷺ نے فرمایا' صرف لڑکی کے پیشاب سے آلودہ کپڑا دھویا جاتا ہے اور لڑکے کے پیشاب سے آلودہ کپڑے پر چھینٹے مارے جاتے ہیں۔" (۲)

(5) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ

﴿ فَأُتِيَ بِصَبِيٍّ فَبَالَ عَلَيْهِ فَدَعَا بِمَاءٍ فَأَتْبَعَهُ بَوْلَهُ وَلَمْ يَغْسِلْهُ ﴾

"رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک بچہ لایا گیا' اس نے آپ ﷺ پر پیشاب کر دیا تو آپ ﷺ نے پانی منگوا کر اس پر بہا دیا اور اسے دھویا نہیں۔" (۳)

---

(۱) [بخاری (۲۲۳) کتاب الوضوء : باب بول الصبیان ' مسلم (۲۸۷) کتاب الطهارة : باب حکم بول الطفل الرضیع و کیفیة غسله ' أحمد (۳۵۵/۶) أبو داود (۳۷٤) کتاب الطهارة : باب بول الصبی یصیب الثوب ' ترمذی (۷۱) کتاب الطهارة : باب ما جاء فی نضح بول الغلام قبل أن یطعم ' نسائی (۱۵۷/۱) ابن ماجة (۵۲٤) کتاب الطهارة وسننها : باب ما جاء فی بول الصبی الذی لم یطعم ' حمیدی (۳٤۳) ابن الجارود (۱۳۹) أبو عوانة (۲۰۲/۱) أبو داود طیالسی (۱٦۳٦) ابن خزیمة (۱٤٤/۱) شرح معانی الآثار (۹۲/۱) بیهقی (٤۱٤/۲) شرح السنة (۳۸٤/۱)]

(۲) [**صحیح** : صحیح أبو داود (۳٦۱) کتاب الطهارة : باب بول الصبی یصیب الثوب' أبو داود (۳۷۵) ابن ماجة (۵۲۲) کتاب الطهارة وسننها : باب ما جاء فی بول الصبی الذی لم یطعم ' شرح معانی الآثار (۹۲/۱) حاکم (۱٦٦/۱) بیهقی (٤۱٤/۲) ابن خزیمة (۲۸۲) شرح السنة (۳۸۵/۱) طبرانی کبیر (۵/۳)]

(۳) [مسلم (۲۸٦) کتاب الطهارة : باب حکم بول الطفل الرضیع و کیفیة غسله ' بخاری (۲۲۲) کتاب الوضوء : باب بول الصبیان ' ابن ماجة (۵۲۳) کتاب الطهارة وسننها : باب ما جاء فی بول الصبی الذی لم یطعم ' احمد (۵۲/٦)]

کیا بچوں کی نجاست دھونے والی عورت کا وضوء ٹوٹ جائے گا؟

(سعودی مجلس افتاء) کسی نے دریافت کیا کہ میں نے وضوء کے بعد اپنے بچوں کی نجاست دھوئی 'کیا اس طرح میرا وضوء ٹوٹ گیا؟

تو مجلس افتاء نے جواب دیا کہ

باوضوء یا بے وضوء شخص کے جسم سے نجاست دھونا ناقض وضوء نہیں ہے۔ البتہ اگر بچے کی شرمگاہ کو ہاتھ لگ جائے تو اس سے وضوء ٹوٹ جائے گا' جس طرح اپنی شرمگاہ کو ہاتھ لگانے سے وضوء ٹوٹ جاتا ہے اسی طرح بچے کی شرمگاہ کو ہاتھ لگانے سے بھی وضوء ٹوٹ جاتا ہے۔(۱)

بچوں کے لعاب دہن اور قے کا حکم

بچوں کا لعاب دہن اور قے پاک ہے' کیونکہ اس کے نجس و پلید ہونے کی کوئی صحیح دلیل موجود نہیں اور یہ قاعدہ ہے کہ

﴿ الْأَصْلُ الطَّهَارَةُ فَلَا يَنْقُلُ عَنْهَا اِلَّا نَاقِلٌ صَحِيْحٌ لَمْ يُعَارِضْهُ مَا يُسَاوِيْهِ أَوْ يُقَدَّمُ عَلَيْهِ ﴾

"(ہر چیز میں) اصل طہارت ہے اور اس وصف سے اسے کوئی چیز خارج نہیں کرتی مگر صرف ایسی صحیح دلیل جو اس کے مساوی ہو یا اس سے زیادہ صحیح ہو۔"(۲)

اور حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے مروی جس روایت میں مذکور ہے کہ "ہم پاخانے، پیشاب، مذی، منی، خون اور قے (لگ جانے) سے کپڑے کو دھویا کرتے تھے۔" وہ ضعیف ہے۔ امام دارقطنیؒ، امام عقیلیؒ، امام بزارؒ، امام ابن عدیؒ اور امام ابو نعیمؒ وغیرہ نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔ نیز اس روایت کے متعلق امام شوکانیؒ فرماتے ہیں کہ یہ روایت نہ تو کسی صحیح سند سے اور نہ ہی کسی حسن سند سے ثابت ہے اور نہ ہی یہ اُس ادنٰی درجے تک ہی پہنچتی ہے کہ جو اسے قابل احتجاج بناتا ہو۔(۳)

(ابن تیمیہؒ، ابن قیمؒ) انہوں نے بچوں کے لعاب اور قے کے پاک ہونے کا فتویٰ دیا ہے۔(٤)

---

(۱) [فتاوی برائے خواتین' مطبوعہ دارالسلام (ص / ۷۱)]

(۲) [السیل الجرار (۱/ ١٥٤) یہ قاعدہ امام شوکانیؒ نے نقل فرمایا ہے۔]

(۳) [دیکھئے: دارقطنی (۱/ ۱۲۷) الضعفاء للعقیلی (۱/ ۱۷٦) الکامل لابن عدی (۲/ ۹۸) بیھقی (۱/ ١٤) السیل الجرار للشوکانی (۱/ ١٥٤)]

(٤) [دیکھئے: تحفة المودود (ص / ۱۹۲)]

بچوں کے کانوں میں سوراخ کرانا

(ابن قیمؒ) بچی کے کان میں زیب وزینت کے لیے سوراخ کرانا جائز ہے' امام احمدؒ نے اس پر نص بیان کی ہے اور اس پر بھی نص بیان کی ہے کہ یہ عمل بچے کے حق میں مکروہ ہے۔ ان دونوں کے درمیان فرق یہ ہے کہ بچی زیورات کی محتاج ہے جبکہ بچہ محتاج نہیں' اس لیے بچی کے حق میں کان میں سوراخ کرانا مصلحت کے تحت ہے۔(۱)

اور حدیث اُم زرع میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا' میں تمہارے لیے اس طرح ہوں جیسے ابوزرع اُم زرع کے لیے ہے اور اس میں (اُم زرع کا ابوزرع کے متعلق) یہ قول بھی ہے کہ ﴿أَنَاسَ مِنْ حُلِيٍّ أُذُنَيَّ﴾ "اس نے میرے دونوں کانوں کو زیورات سے بھر دیا ہے۔" (۲) اور صحیحین میں ہے کہ ﴿ لَمَّا حَرَّضَ النَّبِيُّ ﷺ النِّسَاءَ عَلَى الصَّدَقَةِ جَعَلَتِ الْمَرْأَةُ تُلْقِي خُرْصَهَا ﴾ "جب نبی کریم ﷺ نے عورتوں کو صدقہ وخیرات کی ترغیب دلائی تو وہ اپنی (کانوں کی) بالیاں (بطورِ صدقہ) پھینکنا شروع ہو گئیں۔"(۳) (مذکورہ بالا دونوں احادیث سے معلوم ہوا کہ عہد رسالت میں عورتوں کے کانوں میں زیور مثلاً بالیاں وغیرہ پہننے کا عام رواج تھا' جو اس بات کی دلیل ہے کہ ان کے کانوں میں سوراخ بھی یقیناً کرایا جاتا تھا' پھر رسول اللہ ﷺ کا بھی اس عمل کو برقرار رکھنا اور اس سے منع نہ کرنا اس کے جواز کا واضح ثبوت ہے)۔

بچوں کے گلوں میں زیب وزینت کے لیے ہار لٹکانا

امام بخاریؒ نے یہ باب قائم کیا ہے کہ

---

(۱) [مزید دیکھئے: تحفة المودود (ص / ۱۸۵)]

(۲) [بخاری (۵۱۸۹) کتاب النکاح : باب حسن المعاشرة مع الأهل ' مسلم (۲٤٤۸) کتاب فضائل الصحابة : باب ذکر حدیث أم زرع ' ترمذی فی الشمائل (۲۵۱) نسائی فی السنن الکبری (۹۱۳۸/۵) ابن حبان (۷۱۰٤) طبرانی کبیر (۲٦۵/۲۳) أبو یعلی (٤۷۰۱/۸) شرح السنة للبغوی (۲۳٤۰)]

(۳) [بخاری (۱٤٤۹) کتاب الزکاة : باب العرض فی الزکاة ' مسلم (۸۸٤) کتاب صلاة العیدین : باب کتاب صلاة العیدین ' ابو داود (۱۱٤۷) ترمذی (۵۳۷) ابن ماجه (۱۲۷۳) ' (۱۲۷٤) نسائی (۱۵٦۸) وفی السنن الکبری (۱۷۷٦/۱) دارمی (۱٦۰۳) حمیدی (٤۷٦) ابن أبی شیبة (۱٦۹/۲) طیالسی (۲٦۵۵) طبرانی کبیر (۱۱۳٤۰) ابن حبان (۲۸۲٤)]

﴿ بَابُ السِّخَابِ لِلصِّبْيَانِ ﴾ "باب' بچوں کے گلوں میں ہار لٹکانا (جائز ہے)۔"
اور اس کے تحت یہ حدیث نقل فرمائی ہے:

﴿عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ كُنْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فِي سُوقٍ مِنْ أَسْوَاقِ الْمَدِينَةِ فَانْصَرَفَ فَانْصَرَفْتُ فَقَالَ أَيْنَ لُكَعُ ثَلَاثًا ادْعُ الْحَسَنَ بْنَ عَلِيٍّ فَقَامَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ يَمْشِي وَفِي عُنُقِهِ السِّخَابُ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ بِيَدِهِ هَكَذَا فَقَالَ الْحَسَنُ بِيَدِهِ هَكَذَا فَالْتَزَمَهُ فَقَالَ اللَّهُمَّ إِنِّي أُحِبُّهُ فَأَحِبَّهُ وَأَحِبَّ مَنْ يُحِبُّهُ وَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ فَمَا كَانَ أَحَدٌ أَحَبَّ إِلَيَّ مِنَ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ بَعْدَ مَا قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَا قَالَ﴾

"حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں مدینہ کے بازاروں میں سے ایک بازار میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھا۔ آپ ﷺ واپس ہوئے تو میں بھی آپ ﷺ کے ساتھ واپس ہوا۔ پھر آپ نے فرمایا' بچہ کہاں ہے' یہ آپ نے تین مرتبہ فرمایا کہ حسن بن علی کو بلاؤ۔ حسن بن علی رضی اللہ عنہ آ رہے تھے اور ان کی گردن میں (کسی خوشبودار چیز کا) ہار تھا۔ آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ (انہیں گلے سے لگانے کے لیے) اس طرح پھیلایا اور حسن رضی اللہ عنہ نے بھی اسی طرح اپنا ہاتھ پھیلایا اور وہ آپ ﷺ سے لپٹ گئے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے اللہ! میں اس سے محبت کرتا ہوں تو بھی اس سے محبت کر اور ان سے بھی محبت کر جو اس سے محبت رکھیں ۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ کے اس ارشاد کے بعد کوئی شخص بھی حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ سے زیادہ مجھے پیارا نہیں تھا۔" (۱)

اس حدیث میں ہار کے لیے جو لفظ استعمال کیا گیا ہے وہ ہے "سخاب" اس کی وضاحت کرتے ہوئے حافظ ابن حجر رضی اللہ عنہ اس حدیث کی شرح میں نقل فرماتے ہیں کہ امام خطابیؒ نے فرمایا ہے کہ اس سے مراد ایسا ہار ہے جو کسی خوشبودار چیز سے بنایا جاتا ہے اور اس میں سونا یا چاندی نہیں ہوتی۔ داودیؒ نے کہا ہے کہ یہ ہار (کسی خوشبودار چیز یعنی) لونگ وغیرہ سے بنایا جاتا ہے۔ امام ہرویؒ کا کہنا ہے کہ اس سے مراد ایسا دھاگہ ہے جس میں پتھر کے نگ پروئے ہوئے ہوں' اسے بچے اور بچیاں پہنتی ہیں۔ (۲)

---

(۱) [بخاری (۵۸۸۴ ' ۸۳۸۸ ' ۲۱۲۲) کتاب اللباس : باب السخاب للصبیان ' مسلم (۲۴۲۱) کتاب فضائل الصحابة : باب من فضائل الحسن والحسین رضی اللہ عنهما ' ابن ماجه (۱۴۲) نسائی فی السنن الکبری (۸۱۶۴/۵) ابن حبان (۶۹۶۳) حمیدی (۱۰۴۳) شرح السنة للبغوی (۳۹۳۳) تحفة الأشراف (۱۴۶۳۴)]

(۲) [فتح الباری (تحت الحدیث / ۲۱۲۲) کتاب البیوع : باب ما ذکر فی الأسواق]

امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ

"سخاب" کی جمع "سخب" ہے۔ یہ لونگ 'کستوری' عود اور اس طرح کی دوسری خوشبو کی ملی جلی قسموں سے بنا ہوا ہار ہے 'جو تسبی کی شکل میں بنایا جاتا ہے اور بچوں اور بچیوں کے گلوں میں بطورِ ہار ڈالا جاتا ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ ایسا ہار ہے جس میں پتھر کے نگ ہوں۔ اس کا نام "سخاب" اس لیے رکھا گیا ہے کیونکہ اس کی حرکت سے اس کے نگوں کی آواز پیدا ہوتی ہے (اور سخب شور کو کہتے ہیں)۔(۱)

امام ابن اثیرؒ رقمطراز ہیں کہ

یہ ایسا دھاگہ ہے جس میں پتھر کے نگ پروئے گئے ہوں اور اسے بچے اور بچیاں پہنتی ہیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ ایسا ہار ہے جو لونگ 'ایک خوشبودار درخت کے بیج یا اس طرح کی کسی چیز سے بنایا جاتا ہے اور اس میں موتی اور جواہر میں سے کچھ بھی نہیں ہوتا۔ اسی سے حدیثِ فاطمہ ہے کہ انہوں نے اپنے بیٹے (حسن رضی اللہ عنہ) کو سخاب یعنی ہار پہنایا۔(۲)

(نوویؒ) اس حدیث میں بچوں کو ہار اور اس طرح کی دوسری زینت کی اشیاء پہنانے کا جواز موجود ہے۔(۳)

معلوم ہوا کہ بچوں کے گلوں میں اس طرح کا ہار لٹکانا جائز ہے۔ تاہم اس جواز کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ بچوں کے گلوں میں بیماری 'نظر بد یا کسی اور تکلیف سے بچاؤ کے لیے تعویذ لٹکانا بھی جائز ہے 'کیونکہ تعویذ لٹکانے سے شریعت میں منع کر دیا گیا ہے' جیسا کہ اس کے دلائل کا بیان آئندہ عنوان "بچوں کے گلوں میں تعویذ لٹکانا" کے تحت آ رہا ہے۔

بچوں کے گلوں میں نظر بد سے بچاؤ کا تعویذ لٹکانا

نظر بد سے بچاؤ کی غرض سے بچوں کے گلوں میں تعویذ' گنڈے یا منکے وغیرہ لٹکانا یا بازو وغیرہ کے ساتھ باندھنا جائز نہیں 'بلکہ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر ایسی چیزوں پر بھروسہ کرنا اور انہیں مشکل کشا سمجھنا شرک ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ وَإِن يَمْسَسْكَ اللَّهُ بِضُرٍّ فَلاَ كَاشِفَ لَهُ إِلاَّ هُوَ وَإِن يَمْسَسْكَ بِخَيْرٍ فَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴾ [الأنعام : ١٧]

---

(١) [شرح مسلم للنووی (٤٥/٨)]

(٢) [النهاية لابن الأثير (٧٦١/١)]

(٣) [شرح مسلم للنووی (٤٥/٨)]

"اور اگر تجھ کو اللہ تعالیٰ کوئی تکلیف پہنچائے تو اس کا دور کرنے والا اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں۔ اور اگر تجھ کو اللہ تعالیٰ کوئی نفع پہنچائے تو وہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے۔"

اسی طرح ایک حدیث میں یہ بات یوں بیان ہوئی ہے کہ

﴿ اللَّهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا أَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ ﴾

"اے اللہ! جس کو تو دے اس کو کوئی روکنے والا نہیں اور جس سے تو روک لے اس کو کوئی دینے والا نہیں اور کسی صاحبِ حیثیت کو اس کی حیثیت تیرے مقابلے میں نفع نہیں پہنچا سکتی۔" (۱)

اور بطورِ خاص تعویذ لٹکانے کی مذمت میں درج ذیل روایات قابلِ ذکر ہیں:

(1) حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ مَنْ عَلَّقَ تَمِيمَةً فَقَدْ أَشْرَكَ ﴾

"جس نے کوئی تعویذ لٹکایا اس نے یقیناً شرک کیا۔" (۲)

(2) حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک روایت میں ہے کہ

﴿ أَنَّهُ جَاءَ فِي رَكْبٍ عَشَرَةٌ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فَبَايَعَ تِسْعَةً وَأَمْسَكَ عَنْ رَجُلٍ مِّنْهُمْ ، فَقَالُوا : مَا شَأْنُهُ ؟ فَقَالَ : إِنَّ فِي عَضُدِهِ تَمِيمَةً ، فَقَطَعَ الرَّجُلُ التَّمِيمَةَ ، فَبَايَعَهُ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ ، ثُمَّ قَالَ : "مَنْ عَلَّقَ فَقَدْ أَشْرَكَ" ﴾

"ایک قافلے میں دس آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نو سے بیعت لے لی اور ایک آدمی سے بیعت نہ لی۔ انہوں نے دریافت کیا کہ (اے اللہ کے رسول! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے) اس سے بیعت کیوں نہیں لی؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کے بازو میں تعویذ (بندھا ہوا) ہے۔ تو ایک آدمی نے تعویذ کاٹ ڈالا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے بیعت لی اور فرمایا کہ جس نے (نظر بد یا کسی تکلیف وغیرہ سے بچاؤ کے لیے کچھ) لٹکایا اس نے شرک کیا۔" (۳)

---

(۱) [بخاری (۸٤٤) کتاب الأذان : باب الذکر بعد الصلاة ، مسلم (۵۹۳) کتاب المساجد ومواضع الصلاة : باب استحباب الذکر بعد الصلاة وبیان صفته ،]

(۲) [**صحیح** : صحیح الجامع الصغیر (٦٣٩٤)]

(۳) [**صحیح** : صحیح الترغیب والترهیب (٣٤٥٥) کتاب الجنائز : الترهیب من تعلیق التمائم والحروز ، السلسلة الصحیحة (٤٩٢) ، (١/٨٨٩)]

(3) عیسیٰ بن حمزہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن حکیم رضی اللہ عنہ کے پاس گیا تو انہیں بخار تھا' تو میں نے ان سے کہا:

﴿ أَلَا تُعَلِّقُ تَمِيمَةً ، فَقَالَ : نَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ ذٰلِكَ ، وَفِي رِوَايَةٍ : اَلْمَوْتُ أَقْرَبُ مِنْ ذٰلِكَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ "مَنْ عَلَّقَ شَيْئًا وُكِلَ إِلَيْهِ" ﴾

''آپ تعویذ کیوں نہیں لٹکا لیتے۔ انہوں نے کہا' ہم اس سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ (انہوں نے کہا) اس سے تو موت زیادہ اچھی ہے (کیونکہ) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ جس نے کوئی چیز لٹکائی وہ اسی کے سپرد کر دیا گیا۔'' (۱)

تعویذ کی طرح بچوں کے پاس چھری رکھنا

(شیخ ابن بازؒ) کسی نے دریافت کیا کہ بعض لوگ اپنے بچوں کو جنات کے شر سے بچانے کے لیے چھری رکھ دیتے ہیں' کیا یہ کام درست ہے؟

تو شیخ نے جواب دیا کہ

یہ عمل منکر ہے' چونکہ شرعاً اس کی کوئی صحیح بنیاد نہیں لہٰذا ناجائز ہے۔ اس بارے میں مشروع طریقہ یہ ہے کہ بچوں پر اُس طرح دم کیا جائے جس طرح نبی کریم ﷺ حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو دم کیا کرتے تھے (اس کا بیان آئندہ عنوان کے تحت ملاحظہ فرمائیے)۔ (۲)

بچوں کو نظر بد سے بچانے کے لیے مسنون طریقہ

(1) رسول اللہ ﷺ نظر بد سے بچانے کے لیے حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو ان الفاظ کے ساتھ دم کیا کرتے تھے:

﴿ أُعِيذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّةِ مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ وَهَامَّةٍ وَمِنْ كُلِّ عَيْنٍ لَامَّةٍ ﴾

''میں تمہیں ہر شیطان' ہر زہریلے جانور اور ہر لگ جانے والی نظر سے اللہ کے مکمل کلمات کی پناہ میں دیتا ہوں۔'' (۳)

---

(۱) [حسن : غاية المرام (۲۹۷)]

(۲) [فتاوی برائے خواتین' مطبوعه دارالسلام (ص / ٤٦)]

(۳) [بخاری (۳۳۷۱) کتاب أحادیث الأنبیاء : باب قول الله تعالی واتخذ الله ابراهیم خلیلا ' ترمذی (۲۰۶۰) کتاب الطب : باب ' ابو داود (٤۷۳۷) کتاب السنة : باب فی القرآن ' المشکاة (۱۵۳۵)]

لہٰذا والدین یا گھر کے بڑوں کو بچوں کے سر پر ہاتھ رکھ کر ان الفاظ کے ساتھ دم کرتے رہنا چاہیے۔

(2) نبی کریم ﷺ نظر بد سے بچاؤ کے لیے معوذتین سورتیں (یعنی سورۃ الفلق اور سورۃ الناس) پڑھا کرتے تھے جیسا کہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

﴿ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ يَتَعَوَّذُ مِنَ الْجَانِّ وَعَيْنِ الْإِنْسَانِ حَتّٰى نَزَلَتِ الْمُعَوِّذَتَانِ فَلَمَّا نَزَلَتَا أَخَذَ بِهِمَا وَتَرَكَ مَا سِوَاهُمَا ﴾

"رسول اللہ ﷺ جنات سے اور انسانوں کی نظر سے پناہ مانگا کرتے تھے یہاں تک کہ "معوذتین سورتیں" نازل ہوئیں' پس جب وہ نازل ہوئیں تو آپ ﷺ نے ان کے ساتھ دم کرنا شروع کیا اور ان کے علاوہ تمام دموں کو چھوڑ دیا۔"(۱)

(3) جب بھی کوئی خوش کن چیز (مثلاً خوبصورت بچہ وغیرہ) نظر آئے تو اس (کی تعریف و توصیف کے ساتھ ساتھ لازماً اس) کے لیے برکت کی دعا کی جائے' جیسا کہ حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ إِذَا رَأَى أَحَدُكُمْ مِنْ نَفْسِهِ أَوْ مَالِهِ أَوْ مِنْ أَخِيهِ مَا يُعْجِبُهُ فَلْيَدْعُ لَهُ بِالْبَرَكَةِ فَإِنَّ الْعَيْنَ حَقٌّ ﴾

"جب تم میں سے کوئی اپنے نفس' اپنے مال یا اپنے بھائی کی کوئی ایسی چیز دیکھے جو اسے اچھی (یعنی خوبصورت) لگے تو وہ اس کے لیے برکت کی دعا کرے' کیونکہ نظر بد حق ہے۔"(۲)

برکت کی دعا ان الفاظ میں کی جا سکتی ہے " بَارَكَ اللّٰهُ فِيْكَ " یا " مَا شَاءَ اللّٰه "۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ مَنْ رَأَى شَيْئًا فَأَعْجَبَهُ فَقَالَ : مَا شَاءَ اللّٰه وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰه ' لَمْ يَضُرُّهُ ﴾

"جو شخص کوئی چیز دیکھے اور وہ اسے اچھی لگے تو کہے " مَا شَاءَ اللّٰهُ وَ لَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ" تو اسے (کوئی) نقصان نہیں پہنچے گا۔"(۳)

---

(۱) [صحیح : هداية الرواة (۲۸۲/٤) ترمذی (۲۰۵۸) كتاب الطب : باب ما جاء في الرقية بالمعوذتين]

(۲) [صحیح : صحيح الجامع الصغير (٥٥٦)]

(۳) [رواه ابن السنی والبزار كما فی تحفة الأحوذی (۲۱۸/٦)]

اگر بچوں کو نظر لگ جائے تو اس کا مسنون طریقۂ علاج

① نظر بد لگ جانے پر رسول اللہ ﷺ دم کرنے کا حکم دیا کرتے تھے جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ

﴿ أَمَرَنِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَوْ أَمَرَ أَنْ يُسْتَرْقَى مِنَ الْعَيْنِ ﴾

''رسول اللہ ﷺ نے مجھے حکم دیا یا (آپ رضی اللہ عنہا نے یوں بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے) حکم دیا کہ نظر بد لگ جانے پر (معوذتین وغیرہ جیسے پناہ کے کلمات پڑھ کر) دم کر لیا جائے۔'' (١)

حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی روایت میں ہے کہ

﴿ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ رَأَى فِي بَيْتِهَا جَارِيَةً فِي وَجْهِهَا سَفْعَةٌ فَقَالَ اسْتَرْقُوا لَهَا فَإِنَّ بِهَا النَّظْرَةَ ﴾

''نبی کریم ﷺ نے ان کے گھر میں ایک لڑکی دیکھی جس کے چہرے پر (نظر بد کی وجہ سے) سیاہ دھبے پڑے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس پر دم کرو کیونکہ اسے نظر بد لگ گئی ہے۔'' (٢)

واضح رہے کہ ہر نظر لگانے والا حاسد ہی ہوتا ہے جبکہ ہر حاسد نظر لگانے والا نہیں ہوتا لہٰذا جب حاسد سے پناہ مانگ لی جائے گی تو نظر لگانے والے سے پناہ بھی اسی میں آ جائے گی۔ سورۃ الفلق میں حاسد سے پناہ مانگنے کا ذکر ہے لہٰذا نظر بد سے بچنے کے لیے یہ سورت پڑھتے رہنا چاہیے اور مزید یہ کہ نبی اکرم ﷺ کا بھی یہی معمول تھا جیسا کہ مندرجہ بالا حدیث میں موجود ہے۔ معوذتین کے علاوہ آیت الکرسی اور سورۂ فاتحہ بھی پڑھ کر بچوں کو دم کرتے رہنا چاہیے۔

② نظر بد کے علاج کا دوسرا طریقہ یہ ہے کہ نظر زدہ بچے کے سر پر ہاتھ رکھ کر یہ دعا پڑھی جائے:

'' بِسْمِ اللَّهِ أَرْقِيكَ مِنْ كُلِّ شَيْئٍ يُؤْذِيكَ مِنْ شَرِّ كُلِّ نَفْسٍ أَوْ عَيْنِ حَاسِدٍ اَللَّهُ يَشْفِيكَ بِسْمِ اللَّهِ أَرْقِيكَ '' یا یہ دعا پڑھی جائے '' بِسْمِ اللَّهِ يُبْرِيكَ مِنْ كُلِّ دَاءٍ يَشْفِيكَ وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ إِذَا حَسَدَ

---

(١) [بخاری (٥٧٣٨) كتاب الطب : باب رقية العين ' مسلم (٢١٩٥) كتاب السلام : باب استحباب الرقية من العين والنملة والحمة والنظرة ' ابن ماجة (٣٥١٢) نسائی فی السنن الكبرى (٧٥٣٦) ابن حبان (٦١٠٣) شرح السنة للبغوی (٣٢٤٢) بیهقی (٣٤٧/٩)]

(٢) [بخاری (٥٧٣٩) كتاب الطب : باب رقية العين ' مسلم (٢١٩٧) كتاب السلام : باب استحباب الرقية من العين والنملة الحمة والنظرة ' تحفة الأشراف (١٨٢٦٦)]

وَمِنْ شَرِّ كُلِّ ذِیْ عَیْنٍ "۔(۱)

مذکورہ بالا دونوں دعاؤں کے علاوہ مریض کے سر پر ہاتھ رکھ کر یہ دعا بھی پڑھی جا سکتی ہے۔

" أَذْهِبِ الْبَأْسَ رَبَّ النَّاسِ وَاشْفِ أَنْتَ الشَّافِي لَا شِفَاءَ إِلَّا شِفَاءُكَ شِفَاءً لَا يُغَادِرُ سَقَمًا "(۲)

③ تیسرا طریقہ یہ ہے کہ جس کی نظر لگی ہے اگر اس کا پتہ چل جائے تو اس سے غسل کروایا جائے اور پھر جس پانی سے اس نے غسل کیا ہے اسے نظر زدہ بچے کے جسم پر بہا دیا جائے۔

صحیح مسلم کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ وَإِذَا اسْتُغْسِلْتُمْ فَاغْسِلُوا ﴾ "جب تم سے غسل طلب کیا جائے تو غسل کرو۔"(۳)

ایک طویل روایت میں موجود ہے کہ حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ سفید رنگ اور خوبصورت جسم کے مالک تھے وہ ایک مرتبہ غسل کر رہے تھے کہ ان کے قریب سے حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ کا گزر ہوا' انہوں نے یہ کہہ دیا' میں نے آج کے دن کی مانند کوئی دن نہیں دیکھا اور نہ ہی ایسا خوبصورت جسم۔ بس یہ سننا تھا کہ حضرت سہل رضی اللہ عنہ (نظر لگنے کی وجہ سے) زمین پر گر پڑے۔ انہیں رسول اللہ ﷺ کے پاس لایا گیا تو آپ نے دریافت کیا کہ تم کس پر اِس (کو نظر لگانے) کا الزام لگاتے ہو؟ تو لوگوں نے عامر بن ربیعہ کا نام پیش کیا۔ پس آپ ﷺ نے عامر رضی اللہ عنہ کو بلا لیا اور ان پر غصے ہوئے اور فرمایا﴿ عَلامَ يَقْتُلُ أَحَدُكُم أَخَاهُ ؟ هَلا إذا رأيتَ ما يُعجبُكَ برَّكْتَ ، ثم قال ، اغتسِلْ لَهُ ﴾ "کس وجہ سے تمہارا ایک اپنے بھائی کو قتل کرتا ہے؟ جب تو نے ایسی چیز کو دیکھا جو تجھے اچھی لگی تو تم نے اس کے حق میں برکت کی دعا کیوں نہ کی۔ پھر آپ ﷺ نے انہیں حکم دیا کہ اس (یعنی سہل) کے لیے غسل کرو۔"

چنانچہ انہوں نے اپنا چہرہ' اپنے ہاتھ' اپنی کہنیاں' اپنے گھٹنے' اپنے قدموں کے اطراف اور اپنے ازار کے اندرونی حصے کو ایک برتن میں دھویا۔ پھر ایک آدمی نے اس پانی کو پیچھے سے سہل کے سر اور کمر پر ڈالا پھر اس برتن (کے سارے پانی کو اس پر) اُنڈیل دیا گیا۔ یوں سہل رضی اللہ عنہ (تندرست ہو گئے اور) لوگوں کے ساتھ واپس گئے تو انہیں کوئی تکلیف بھی نہیں تھی۔

---

(۱) [مسلم (۲۱۸٦) كتاب السلام : باب الطب والمرض والرقى]

(۲) [بخاری (۵۷۵۰) كتاب الطب : باب مسح الراقي الوجع بيده اليمنى]

(۳) [مسلم (۲۱۸۸) كتاب السلام : باب الطب والمرض والرقى ' ترمذى (۲۰٦۲) كتاب الطب : باب ما جاء أن العين حق والغسل لها ' ابن حبان (٦١٠٧) ابن أبي شيبة (۵۹/۸) عبد الرزاق (۱۹۷۷۰) طبرانی کبیر (۱۰۹۰۵) شرح السنة للبغوى (۳۲٤٦) بيهقى (۳۵۱/۹)]

سنن ابن ماجہ اور موطا کی روایت میں عامر رضی اللہ عنہ کو غسل کی جگہ وضوء کا حکم دینے کا ذکر ہے۔(۱)

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جو چیز اچھی لگے اسے دیکھ کر اس کے حق میں برکت کی دعا کرنی چاہیے یعنی بَارَكَ اللهُ یا مَا شَاءَ اللهُ کہہ دینا چاہیے' اس سے نظر بد نہیں لگتی۔

بچوں کو سونے یا چاندی کے زیورات پہنانا

مثلاً ہار' انگوٹھیاں اور پازیبیں وغیرہ۔ چونکہ سونا پہننا مردوں کے لیے جائز نہیں اس لیے بچوں کو بھی سونا نہیں پہنانا چاہیے اور اگر کوئی بچوں کو سونا پہنائے گا تو بچے تو مکلف نہ ہونے کی وجہ سے گناہگار نہیں ہوں گے لیکن انہیں سونا پہنانے والا ضرور گناہگار ہوگا کیونکہ وہ مکلّف ہے۔ تاہم مردوں کے لیے چاندی کی انگوٹھیوں کا جواز صحیح احادیث میں موجود ہے اس لیے بچوں کو بھی چاندی کی انگوٹھیاں پہنائی جاسکتی ہیں۔ رہی بات بچیوں کی تو انہیں سونے یا چاندی کی کوئی بھی چیز پہنائی جاسکتی ہے' کیونکہ کتاب و سنت کے متعدد دلائل سے ثابت ہوتا ہے کہ عورت ہی وہ ذات ہے جسے زیورات سے آراستہ ہونے کے لیے بنایا گیا ہے۔ چنانچہ عورت کے متعلق ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ أَوَمَن يُنَشَّأُ فِي الْحِلْيَةِ وَهُوَ فِي الْخِصَامِ غَيْرُ مُبِينٍ ﴾ [الزخرف : ۱۸]

”کیا وہ جو زیور میں پرورش پائے اور جھگڑے کے وقت بات کی وضاحت نہ کر سکے۔“

اور حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ حُرِّمَ لِبَاسُ الْحَرِيرِ وَالذَّهَبِ عَلَى ذُكُورِ أُمَّتِي وَأُحِلَّ لِإِنَاثِهِمْ ﴾

”سونا اور ریشم میری امت کے مردوں پر حرام جبکہ عورتوں پر حلال ہے۔“(۲)

---

(۱) [**صحیح** : هداية الرواة (۲۸۲/٤)' (٤٤٨٧) صحیح ابن ماجة (۲۸۲۸) کتاب الطب : باب العین ' مسند احمد (٤٨٦/٣) شرح السنة (٣٦٦/٣-٣٦٧) ابن ماجة (٣٥٠٩) موطا (١٤٧١)' (٩٣٩/٢) کتاب الجامع : باب الوضوء من العين ' نسائی فی السنن الکبری (٧٦١٨) بیهقی فی دلائل النبوة (١٦٣/٦) عبد الرزاق (١٩٧٦٦) شرح مشكل الآثار (٢٨٩٥) طبرانی کبیر (٥٥٧٥) ابن عبد البر فی التمهيد (٢٤٢/٦) شیخ شعیب اَرناؤوط نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔[مسند احمد محقق (١٥٩٨٠)] امام ابن حبانؒ نے بھی اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔]

(۲) [**صحیح** : صحیح ترمذی ' ترمذی (١٧٢٠) کتاب اللباس : باب ما جاء فی الحریر والذهب ' ابن أبی شیبة (٣٤٦/٨) احمد (٣٩٢/٤) شرح معانی الآثار (٢٥١/٤) بیهقی فی السنن الکبری (٤٢٥/٢) طیالسی (١٨٢٠)]

(نوویؒ) مسلمانوں نے اس بات پر اجماع کیا ہے کہ عورتوں کے لیے سونے چاندی کے بنے ہوئے تمام اقسام کے زیورات کا استعمال جائز ہے۔(۱)

(ابن حجرؒ) اسی کے قائل ہیں۔(۲)

(ابو بکر جصاصؒ) یہی مؤقف رکھتے ہیں۔(۳)

بچوں کی تصاویر بنانا

تصاویر بچوں کی ہوں یا بڑوں کی' مردوں کی ہوں یا خواتین کی' ان کا بنانا بغیر کسی اضطراری حالت کے حرام ہے۔ اس کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ إِنَّ أَشَدَّ النَّاسِ عَذَابًا عِنْدَ اللَّهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ الْمُصَوِّرُونَ ﴾

"بلا شبہ روزِ قیامت اللہ تعالیٰ کے پاس لوگوں میں سب سے زیادہ سخت عذاب تصویریں بنانے والوں کو دیا جائے گا۔"(٤)

(2) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ إِنَّ الَّذِينَ يَصْنَعُونَ هَذِهِ الصُّوَرَ يُعَذَّبُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يُقَالُ لَهُمْ أَحْيُوا مَا خَلَقْتُمْ ﴾

"یقیناً تصویریں بنانے والوں کو روزِ قیامت عذاب دیا جائے گا اور ان سے کہا جائے گا کہ جو تم نے بنایا ہے اسے زندہ بھی کرو۔"(٥)

---

(۱) [المجموع للنووی (٤٠/٦)]

(۲) [فتح الباری (٣١٧/١٠)]

(۳) [أحكام القرآن (٣٨٨/٣)]

(٤) [بخاری (٥٩٥٠) كتاب اللباس : باب عذاب المصورين يوم القيامة ' مسلم (٢١٠٩) كتاب اللباس والزينة : باب تحريم تصوير صورة الحيوان ' مسند احمد (٣٥٥٨) نسائی فی السنن الكبرى (٩٧٩٥/٥) حميدی (١١٧) ابن أبی شيبة (٤٨٢/٨) طبرانی كبير (١٠٣٠٦) أبو يعلى (٥٢٠٩) بيهقی (٢٦٨/٧)]

(٥) [بخاری (٥٩٥١) كتاب اللباس : باب عذاب المصورين يوم القيامة ' مسلم (٢١٠٨) كتاب اللباس والزينة : باب تحريم تصوير صورة الحيوان ' مسند احمد (٤٤٧٥) نسائی فی السنن الكبرى (٩٧٨٦) ابن أبی شيبة (٤٨٣/٨) بيهقی (٢٦٨/٧)]

(3) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ مَنْ صَوَّرَ صُورَةً فَإِنَّ اللَّهَ مُعَذِّبُهُ حَتَّى يَنْفُخَ فِيهَا الرُّوحَ وَلَيْسَ بِنَافِخٍ فِيهَا أَبَدًا ﴾
''جس نے بھی کوئی تصویر بنائی تو اللہ تعالیٰ اسے اس وقت تک عذاب دیتا رہے گا جب تک وہ شخص اپنی (بنائی ہوئی) تصویر میں جان نہ ڈال دے اور وہ کبھی اس میں جان نہیں ڈال سکتا۔'' (۱)

❑ البتہ اگر کوئی شخص ضرور تصویر بنانا ہی چاہے تو اسے غیر ذی روح اشیاء مثلاً درخت' پہاڑ اور دریا وغیرہ کی تصویر بنانے کی اجازت دی گئی ہے۔ جیسا کہ گزشتہ حدیث میں آخر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان بھی موجود ہے کہ ''اگر تم تصویریں بنانا ہی چاہتے ہو تو ان درختوں کی اور ہر اس چیز کی جس میں روح نہیں ہے تصویریں بنا سکتے ہو۔''

علاوہ ازیں جہاں کوئی ایسی مجبوری پیش آجائے کہ تصویر بنوانے کے بغیر کوئی چارہ ہی نہ ہو' مثلاً شناختی کارڈ وغیرہ کے لیے تو وہاں تصویر بنانے کا صرف اتنا ہی جواز موجود ہے جتنی ضرورت ہو۔ چنانچہ ہیئت کبار علماء کی دائمی فتویٰ کمیٹی نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ زندہ اشیاء کی تصویر بنانا حرام ہے' لیکن اگر انتہائی ضرورت ہو مثلاً رہائشی اجازت نامے کے لیے یا پاسپورٹ وغیرہ کے لیے یا جرائم پر قابو پانے کی غرض سے فاسق وفاجر اور لٹیروں پر نگاہ رکھنے کے لیے یا اس طرح کی دوسری تصویریں بنانا کہ جن کے بغیر کوئی چارہ ہی نہ ہو' جائز ہے۔(۲)

❑ نیز یہ بھی یاد رہے کہ اگر کسی کے پاس کوئی ایسی چیز موجود ہو یا تحفہ مل جائے یا غلطی سے خرید لائے کہ جس میں کسی جاندار کی تصویر بنی ہو اور وہ اس چیز کو ضائع بھی نہ کر سکتا ہو تو کسی طریقے سے اس کا سر ختم کر دے' اس طرح باقی جسم درخت کی مانند ہو جائے گا اور اس کا جواز موجود ہے۔ شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ نے اس کے متعلق یہی فتویٰ دیا ہے کہ

﴿ أَمَّا الْجِسْمُ بِلَا رَأْسٍ فَهُوَ كَالشَّجَرَةِ وَلَا شَكَّ فِي جَوَازِهِ ﴾
''اور سر کے بغیر جسم درخت کی مانند ہے اور اس کے جواز میں کوئی شک نہیں۔''(۳)

---

(۱) [بخاری (۲۲۲۵) کتاب البیوع : باب بیع التصاویر التی لیس فیها روح ' مسلم (۲۱۱۰) کتاب اللباس والزینة : باب تحریم تصویر صورة الحیوان ' مسند احمد (۲۸۱۰) نسائی فی السنن الکبری (۹۷۸۵/۵) ابن حبان (۵۸٤٦) أبو یعلی (۲۵۷۷) بغوی فی شرح السنة (۳۲۱۹)]

(۲) [مجلة البحوث الاسلامیة الریاض (عدد / ۱۹ـ ص / ۱۳۸)]

(۳) [المجموع الثمین لابن عثیمین (۲/۲٤۵)]

بچوں کے کھلونے اگر جاندار اشیاء کی صورتوں پر ہوں

مثلاً گڑیاں وغیرہ جیسے کھلونے' توان کے جواز پر اہل علم درج ذیل احادیث سے استدلال کرتے ہیں:

(1) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ

﴿ كُنْتُ أَلْعَبُ بِالْبَنَاتِ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ وَكَانَ لِي صَوَاحِبُ يَلْعَبْنَ مَعِي فَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا دَخَلَ يَتَقَمَّعْنَ مِنْهُ فَيُسَرِّبُهُنَّ إِلَيَّ فَيَلْعَبْنَ مَعِي ﴾

''میں نبی کریم ﷺ کے ہاں گڑیوں کے ساتھ کھیلا کرتی تھی' میری بہت سی سہیلیاں تھیں جو میرے ساتھ کھیلا کرتی تھیں' جب آپ ﷺ اندر تشریف لاتے تو وہ چھپ جاتیں' پھر آپ ﷺ انہیں میرے پاس بھیجتے اور وہ میرے ساتھ کھیلتیں۔'' (۱)

(2) حضرت ربیع بنت معوذ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ

﴿أَرْسَلَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ غَدَاةَ عَاشُورَاءَ إِلَى قُرَى الْأَنْصَارِ الَّتِي حَوْلَ الْمَدِينَةِ مَنْ كَانَ أَصْبَحَ صَائِمًا فَلْيُتِمَّ صَوْمَهُ وَمَنْ كَانَ أَصْبَحَ مُفْطِرًا فَلْيُتِمَّ بَقِيَّةَ يَوْمِهِ فَكُنَّا بَعْدَ ذَلِكَ نَصُومُهُ وَنُصَوِّمُ صِبْيَانَنَا الصِّغَارَ مِنْهُمْ إِنْ شَاءَ اللَّهُ وَنَذْهَبُ إِلَى الْمَسْجِدِ فَنَجْعَلُ لَهُمُ اللُّعْبَةَ مِنَ الْعِهْنِ فَإِذَا بَكَى أَحَدُهُمْ عَلَى الطَّعَامِ أَعْطَيْنَاهَا إِيَّاهُ عِنْدَ الْإِفْطَارِ ' وَفِي رِوَايَةٍ فَإِذَا سَأَلُونَا الطَّعَامَ أَعْطَيْنَاهُمُ اللُّعْبَةَ تُلْهِيهِمْ حَتَّى يُتِمُّوا صَوْمَهُمْ﴾

''رسول اللہ ﷺ نے یوم عاشوراء کی صبح کو انصار کی بستیوں (جو مدینہ کے گردونواح میں تھیں) پیغام بھجوایا کہ جس نے روزہ رکھا ہو وہ روزہ برقرار رکھے اور جس نے روزہ نہ رکھا ہو وہ دن کا باقی حصہ بھی اسی حالت میں گزارے۔ حضرت ربیع رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ اس کے بعد ہم ہمیشہ روزہ رکھتے تھے اور اپنے بچوں کو بھی روزہ رکھواتے تھے اور انہیں (اپنے ساتھ) مسجد میں بھی لے جایا کرتے تھے۔ ہم بچوں کو روئی کی گڑیاں بنادیا کرتے تھے' جب ان میں سے کوئی کھانے کی وجہ سے روتا تو ہم (اس کا دل بہلانے کے لیے) اسے گڑیا دے دیتے حتی کہ افطار کا وقت ہو جاتا۔ ایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ جب بچے ہم سے کھانا مانگتے تو ہم

---

(۱) [بخاری (۶۱۳۰) کتاب الأدب : باب الانبساط الی الناس ' مسلم (۶۲۸۷) کتاب فضائل الصحابة : باب فضل عائشة]

انہیں گڑیاں دے دیتے' تاکہ وہ ان سے کھیلتے رہیں حتی کہ اپنا روزہ پورا کر لیں۔"(۱)

(3) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ

﴿ قَدِمَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مِنْ غَزْوَةِ تَبُوكَ أَوْ خَيْبَرَ وَفِي سَهْوَتِهَا سِتْرٌ فَهَبَّتْ رِيحٌ فَكَشَفَتْ نَاحِيَةَ السِّتْرِ عَنْ بَنَاتٍ لِعَائِشَةَ لُعَبٍ فَقَالَ مَا هَذَا يَا عَائِشَةُ قَالَتْ بَنَاتِي وَرَأَى بَيْنَهُنَّ فَرَسًا لَهُ جَنَاحَانِ مِنْ رِقَاعٍ فَقَالَ مَا هَذَا الَّذِي أَرَى وَسْطَهُنَّ قَالَتْ فَرَسٌ قَالَ وَمَا هَذَا الَّذِي عَلَيْهِ قَالَتْ جَنَاحَانِ قَالَ فَرَسٌ لَهُ جَنَاحَانِ قَالَتْ أَمَا سَمِعْتَ أَنَّ لِسُلَيْمَانَ خَيْلًا لَهَا أَجْنِحَةٌ قَالَتْ فَضَحِكَ حَتَّى رَأَيْتُ نَوَاجِذَهُ ﴾

"رسول اللہ ﷺ جنگ تبوک یا جنگ حنین سے واپس لوٹے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ کے طاق پر پردہ پڑا ہوا تھا۔ ہوا چلی' تو اس سے پردے کا کنارہ سرکا' تو عائشہ رضی اللہ عنہا کی گڑیاں نظر آئیں۔ آپ ﷺ نے دریافت کیا کہ اے عائشہ! یہ کیا ہیں؟ انہوں نے کہا' میری گڑیاں ہیں۔ اس دوران آپ ﷺ نے ان کے درمیان ایک گھوڑا دیکھا جس کے کپڑے کے ٹکڑوں سے بنے ہوئے دو پر تھے۔ آپ ﷺ نے پوچھا' گڑیوں کے درمیان یہ کیا ہے؟ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا یہ گھوڑا ہے۔ آپ ﷺ نے دریافت کیا کہ گھوڑے کے اوپر کیا ہے؟ انہوں نے بتایا' دو پر ہیں۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا' کیا آپ ﷺ نے نہیں سنا کہ سلیمان علیہ السلام کے پاس دو گھوڑے تھے جن کے پر تھے۔ (یہ سنا تو) آپ ﷺ ہنس پڑے حتی کہ میں نے آپ ﷺ کی داڑھیں دیکھیں۔"(۲)

مذکورہ بالا صحیح احادیث کو پیش نظر رکھتے ہوئے اہل علم نے بچوں کے لیے گڑیوں وغیرہ جیسے کھلونوں سے کھیلنا جائز قرار دیا ہے اور انہیں ان تمام اشیاء سے مستثنیٰ قرار دیا ہے جن کی مورتیاں بنانا حرام ہے۔ نیز اس جواز کا سبب یہ بھی بتایا ہے کہ ان کھلونوں کی تصاویر نہ تو واضح ہوتی ہیں اور نہ ہی ان کا احترام کیا جاتا ہے بلکہ (بچے جب ان سے کھیلتے ہیں اور انہیں جگہ جگہ پھینکتے ہیں تو) ان کی تذلیل و تحقیر اور استخفاف ہی ہوتا ہے۔

---

(۱) [مسلم (۱۱۳۶) کتاب الصیام : باب من أکل فی عاشوراء فلیکف بقیة یومه ' بخاری (۱۹۶۰) کتاب الصوم : باب صوم الصبیان ' مسند احمد (۲۷۰۹۳) ابن حبان (۳۶۲۰) طبرانی کبیر (۷۰۰/۲۴) شرح السنة للبغوی (۱۷۸۳) بیهقی (۲۸۸/٤)]

(۲) [**صحیح** : هدایة الرواة (۳۰٤/۳) ' (۳۲۰۱) صحیح ابو داود ' ابو داود (٤۹۳۲) کتاب الأدب : باب فی اللعب بالبنات ' نسائی فی السنن الکبری (۸۹۵۰)]

بچوں کے آدھے بال کٹوانا اور آدھے چھوڑنا

اس عمل سے اجتناب کرنا چاہیے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے۔

(1) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ

﴿"أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ نَهَى عَنِ الْقَزَعِ" قَالَ قُلْتُ لِنَافِعٍ وَمَا الْقَزَعُ ؟قَالَ يُحْلَقُ بَعْضُ رَأْسِ الصَّبِيِّ وَيُتْرَكُ بَعْضٌ﴾

"رسول اللہ ﷺ نے قزع سے منع فرمایا ہے۔ راوی نے کہا کہ میں نے نافع رحمہ اللہ سے دریافت کیا کہ قزع کیا ہے؟ تو انہوں نے جواب میں کہا' (قزع یہ ہے کہ) بچے کے سر کا کچھ حصہ منڈوایا جائے اور کچھ چھوڑ دیا جائے۔" (۱)

(2) ایک دوسری روایت میں ہے کہ

﴿ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ رَأَى صَبِيًّا قَدْ حُلِقَ بَعْضُ شَعْرِهِ وَتُرِكَ بَعْضُهُ فَنَهَاهُمْ عَنْ ذٰلِكَ وَقَالَ "احْلِقُوهُ كُلَّهُ أَوِ اتْرُكُوهُ كُلَّهُ "﴾

"حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک بچہ دیکھا جس کے کچھ بال منڈوائے گئے تھے اور کچھ چھوڑ دیے گئے تھے تو آپ ﷺ نے اس سے منع فرمادیا اور کہا' اس کے سارے بال منڈوا دو یا سارے چھوڑ دو۔" (۲)

(نووی رحمہ اللہ) ہمارا مذہب یہ ہے کہ خواہ مرد ہو یا عورت سب کے لیے حدیث کے عموم کی وجہ سے یہ عمل مکروہ ہے۔ علماء کا کہنا ہے کہ اس کی کراہت میں حکمت یہ ہے کہ یہ عمل بدشکل بنا دیتا ہے ...... اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ یہود کا طریقہ ہے (اس لیے اس سے منع کیا گیا ہے)۔ (۳)

---

(۱) [مسلم (۲۱۲۰) کتاب اللباس والزینة : باب کراهة القزع ' بخاری (۵۹۲۰) کتاب اللباس : باب القزع ' ابو داود (٤۱۹۳) کتاب الترجل : باب فی الذؤابة ' نسائی (۵۰٦۵) وفی السنن الکبری (۹۲۹۹/۵) ابن ماجه (۳٦۳۷) کتاب اللباس : باب النهی عن القزع ' ابن حبان (۵۵۰٦) أبو نعیم فی حلیة الأولیاء (۲۳۱/۹) بیهقی (۳۰۵/۹)]

(۲) [صحیح : صحیح ابو داود ' ابو داود (٤۱۹۵) کتاب الترجل : باب فی الذؤابة ' نسائی (۱۳۰/۸) کتاب الزینة : باب الرخصة فی حلق الرأس ' وفی السنن الکبری (٤۰۷/۵) کتاب الزینة : باب الرخصة فی حلق الرأس ' مصنف عبد الرزاق (۱۹۵٦٤) کتاب الجامع : باب القزع]

(۳) [شرح مسلم للنووی (۲۲۷/۷)]

(شمس الحق عظیم آبادیؒ) حدیث کی بعض شروحات میں ہے کہ اس حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ سر کے کچھ حصے کو مونڈھنا اور کچھ کو چھوڑنا' خواہ کسی شکل پر ہی ہو' آگے سے یا پیچھے سے 'ممنوع ونا جائز ہے۔ بچوں کے حق میں صرف جائز یہ ہے کہ یا تو ان کے سارے سروں کو منڈوایا جائے یا سارے سروں کو ہی چھوڑ دیا جائے۔(۱)

بچیوں کے بال کاٹنا

گزشتہ احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ نابالغ بچے خواہ لڑکے ہوں یا لڑکیاں' ان کے سروں کے سارے بال منڈوانا یا سارے بال چھوڑنا دونوں طرح جائز ہے۔ اس لیے اگر نابالغ بچیوں کے سر کے بال منڈوا لیے جائیں یا کٹوا لیے جائیں تو درست ہے' البتہ بالغ ہونے کے بعد لڑکیوں کے لیے علی الاطلاق بال منڈوانا جائز نہیں' جبکہ بال کٹوانے کے متعلق سابق مفتیٔ اعظم سعودیہ شیخ عبد العزیز بن بازؒ اور محدث العصر علامہ ناصر الدین البانیؒ وغیرہ نے جواز کا فتویٰ دیا ہے۔

بچیوں کو غیر ساتر لباس پہنانا

(شیخ ابن عثیمینؒ) کسی نے دریافت کیا کہ بعض خواتین (اللہ انہیں ہدایت دے) اپنی چھوٹی (یعنی نابالغ مگر قریب البلوغت) بیٹیوں کو ایسا لباس پہناتی ہیں جو ان کی پنڈلیاں ظاہر کر رہا ہوتا ہے اور جب ہم ان کی ماؤں کو نصیحت کرتے ہیں تو وہ کہتی ہیں کہ (بلوغت سے) پہلے ہم بھی اسی طرح کا لباس پہنا کرتی تھیں اور ہمیں تو (بلوغت کے) بعد اس کا کوئی نقصان نہیں ہوا۔ تو اس سلسلے میں آپ کی کیا رائے ہے؟

شیخ نے جواب دیا کہ

میری رائے یہ ہے کہ انسان کے لیے اپنی بیٹی کو صغر سنی میں بھی اس طرح کا لباس پہنانا درست نہیں کیونکہ جب اسے اس کی عادت ہو جائے گی تو (بلوغت کے بعد بھی) وہ اسی حالت پر باقی رہے گی اور اس کے لیے ایسا لباس پہننا (کوئی عیب نہ ہونے کی بنا پر) نہایت آسان ہو گا (اس لیے اس سے بچنا ہی بہتر ہے بالخصوص اس لیے بھی کہ ایسے لباس دین کے دشمنوں کی ایجاد اور ان کی مشابہت کے آئینہ دار ہیں)۔(۲)

بچوں کو اٹھا کر نماز ادا کرنا

یہ عمل جائز ہے جیسا کہ حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ

---

(۱) [عون المعبود (۱۱/۱٦٦)]

(۲) [فتاوی المرأة المسلمة' مرتب ابو محمد أشرف (ص ٬ ۹۳٦)]

﴿أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ يُصَلِّي وَهُوَ حَامِلٌ أُمَامَةَ بِنْتَ زَيْنَبَ بِنْتِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَلِأَبِي الْعَاصِ بْنِ رَبِيعَةَ بْنِ عَبْدِ شَمْسٍ فَإِذَا سَجَدَ وَضَعَهَا وَإِذَا قَامَ حَمَلَهَا﴾

"رسول اللہ ﷺ (بعض اوقات اپنی نواسی) اُمامہ بنت زینب رضی اللہ عنہا کو اٹھا کر نماز پڑھ لیا کرتے تھے۔ ابوالعاص بن ربیعہ بن عبد شمس کی حدیث میں ہے کہ جب آپ ﷺ سجدے میں جاتے تو (اسے) اتار دیتے اور جب قیام فرماتے تو اٹھا لیتے۔"(۱)

چھوٹے بچوں کو قرآن پکڑانے اور اس سے پڑھوانے کا حکم

(شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ) چھوٹے بچوں کو قرآن پکڑانے اور اس سے پڑھوانے میں کوئی حرج نہیں بشرطیکہ وہ طہارت وپاکیزگی کی حالت میں ہوں اور وہ قرآن کی بے حرمتی نہ کریں۔(۲)

ہر سال بچوں کی سالگرہ کرنا

سالگرہ بچوں کی ہو یا بڑوں کی' شریعتِ اسلامیہ میں اس تہوار کا کوئی ثبوت موجود نہیں۔ البتہ غیر مسلم قوام مثلاً نصاریٰ وغیرہ میں یہ رواج ضرور موجود ہے اور رسول اللہ ﷺ نے یہود ونصاریٰ کی مشابہت سے بچنے کا حکم دیا ہے جیسا کہ فرمایا:

﴿لَا تَشَبَّهُوا بِالْيَهُودِ وَالنَّصَارَى﴾

"یہود ونصاریٰ کی مشابہت مت کرو۔"(۳)

ایک دوسری روایت میں ہے کہ

﴿مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ﴾

"جس نے کسی قوم کی مشابہت اختیار کی وہ انہی میں سے ہے۔"(٤)

اس لیے اس عمل سے بچنا ہی بہتر ہے۔

---

(۱) [بخاری (٥١٦) كتاب الصلاة : باب إذا حمل جارية صغيرة على عنقه فى الصلاة ' مسلم (٥٤٣) كتاب المساجد ومواضع الصلاة : باب جواز حمل الصبيان فى الصلاة ' أبو داود (٩٩١٧) نسائى (١٢٠٤) مؤطا (١٧٠/١) أحمد (٢٩٥/٥)]

(۲) [فتاوى المرأة المسلمة ' مرتب ابو محمد أشرف (ص / ٩٣٨)]

(۳) [صحيح : صحيح الجامع الصغير (١٠٦٧)]

(٤) [حسن صحيح : صحيح ابو داود ' ابو داود (٤٠٣١) كتاب اللباس : باب فى لبس الشهرة ' ارواء الغليل (١٢٦٩) صحيح الجامع الصغير (٢٨٣١)]

باب النسب نسب کا بیان

بچے کا باپ وہی ہے جس کے بستر پر وہ پیدا ہوا

اور اس کی کسی اور کے ساتھ مشابہت کا کوئی اعتبار نہیں کیا جائے گا۔ اس کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ اَلْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ وَلِلْعَاهِرِ الْحَجَرُ ﴾

"بچہ بستر والے کا ہے اور زانی کے لیے پتھر ہیں۔" (۱)

(2) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ

﴿ كَانَ عُتْبَةُ بْنُ أَبِي وَقَّاصٍ عَهِدَ إِلَى أَخِيهِ سَعْدٍ أَنْ يَقْبِضَ ابْنَ وَلِيدَةِ زَمْعَةَ وَقَالَ عُتْبَةُ إِنَّهُ ابْنِي فَلَمَّا قَدِمَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَكَّةَ فِي الْفَتْحِ أَخَذَ سَعْدُ بْنُ أَبِي وَقَّاصٍ ابْنَ وَلِيدَةِ زَمْعَةَ فَأَقْبَلَ بِهِ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَأَقْبَلَ مَعَهُ عَبْدُ بْنُ زَمْعَةَ فَقَالَ سَعْدُ بْنُ أَبِي وَقَّاصٍ هَذَا ابْنُ أَخِي عَهِدَ إِلَيَّ أَنَّهُ ابْنُهُ قَالَ عَبْدُ بْنُ زَمْعَةَ يَا رَسُولَ اللَّهِ هَذَا أَخِي هَذَا ابْنُ زَمْعَةَ وُلِدَ عَلَى فِرَاشِهِ فَنَظَرَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِلَى ابْنِ وَلِيدَةِ زَمْعَةَ فَإِذَا أَشْبَهُ النَّاسِ بِعُتْبَةَ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ هُوَ لَكَ هُوَ أَخُوكَ يَا عَبْدُ بْنَ زَمْعَةَ مِنْ أَجْلِ أَنَّهُ وُلِدَ عَلَى فِرَاشِهِ وَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ احْتَجِبِي مِنْهُ يَا سَوْدَةُ لِمَا رَأَى مِنْ شَبَهِ عُتْبَةَ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ ﴾

"عتبہ بن ابی وقاص نے (مرتے وقت جاہلیت میں) اپنے بھائی (سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ) کو وصیت کی تھی کہ وہ زمعہ کی باندی سے پیدا ہونے والے بچے کو اپنے قبضے میں لے لیں۔ عتبہ نے کہا تھا کہ وہ میرا لڑکا ہو گا چنانچہ جب فتح مکہ کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں داخل ہوئے تو سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اس بچے کو لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان کے ساتھ عبد بن زمعہ بھی آئے۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے تو یہ کہا کہ یہ میرے بھائی کا لڑکا ہے۔ بھائی نے وصیت کی تھی کہ یہ اس کا لڑکا ہے۔

---

(۱) [بخاری (۶۸۱۸) کتاب الحدود : باب للعاهر الحجر ' مسلم (۱۴۵۸) کتاب الرضاع : باب الولد للفراش وتوقی الشبهات ' ترمذی (۱۱۵۷) کتاب الرضاع : باب ما جاء أن الولد للفراش ' نسائی (۱۸۰/۶) ابن ماجة (۲۰۰۶) کتاب النکاح : باب الولد للفراش وللعاهر الحجر ' دارمی (۱۵۲/۲) بیهقی (۴۱۲/۷) حمیدی (۱۰۸۵) عبدالرزاق (۴۴۳/۷) أحمد (۲۳۹/۲)]

لیکن عبد بن زمعہ نے کہا اے اللہ کے رسول! یہ میرا بھائی ہے (میرے والد) زمعہ کا بیٹا ہے کیونکہ انہی کے بستر پر پیدا ہوا ہے۔ آپ ﷺ نے زمعہ کی باندی کے لڑکے کو دیکھا تو وہ واقعی (سعد کے بھائی) عتبہ بن ابی وقاص کی شکل پر تھا لیکن رسول اللہ ﷺ نے (قانون شریعت کے مطابق) یہ فیصلہ کیا کہ اے عبد بن زمعہ! تم ہی اس بچے کو رکھو یہ تمہارا بھائی ہے کیونکہ یہ تمہارے والد کے بستر پر پیدا ہوا ہے اور سودہ رضی اللہ عنہا (جو کہ زمعہ کی بیٹی تھیں) سے فرمایا کہ تم اس لڑکے سے پردہ کرو' کیونکہ آپ ﷺ نے اس لڑکے میں عتبہ بن ابی وقاص کی شباہت پائی تھی۔"(۱)

لے پالک کو حقیقی باپ کی طرف منسوب کیا جائے گا

دورِ جاہلیت میں رواج تھا کہ لوگ لے پالک بیٹے کو بھی حقیقی بیٹے کی طرح باپ کی طرف منسوب کر کے پکارتے تھے اور پھر وہ لے پالک اس (منہ بولے باپ) کی وراثت سے حصے کا بھی مستحق ہوتا تھا۔ یہ رواج ابتدائے اسلام میں بھی موجود رہا' یہی وجہ تھی کہ لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کے آزاد کردہ غلام اور لے پالک حضرت زید رضی اللہ عنہ کو زید بن حارثہ کی بجائے زید بن محمد (ﷺ) کہہ کر پکارنا شروع کر دیا تھا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اس سے منع فرما دیا اور حکم دے دیا کہ لے پالکوں کو ان کے حقیقی باپوں کی طرف ہی منسوب کر کے بلاؤ۔ چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ادْعُوهُمْ لِآبَائِهِمْ هُوَ أَقْسَطُ عِندَ اللَّهِ فَإِن لَّمْ تَعْلَمُوا آبَاءَهُمْ فَإِخْوَانُكُمْ فِي الدِّينِ وَمَوَالِيكُمْ وَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ فِيمَا أَخْطَأْتُم بِهِ وَلَٰكِن مَّا تَعَمَّدَتْ قُلُوبُكُمْ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَّحِيمًا﴾ [الأحزاب: ٥]

"لے پالکوں کو ان کے (حقیقی) باپوں کی طرف نسبت کر کے بلاؤ' اللہ تعالیٰ کے نزدیک پورا انصاف یہی ہے۔ پھر اگر تمہیں ان کے (حقیقی) باپوں کا علم ہی نہ ہو تو وہ تمہارے دینی بھائی اور دوست ہیں' تم سے بھول چوک میں جو کچھ ہو جائے اس میں تم پر کوئی گناہ نہیں' البتہ گناہ وہ ہے جس کا تم ارادہ دل سے کرو' اللہ تعالیٰ بڑا ہی بخشنے والا مہربان ہے۔"

اور ایک حدیث میں ہے کہ

---

(۱) [بخاری (٤٣٠٣) کتاب المغازی : باب ' مسلم (١٤٥٧) کتاب الرضاع : باب الولد للفراش وتوقی الشبهات ' موطا (٧٣٩/٢) أحمد (١٢٩/٦) ابو داود (٢٣٧) نسائی (٣٦٨٤) ابن ماجة (٢٠٠٤) کتاب النکاح : باب الولد للفراش وللعاهر الحجر ' دارمی (١٥٢/٢)]

﴿ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ زَيْدَ بْنَ حَارِثَةَ مَوْلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ مَا كُنَّا نَدْعُوهُ إِلَّا زَيْدَ بْنَ مُحَمَّدٍ حَتَّى نَزَلَ الْقُرْآنُ ادْعُوهُمْ لِآبَائِهِمْ هُوَ أَقْسَطُ عِنْدَ اللَّهِ ﴾

''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے آزاد کردہ غلام حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو ہم زید بن محمد (ﷺ) کہہ کر پکارا کرتے تھے حتی کہ قرآن میں یہ آیت نازل ہوئی کہ ''ان (لے پالکوں کو ان کے (حقیقی) باپوں کی طرف منسوب کر کے ہی پکارو' یہی اللہ کے ہاں زیادہ انصاف والی بات ہے۔'' (۱)

جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت زید رضی اللہ عنہ سے کہا:

﴿ أَنْتَ أَخُونَا وَمَوْلَانَا ﴾

''تم ہمارے بھائی اور دوست ہو۔'' (۲)

رسول اللہ ﷺ کی طرح حضرت ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ نے بھی سالم کو اپنا لے پالک (یعنی منہ بولا) بیٹا بنایا ہوا تھا۔ جب یہ آیت نازل ہوئی تو ان کے ہاں یہ مسئلہ پیدا ہوا کہ ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ کی بیوی کا اس سے پردہ کرنا ضروری ہو گیا۔ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے دریافت کیا تو آپ ﷺ نے ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ کی بیوی سے فرمایا' تم اسے پانچ مرتبہ دودھ پلا کر اپنا رضاعی بیٹا بنالو' اس طرح وہ تم پر حرام ہو جائے گا۔ لہٰذا انہوں نے پھر اسی طرح کر لیا۔ (۳)

لے پالک بیٹے کی بیوی سے نکاح جائز ہے

اہل جاہلیت چونکہ لے پالک کو بھی حقیقی بیٹے کا درجہ دیتے تھے اس لیے وہ اس کی بیوی سے نکاح کو بھی ناجائز تصور کرتے تھے۔ لیکن اسلام نے لے پالک بیٹوں کو حقیقی بیٹوں کے مساوی قرار نہیں دیا۔ بلکہ اسلام

---

(۱) [بخاری (٤٧٨٢) كتاب تفسير القرآن : باب ادعوهم لآبائهم هو أقسط عند الله ' مسلم (٢٤٢٥) كتاب فضائل الصحابة : باب فضائل زيد بن حارثة وأسامة بن زيد رضى الله عنهما ' ترمذى (٣٢٠٩) ' (٣٨١٤) نسائى فى السنن الكبرى (١١٣٩٦/٦) ابن حبان (٧٠٤٢) ابن أبى شيبة (١٤٠/١٢) طبرانى كبير (١٣١٧٠) بيهقى (١٦١/٧)]

(۲) [بخاری (٤٢٥١) كتاب المغازى : باب عمرة القضاء ' شرح السنة (١٤٠/١٤) بيهقى (٢٢٦/١٠) مسند احمد (١١٥/١) مستدرك حاكم (١٢٠/٣)]

(۳) [دیکھئے: بخاری (٥٠٨٨) كتاب النكاح : باب الاكفاء فى الدين ' مسلم (١٤٥٣) كتاب الرضاع : باب رضاعة الكبير ' احمد (٣٨/٦) حميدى (٢٨٧) ابن ماجة (١٩٤٣) كتاب النكاح : باب رضاع الكبير ' نسائى (١٠٤/٦) بخارى (٥٠٨٨) بيهقى (٤٥٩/٧) صحيح ابو داود (١٨١٥) ابو داود (٢٠٦١) كتاب النكاح : باب فيمن حرم به]

میں صرف حقیقی بیٹوں کی بیویوں سے ہی نکاح حرام ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ وَحَلَائِلُ أَبْنَائِكُمُ الَّذِينَ مِنْ أَصْلَابِكُمْ ﴾ [النساء: ٢٣]

"اور تمہارے صلبی بیٹوں کی بیویاں (تم پر حرام ہیں)۔"

یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خود کرا دیا تھا' حالانکہ وہ اس سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لے پالک بیٹے حضرت زید رضی اللہ عنہ کی بیوی تھیں۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ وَإِذْ تَقُولُ لِلَّذِي أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَأَنْعَمْتَ عَلَيْهِ أَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللَّهَ وَتُخْفِي فِي نَفْسِكَ مَا اللَّهُ مُبْدِيهِ وَتَخْشَى النَّاسَ وَاللَّهُ أَحَقُّ أَن تَخْشَاهُ فَلَمَّا قَضَى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنَاكَهَا لِكَيْ لَا يَكُونَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ حَرَجٌ فِي أَزْوَاجِ أَدْعِيَائِهِمْ إِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا وَكَانَ أَمْرُ اللَّهِ مَفْعُولًا ﴾ [الأحزاب: ٣٧]

"(اے پیغمبر! یاد کر) جب کہ تو اس شخص سے کہہ رہا تھا جس پر اللہ تعالیٰ نے بھی انعام کیا اور تو نے بھی کہ تو اپنی بیوی (یعنی زینب رضی اللہ عنہا) کو اپنے پاس رکھ اور اللہ سے ڈر اور تو اپنے دل میں وہ بات چھپائے ہوئے تھا جسے اللہ تعالیٰ ظاہر کرنے والا تھا اور تو لوگوں سے خوف کھاتا تھا (کہ لوگ کیا کہیں گے اس نے اپنے لے پالک بیٹے کی بیوی سے شادی کر لی)' حالانکہ اللہ تعالیٰ اس کا زیادہ حق دار تھا کہ تو اس سے ڈرے' پس جب کہ زید نے اس عورت سے اپنی غرض پوری کر لی (یعنی نکاح کے بعد اسے طلاق دے دی) تو ہم نے اسے تیرے نکاح میں دے دیا (یعنی یہ نکاح عام مروج طریقے کے برعکس صرف اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہی قرار پایا) تاکہ مسلمانوں پر اپنے لے پالکوں کی بیویوں کے بارے میں کسی طرح کی تنگی نہ رہے جب کہ وہ اپنی غرض ان سے پوری کر لیں (یعنی لے پالک بیٹے اگر بیویوں کو طلاق دے دیں تو ان سے نکاح کرنے میں کوئی مسلمان حرج محسوس نہ کرے)' اللہ تعالیٰ کا یہ حکم تو ہو کر ہی رہنے والا تھا۔"

خود کو غیر باپ کی طرف منسوب کرنا حرام ہے

(1) حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ لَيْسَ مِنْ رَجُلٍ ادَّعَى لِغَيْرِ أَبِيهِ وَهُوَ يَعْلَمُهُ إِلَّا كَفَرَ ﴾

"جس نے جانتے ہوئے اپنے باپ کے علاوہ کسی اور کی طرف اپنی نسبت کی اس نے کفر کیا۔" (١)

---

(١) [مسلم (٦١) كتاب الايمان : باب بيان حال ايمان من قال لأخيه المسلم يا كافر ' مسند احمد (١٦٦/٥)]

(2) حضرت علی رضی اللہ عنہ کے صحیفے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان بھی موجود ہے کہ

﴿ وَمَنْ ادَّعَى إِلَى غَيْرِ أَبِيهِ أَوْ انْتَمَى إِلَى غَيْرِ مَوَالِيهِ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللَّهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ لَا يَقْبَلُ اللَّهُ مِنْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ صَرْفًا وَلَا عَدْلًا ﴾

"جس نے اپنے باپ کے علاوہ کسی اور کی طرف نسبت کی یا جس غلام نے اپنے آزاد کرنے والے مالکوں کے علاوہ کسی اور کی طرف نسبت کی تو اس پر اللہ تعالیٰ' فرشتوں اور سب لوگوں کی لعنت ہو اور روز قیامت اللہ تعالیٰ نہ تو اس کی کوئی نفلی عبادت قبول کرے گا اور نہ ہی فرضی۔"(۱)

(3) حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ مَنْ ادَّعَى إِلَى غَيْرِ أَبِيهِ وَهُوَ يَعْلَمُ أَنَّهُ غَيْرُ أَبِيهِ فَالْجَنَّةُ عَلَيْهِ حَرَامٌ ﴾

"جس نے جانتے ہوئے بھی اپنے باپ کے علاوہ کسی اور کی طرف نسبت کی تو اس پر جنت حرام ہے۔"(۲)

(4) حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ مَنْ ادَّعَى إِلَى غَيْرِ أَبِيهِ لَمْ يَرِحْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ وَإِنَّ رِيحَهَا لَيُوجَدُ مِنْ مَسِيرَةِ خَمْسِ مِائَةِ عَامٍ ﴾

"جس نے اپنے باپ کے علاوہ کسی اور کی طرف نسبت کی وہ جنت کی خوشبو بھی نہیں پائے گا اور بلاشبہ جنت کی خوشبو پانچ سو سال کی مسافت سے محسوس کی جاسکے گی۔"(۳)

معلوم ہوا کہ کسی بھی شخص کے لیے جائز نہیں کہ وہ خود کو اپنے باپ کے علاوہ کسی اور کی طرف منسوب کرے' خواہ اس کا مقصد کچھ بھی ہو۔ لہٰذا ایسے حضرات جو محض دنیاوی اغراض و مقاصد مثلاً دوسرے

---

(۱) [مسلم (۱۳۷۰) کتاب الحج : باب فضل المدينة ودعاء النبي فيها بالبركة ' ترمذی (۲۱۲۰) کتاب الوصايا : باب ما جاء لا وصية لوارث ' ابن ماجه (۲۶۰۹) كتاب الحدود : باب من ادعى الى غير أبيه أو تولى غير مواليه ' ابو داود (۵۱۱۵) كتاب الأدب : باب فی الرجل ينتمی الى غير مواليه ' أبو يعلى (۲۵٤۰) مسند احمد (۳۲۸/۱)]

(۲) [بخاری (٦٧٦٦) كتاب الفرائض : باب من ادعى الى غير أبيه ' ابن ماجه (۲٦۱۰) كتاب الحدود : باب من ادعى الى غير أبيه أو تولى غير مواليه ' ابو داود (۵۱۱۳) كتاب الأدب : باب فی الرجل ينتمی الى غير مواليه ' مسند احمد (۱٦۹/۱) عبد الرزاق (۱٦۳۱۰) طيالسی (۱۹۹) عبد بن حميد (۱۳۵) أبو يعلى (۷۰۰) أبو عوانة (۲۹/۱) شرح السنة (۲۳۷٦) ابن أبی شيبة (۸۲۵/۸)]

(۳) [**ضعيف** : ضعيف ابن ماجه ' ابن ماجه (۲٦۱۱) كتاب الحدود : باب من ادعى الى غير أبيه أو تولى غير مواليه ' مسند احمد (۱۷۱/۲) طيالسی (۲۲۷٤)]

ملک میں شہریت یا ملازمت کے حصول وغیرہ کے لیے اپنی ولدیت تبدیل کرتے ہیں انہیں یاد رکھنا چاہیے کہ ان کا یہ فعل حرام ہے اور ان پر لازم ہے کہ وہ اس سے توبہ کریں اور اپنے آپ کو تمام کاغذات وغیرہ میں بھی صرف اپنے حقیقی باپوں کی طرف ہی منسوب کریں۔

❑ جس روایت میں ہے کہ

﴿وَإِنَّ عَمَّ الرَّجُلِ صِنْوُ أَبِيهِ﴾

''بلاشبہ آدمی کا چچا اس کے باپ کی مثل ہی ہے۔'' (۱)

اس کا مطلب یہ نہیں کہ باپ کو چھوڑ کر چچا کی طرف نسبت کرنا جائز ہے۔ بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ عزت واحترام میں چچا باپ کی مانند ہے یعنی جیسے باپ کی بطورِ خاص عزت کرنی چاہیے اسی طرح چچا کی بھی عزت وتوقیر میں کوئی کسر نہیں چھوڑنی چاہیے کیونکہ ان دونوں کی اصل (یعنی والدین) ایک ہے۔

اثباتِ نسب کے لیے قیافہ شناسی کا حکم

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ

﴿دَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ ذَاتَ يَوْمٍ وَهُوَ مَسْرُورٌ فَقَالَ يَا عَائِشَةُ أَلَمْ تَرَيْ أَنَّ مُجَزِّزًا الْمُدْلِجِيَّ دَخَلَ عَلَيَّ فَرَأَى أُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ وَزَيْدًا وَعَلَيْهِمَا قَطِيفَةٌ قَدْ غَطَّيَا رُءُوسَهُمَا وَبَدَتْ أَقْدَامُهُمَا فَقَالَ إِنَّ هَذِهِ الْأَقْدَامَ بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ﴾

''ایک دن رسول اللہ ﷺ میرے ہاں تشریف لائے' آپ ﷺ بہت خوش تھے اور فرمایا' اے عائشہ! تم نے دیکھا نہیں' مجز زالمدلجی (قیافہ شناس) آیا اور اس نے اسامہ اور زید (رضی اللہ عنہما) کو دیکھا' دونوں کے جسم پر ایک چادر تھی' جس نے دونوں کے سروں کو ڈھانپ رکھا تھا اور ان کے صرف پاؤں کھلے ہوئے تھے تو اس نے کہا کہ یہ پاؤں ایک دوسرے سے تعلق رکھتے ہیں۔'' (۲)

---

(۱) [صحیح : صحیح الجامع الصغیر (۷۰۸۷) ابو داود (۱۶۲۳) کتاب المناقب : باب مناقب العباس بن عبد المطلب ' ترمذی (۳۷۶۰) کتاب المناقب : باب مناقب العباس بن عبد المطلب ' غایة المرام (۱۸۹)]

(۲) [بخاری (۶۷۷۱) کتاب الفرائض : باب القائف ' مسلم (۱۴۵۹) کتاب الرضاع : باب العمل بالحاق القائف الولد ' ابو داود (۲۲۶۷) کتاب الطلاق : باب فی القافة ' ترمذی (۲۱۲۹) کتاب الولاء والھبة : باب ما جاء فی القافة ' ابن ماجه (۲۳۴۹) کتاب الأحکام : باب القافة ' نسائی (۳۴۹۳) وفی السنن الکبری (۵۶۸۷) عبد الرزاق (۱۳۸۳۳) ابن حبان (۴۱۰۲) دارقطنی (۲۴۰/۲) بیھقی (۲۶۲/۱۰)]

(حافظ ابن حجرؒ) اس حدیث کی شرح میں رقمطراز ہیں کہ

﴿ وَجْهُ إِدْخَالِ هَذَا الْحَدِيثِ فِي كِتَابِ الْفَرَائِضِ الرَّدُّ عَلَى مَنْ زَعَمَ أَنَّ الْقَائِفَ لَا يُعْتَبَرُ قَوْلُهُ ، فَإِنَّ مَنْ اعْتَبَرَ قَوْلَهُ فَعَمِلَ بِهِ لَزِمَ مِنْهُ حُصُولُ التَّوَارُثِ بَيْنَ الْمُلْحَقِ وَالْمُلْحَقِ بِهِ ﴾

''اس حدیث کو کتاب الفرائض میں داخل کرنے کا سبب ایسے لوگوں کا رد کرنا ہے' جو یہ گمان کرتے ہیں کہ قیافہ شناس کی بات معتبر نہیں۔ بلا شبہ جس نے اس کی بات کو معتبر سمجھا' پھر اس پر عمل کیا تو اس وجہ سے ملحق کیے جانے والے (بیٹے) اور جس کے ساتھ اسے ملحق کیا گیا ہے (یعنی باپ) کے درمیان باہمی وراثت کا حصول لازم ہو جائے گا۔'' (۱)

(شافعیؒ، مالکؒ، جمہور علماء) قیافہ شناس کی بات پر عمل کیا جائے گا۔ ان کی دلیل مذکورہ بالا حدیث ہے' ان کا کہنا ہے کہ اگر قیافہ شناسی باطل ہوتی اور اس کا کوئی اعتبار نہ ہوتا تو رسول اللہ ﷺ قیافہ شناس کی بات سن کر خوش نہ ہوتے۔ ان حضرات نے قیافہ شناس کی بات تسلیم کرنے کے لیے یہ شرط لگائی ہے کہ وہ عادل و دیانتدار ہو۔

(ابو حنیفہؒ) قیافہ شناس کی بات قابل عمل نہیں۔ (۲)

❑ مذکورہ بالا حدیث میں قیافہ شناس کی بات سن کر رسول اللہ ﷺ کے خوش ہونے کا سبب یہ تھا کہ آپ ﷺ کے آزاد کردہ غلام حضرت زید رضی اللہ عنہ کا رنگ سفید تھا اور ان کے بیٹے اسامہ رضی اللہ عنہ کا رنگ کالا تھا۔ اس وجہ سے منافقین یہ الزام لگایا کرتے تھے کہ اسامہ رضی اللہ عنہ حضرت زید رضی اللہ عنہ کے بیٹے نہیں۔ لیکن جب قیافہ شناس نے بھی ان دونوں کے تعلق کی تصدیق کر دی تو آپ ﷺ کی خوشی کی انتہاء نہ رہی' کیونکہ عرب کے لوگ قیافہ شناسی کو معتبر سمجھا کرتے تھے اور قیافہ شناس کی بات کو جھٹلاتے نہیں تھے۔

ولدِ لعان کا نسب

لعان اس وقت ہوتا ہے جب شوہر اپنی بیوی کو کسی غیر مرد کے ساتھ قابل اعتراض حالت میں دیکھ لے اور اس کے پاس چار گواہ موجود نہ ہوں تو وہ شرعی عدالت میں چار مرتبہ قسم اٹھا کر کہے گا کہ میری بیوی نے زنا کیا ہے اور میں اپنی بات میں سچا ہوں اور پانچویں مرتبہ کہے گا کہ اگر میں جھوٹا ہوں تو مجھ پر اللہ

---

(۱) [فتح الباری (تحت الحدیث / ۶۷۷۰)]

(۲) [مزید دیکھئے: شرح مسلم للنووی (۳۸٤/۵)]

لعنت ہو' اسی طرح عورت بھی چار مرتبہ قسم اٹھا کر کہے گی کہ اس کا شوہر جھوٹا ہے اور پانچویں مرتبہ کہے گی کہ اگر وہ سچا ہے تو مجھ پر اللہ کا غضب ہو۔اس کے بعد دونوں کے درمیان ہمیشہ کے لیے جدائی ہو جائے گی اور چونکہ شوہر نے تو بچے کا انکار کر دیا ہے اس لیے اسے ماں کے ساتھ ہی ملحق کر دیا جائے گا اور وہ پھر ہمیشہ صرف اسی کی طرف منسوب ہو گا اور وہ دونوں ایک دوسرے کے وارث بنیں گے۔

(1) لعان کے متعلق حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ایک طویل حدیث میں ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عویمر رضی اللہ عنہ اور ان کی بیوی کے درمیان لعان کرا دیا تو فرمایا:

﴿ انْظُرُوا فَإِنْ جَاءَتْ بِهِ أَسْحَمَ أَدْعَجَ الْعَيْنَيْنِ عَظِيمَ الْأَلْيَتَيْنِ خَدَلَّجَ السَّاقَيْنِ فَلَا أَحْسِبُ عُوَيْمِرًا إِلَّا قَدْ صَدَقَ عَلَيْهَا وَإِنْ جَاءَتْ بِهِ أُحَيْمِرَ كَأَنَّهُ وَحَرَةٌ فَلَا أَحْسِبُ عُوَيْمِرًا إِلَّا قَدْ كَذَبَ عَلَيْهَا فَجَاءَتْ بِهِ عَلَى النَّعْتِ الَّذِي نَعَتَ بِهِ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مِنْ تَصْدِيقِ عُوَيْمِرٍ " فَكَانَ بَعْدُ يُنْسَبُ إِلَى أُمِّهِ" ﴾

''دیکھتے رہو! اگر اس عورت کے ہاں کالا' بہت کالی آنکھوں' بھاری سرین اور بھری ہوئی پنڈلیوں والا بچہ پیدا ہوا تو میرا خیال ہے کہ عویمر نے الزام غلط نہیں لگایا ہے۔ لیکن اگر سرخ سرخ گرگٹ جیسا پیدا ہوا تو میرا خیال ہے کہ عویمر نے غلط الزام لگایا ہے۔اس کے بعد اس عورت کے ہاں جو بچہ پیدا ہوا وہ انہی صفات کا مالک تھا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی تھیں اور جن سے عویمر رضی اللہ عنہ کی تصدیق ہوتی تھی۔ چنانچہ اس لڑکے کو اس کی ماں کی طرف منسوب کر دیا گیا۔''(۱)

(2) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ

﴿ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ لَاعَنَ بَيْنَ رَجُلٍ وَامْرَأَتِهِ فَانْتَفَى مِنْ وَلَدِهَا فَفَرَّقَ بَيْنَهُمَا وَأَلْحَقَ الْوَلَدَ بِالْمَرْأَةِ ﴾

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی اور اس کی بیوی کے درمیان لعان کرا دیا تھا پھر اس آدمی نے اپنی بیوی کے لڑکے کا انکار کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں کے درمیان علیحدگی کرا دی اور لڑکا عورت کو دے دیا۔''(۲)

---

(۱) [بخاری (٤٧٤٥) كتاب تفسير القرآن : باب قوله عزوجل والذين يرمون أزواجهم ولم يكن لهم شهداء الا أنفسهم]

(۲) [بخاری (٥٣١٥) كتاب الطلاق : باب يلحق الولد بالملاعنة ' ابو داود (٢٢٥٩) كتاب الطلاق : باب في اللعان]

(3) عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے لعان کرنے والوں کے بچے کے متعلق یہ فیصلہ کیا ہے کہ

﴿ أَنَّهُ يَرِثُ أُمَّهُ وَتَرِثُهُ أُمُّهُ وَمَنْ رَمَاهَا بِهِ جُلِدَ ثَمَانِينَ ﴾

"وہ اپنی ماں کا وارث ہوگا اور اس کی ماں اس کی وارث ہوگی اور جس نے اس بچے کی وجہ سے تہمت لگائی اسے اَسّی (80) کوڑے لگائے جائیں گے۔"(۱)

(سید سابقؒ) جب مرد اپنے بچے کا انکار کر دے تو اس کے اس انکار کی وجہ سے لعان مکمل ہو جائے گا' اس کا نسب اس کے باپ سے ختم ہو جائے گا اور اس سے اس کا خرچہ بھی ساقط ہو جائے گا۔ نیز ان دونوں کے درمیان وراثت بھی ختم ہو جائے گی' وہ اپنی ماں کے ساتھ ملحق کر دیا جائے گا' وہ اس کی وارث ہوگی اور وہ اس کا وارث ہوگا۔(۲)

ولدِ زنا کا نسب

(سعودی مجلس افتاء) ولدِ زنا کا حکم وہی ہے جو اس کی ماں کا حکم ہے' وہ علماء کے اقوال میں سے صحیح قول کے مطابق اپنی ماں کے ہی تابع ہوگا۔ اگر وہ مسلمان ہے تو وہ بھی مسلمان ہوگا اور اگر وہ کافر ہے تو وہ بھی کافر ہوگا ﴿ وَيُنْسَبُ إِلَيْهَا لَا إِلَى الزَّانِيْ ﴾ "اور وہ ماں کی طرف ہی منسوب کیا جائے گا زانی کی طرف نہیں۔"(۳)

ایک دوسرے فتوے میں ہے کہ

﴿ أَمَّا إِنْ كَانَ الْوَطْءُ زِنًا فَلَا يُلْحَقُ الْوَلَدُ الزَّانِي وَلَا يَثْبُتُ نَسَبُهُ إِلَيْهِ ' وَعَلَى ذَلِكَ لَا يَرِثُهُ ﴾

"اگر (نکاح کے بغیر) زنا کی صورت میں ہم بستری کی گئی ہو تو بچے کا الحاق زانی کے ساتھ نہیں کیا جائے گا اور نہ ہی اس کی طرف اس کا نسب ثابت ہوگا اور اسی بنا پر وہ اس کا وارث بھی نہیں بنے گا۔"(٤)

شادی کے چھ ماہ بعد پیدا ہونے والے بچے کا نسب

شادی کے چھ ماہ بعد پیدا ہونے والا بچہ عورت کے شوہر کی طرف ہی منسوب ہوگا' ولدِ زنا تصور کرتے ہوئے اس کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ حمل کی کم از کم مدت چھ ماہ ہے جیسا کہ قرآن میں ہے کہ

---

(۱) [أحمد (۲/۲۱٦) الفتح الربانی (۲۸۰)]

(۲) [فقه السنة (۲/۳۱۸)]

(۳) [فتاوی اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والافتاء (۳٤۳/۲۰)]

(٤) [فتاوی اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والافتاء (۳۸۷/۲۰)]

﴿وَوَصَّيْنَا الْإِنسَانَ بِوَالِدَيْهِ إِحْسَانًا حَمَلَتْهُ أُمُّهُ كُرْهًا وَوَضَعَتْهُ كُرْهًا وَحَمْلُهُ وَفِصَالُهُ ثَلَاثُونَ شَهْرًا﴾ [الأحقاف : ١٥]

"ہم نے انسان کو حکم دیا ہے کہ وہ اپنے والدین کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئے۔ اس کی والدہ نے اسے تکلیف برداشت کر کے اٹھائے رکھا اور پھر تکلیف برداشت کر کے ہی اسے جنا اور اس کے حمل اور دودھ چھڑانے کی مدت تیس ماہ ہے۔"

اس آیت سے معلوم ہوا کہ حمل اور دودھ چھڑانے کی مدت تیس ماہ یعنی دو سال اور چھ ماہ ہے۔ اب قرآن میں ہی موجود ہے کہ مدتِ رضاعت دو سال ہے۔ اب اگر تیس ماہ میں سے چوبیس ماہ کو نکال دیا جائے تو اللہ تعالیٰ کے گزشتہ فرمان کے مطابق باقی چھ ماہ حمل کی مدت رہ جاتی ہے۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ نکاح کے کم از کم چھ ماہ بعد پیدا ہونے والا بچہ حلال کا ہے اور اس کا باپ عورت کا شوہر ہی ہے۔

(سعودی مجلس افتاء) اگر عورت شوہر کے ہم بستری کرنے کے چھ ماہ بعد بچے کو جنم دے دے تو وہ بچہ شوہر کا ہی ہوگا' کیونکہ حمل کی کم از کم مدت چھ ماہ ہے۔(۱)

(۱) [فتاوی اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والافتاء (۳۳۵/۲۰)]

باب ارضاع الاولاد — بچوں کو دودھ پلانے کا بیان

بچے کا حق ہے کہ اسے ماں کا دودھ پلایا جائے

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ أَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ أَرَادَ أَن يُتِمَّ الرَّضَاعَةَ ﴾ [البقرة : ۲۳۳]

''مائیں اپنی اولاد کو دو سال کامل دودھ پلائیں جن کا ارادہ دودھ پلانے کی مدت بالکل پوری کرنے کا ہو۔''

اس آیت سے ایک تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ماؤں کو تلقین فرمائی ہے کہ وہ اپنے بچوں کو دودھ پلائیں اور دوسری بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ دودھ پلانے کی زیادہ سے زیادہ مدت دو سال ہے۔ آیت کے ان الفاظ ''جو مدت پوری کرنا چاہے وہ دو سال تک دودھ پلائے'' سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی اس سے کم مدت تک دودھ پلانا چاہے تو اس کی بھی گنجائش موجود ہے۔

(قرطبیؒ) مذکورہ بالا آیت کے متعلق فرماتے ہیں کہ اس سے معلوم ہوا کہ دو سال تک دودھ پلانا ضروری نہیں کیونکہ دو سال سے پہلے دودھ چھڑانا بھی جائز ہے۔(۱)

(ابن العربیؒ) اسی کے قائل ہیں۔(۲)

ماں کے دودھ کے طبی فوائد

(شیخ محمد بن صالح المنجد) آج کی تحقیق کے مطابق ہمارے سامنے بچے کو دودھ پلانے کے جو فوائد و ثمرات ہیں ان میں سے چند درج ذیل سطور میں ملاحظہ کیجیے:

(1) ماں کا دودھ غذائیت سے بھرپور ہوتا ہے جس میں کوئی کسی قسم کا جراثیم نہیں ہوتا۔

(2) ماں کے دودھ سے کوئی اور دودھ مماثلت نہیں رکھتا' نہ گائے کا اور نہ ہی بکری اور اونٹنی وغیرہ کا۔ اس لیے کہ ماں کا دودھ قدرتی طور پر بچے کی ولادت سے لے کر دودھ پینے کی مدت ختم ہونے تک ہر روز بچے کی ضرورت کے مطابق بنتا اور تیار ہوتا رہتا ہے۔

---

(۱) [تفسیر قرطبی (۱۰۷/۳)]

(۲) [تفسیر أحکام القرآن لابن العربی (۲۳۷/۱)]

(3) ماں کے دودھ میں پروٹین اور شوگر کا تناسب بچے کی ضرورت کے مطابق پایا جاتا ہے' لیکن گائے' بھینس اور بکری وغیرہ کے دودھ میں پروٹین اتنی مقدار میں ہوتی ہے کہ بچے کا معدہ اسے ہضم کرنے کی طاقت نہیں رکھتا' اس لیے کہ یہ دودھ ان حیوانات کی اولاد کی مناسبت سے تیار کیا گیا ہے۔

(4) ماں کا دودھ پینے والے بچے میں نموزیادہ ہوتی ہے اور وہ جلدی بڑا ہوتا ہے' جبکہ فیڈر سے دودھ پینے والے بچے اتنی جلدی نہیں بڑھتے۔

(5) ماں اور بچے کے درمیان نفسیاتی تعلق بڑھتا ہے۔

(6) ماں کا دودھ ان مختلف عناصر پر مشتمل ہوتا ہے جو بچے کی غذائی ضروریات اس کے جسم کی کیفیت اور کمیت کے مطابق پوری کرتا ہے اور اس کے نظامِ ہضم کے مطابق ہوتا ہے اور پھر غذائیت کے یہ عناصر ایک جیسے نہیں رہتے بلکہ بچے کی ضرورت کے مطابق دن بدن بڑھتے رہتے ہیں۔

(7) ماں کا دودھ ایک معقول درجہ حرارت رکھتا ہے جو بچے کی ضرورت پوری کرتا ہے اور کسی بھی وقت حاصل ہو سکتا ہے۔

(8) ماں کا دودھ پلانا منع حمل میں ایک طبعی عامل کی حیثیت رکھتا ہے اور ماں ان سب مشکلات سے سلامتی میں رہتی ہے جو منع حمل کے لیے گولیاں یا پھر انجیکشن وغیرہ استعمال کرنے سے پیدا ہوتی ہیں۔(۱)

کسی دوسری عورت سے دودھ پلوانا بھی جائز ہے

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ وَإِنْ أَرَدْتُّمْ أَنْ تَسْتَرْضِعُوْا أَوْلَادَكُمْ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِذَا سَلَّمْتُمْ مَّا آتَيْتُمْ بِالْمَعْرُوْفِ ﴾

[البقرة : ۲۳۳]

"اور اگر تمہارا ارادہ اپنی اولاد کو دودھ پلوانے کا ہو تو بھی تم پر کوئی گناہ نہیں جبکہ تم ان کو دستور کے مطابق جو دینا ہو (یعنی دودھ پلانے کا معاوضہ) وہ ان کے حوالے کر دو۔"

دوسری دودھ پلانے والی عورت بھی حکم میں ماں کی مانند ہی ہوگی

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ وَأُمَّهَاتُكُمُ اللَّاتِي أَرْضَعْنَكُمْ ﴾ [النساء : ۲۳]

---

(۱) [مزید تفصیل کے لیے راقم الحروف کی مرتب کردہ کتاب " فتاویٰ نکاح وطلاق " ملاحظہ فرمائیے۔]

"اور تمہاری وہ مائیں جنہوں نے تمہیں دودھ پلایا (تم پر حرام ہیں)۔"

کسی اور سے دودھ پلوانے کی صورت میں حرمت دو شرطوں کے ساتھ ثابت ہو گی

① رضاعت کی مدت کے دوران دودھ پلایا گیا ہو:

مراد یہ ہے کہ اگر پیدائش کے بعد دو سال کے اندر اندر دودھ پلایا گیا ہو گا تب رضاعت ثابت ہو گی (اور وہ عورت اس بچے کی ماں بن جائے گی اور اس سے اس کا نکاح حرام ہو جائے گا) جیسا کہ گزشتہ آیت ﴿حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ﴾ میں اللہ تعالیٰ نے دودھ پلانے کی زیادہ سے زیادہ مدت دو سال بیان فرمائی ہے۔ اس ضمن میں مزید دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿ لَا رَضَاعَ إِلَّا فِي الْحَوْلَيْنِ ﴾

"کوئی رضاعت معتبر نہیں سوائے اس رضاعت کے جو دو سال کے دوران ہو۔"(۱)

(2) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ

﴿ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ دَخَلَ عَلَيْهَا وَعِنْدَهَا رَجُلٌ فَكَأَنَّهُ تَغَيَّرَ وَجْهُهُ كَأَنَّهُ كَرِهَ ذَلِكَ فَقَالَتْ إِنَّهُ أَخِي فَقَالَ انْظُرْنَ مَنْ إِخْوَانُكُنَّ فَإِنَّمَا الرَّضَاعَةُ مِنَ الْمَجَاعَةِ ﴾

"نبی کریم ﷺ ان کے پاس تشریف لائے تو دیکھا کہ ان کے ہاں ایک مرد بیٹھا ہوا ہے۔ آپ ﷺ کے چہرے کا رنگ تبدیل ہو گیا گویا آپ نے اسے پسند نہیں فرمایا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! یہ میرے رضاعی بھائی ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا' دیکھو یہ سوچ سمجھ کر کہو کون تمہارا بھائی ہے کیونکہ رضاعت صرف وہی مؤثر ہوتی ہے جو بھوک سے ہو (یعنی جب بچے کو دودھ پلایا جائے اور اس سے اس کی بھوک مٹ جائے اور وہ صرف بچپن میں دو سال کی عمر کے اندر ہی ہوتی ہے)۔"(۲)

معلوم ہوا کہ صرف اسی رضاعت سے حرمت ثابت ہوتی ہے جو دو سال کی عمر کے اندر اندر واقع

---

(۱) [دارقطنی (۱۷۳/٤) سعید بن منصور (۹۷٤) بیهقی (٤٤٢/۷) عبدالرزاق (۱۳۹۰/۳)]

(۲) [بخاری (۵۱۰۲) كتاب النكاح : باب من قال لا رضاع بعد حولين ' مسلم (۱٤۵۵) كتاب الرضاع : باب انما الرضاعة من المجاعة ' أحمد (۹٤/٦) ابو داود (۲۰۵۸) كتاب النكاح : باب فی رضاعة الكبير ' ابن ماجة (۱۹٤۵) كتاب النكاح : باب لا رضاع بعد فصال ' ابن الجارود (٦۹۱) شرح السنة (٦۵/۵)]

ہوئی ہو اور اگر بچے کو دو سال کی عمر کے بعد دودھ پلایا گیا ہو تو پھر اس سے حرمت ثابت نہیں ہوگی۔

مزید برآں اگر کوئی عورت کسی ضروری حاجت کے پیش نظر کسی بڑی عمر کے لڑکے کو بھی دودھ پلائے تو کیا یہ جائز ہے یا اس سے حرمت ثابت ہوتی ہے یا نہیں؟ اس کے متعلق راجح مؤقف ہمارے علم کے مطابق وہ ہے جسے شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے اختیار فرمایا ہے۔

(ابن تیمیہؒ) مسئلہ رضاعت میں بچپن کا اعتبار کیا جائے گا الا کہ کوئی حاجت و ضرورت پیش آجائے جیسا کہ بڑی عمر کے آدمی کی رضاعت کا مسئلہ ہے' ایسا شخص جسے کسی عورت کے پاس جانا بھی ضروری ہو اور اس عورت کا اس سے پردہ کرنا بھی دشوار ہو جیسا کہ سالم کا ابو حذیفہ کی بیوی کے ساتھ معاملہ تھا۔ اس طرح کے بڑی عمر کے آدمی کو اگر عورت نے دودھ پلا دیا تو اس آدمی کے لیے دودھ پینا قابل تاثیر ہوگا۔ نیز ایسی صورت کے علاوہ دودھ پینے کی مدت بچپن کی عمر ہی ہے۔(۱)

(شوکانیؒ) یہی قول میرے نزدیک راجح ہے۔(۲)

② پانچ مرتبہ دودھ پلایا گیا ہو:

پانچ مرتبہ کا مطلب یہ ہے کہ ہر مرتبہ جب بچہ ماں کا پستان منہ میں لے کر چوسے پھر بغیر کسی عارضہ کے اپنی مرضی سے اسے چھوڑ دے تو یہ ایک مرتبہ ہے اور اگر کسی عارض کی وجہ سے چھوڑے مثلاً سانس لینے کے لیے' یا کچھ آرام کے لیے' یا کسی اور ایسی وجہ سے جو اسے دوسری طرف مشغول کر دے' پھر جلد ہی دوبارہ پینا یا چوسنا شروع کر دے تو یہ وقفہ ایک مرتبہ میں ہی شمار ہوگا۔(۳)

مزید یہ کہ صرف پانچ مرتبہ دودھ پینے سے ہی حرمت ثابت ہوتی ہے' اس کے تفصیلی دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ

﴿كَانَ فِيمَا أُنْزِلَ مِنَ الْقُرْآنِ عَشْرُ رَضَعَاتٍ مَعْلُومَاتٍ يُحَرِّمْنَ ثُمَّ نُسِخْنَ بِخَمْسٍ مَعْلُومَاتٍ فَتُوُفِّيَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَهُنَّ فِيمَا يُقْرَأُ مِنَ الْقُرْآنِ﴾

''پہلے قرآن میں یہ حکم اترا تھا کہ دس مرتبہ دودھ پینے سے حرمت ثابت ہوتی ہے۔ پھر یہ منسوخ ہو گیا

---

(۱) [مجموع الفتاوی لابن تیمیة (۶۰/۳۴)]

(۲) [نیل الأوطار (۴۱۸/۴)]

(۳) [مزید دیکھئے: نیل الأوطار (۴۱۲/۴) سبل السلام (۱۵۲۹/۳)]

اور یہ (نازل ہوا کہ) پانچ مرتبہ دودھ پینا حرمت کا سبب ہے اور رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوئی تو یہ قرآن میں پڑھا جاتا تھا۔“ (۱)

(2) حضرت سہلہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں ہے کہ

﴿ فَأَرْضَعَتْهُ خَمْسَ رَضَعَاتٍ فَكَانَ بِمَنْزِلَةِ وَلَدِهَا مِنَ الرَّضَاعَةِ ﴾

”انہوں نے سالم کو پانچ مرتبہ دودھ پلایا پھر وہ اس کے رضاعی بیٹے کی جگہ ہو گیا۔“ (۲)

(ابن تیمیہؒ) پانچ مرتبہ دودھ پینے سے حرمت ثابت ہوتی ہے۔ (۳)

رضاعت کی وجہ سے وہ رشتے حرام ہو جاتے ہیں جو نسب کی وجہ سے حرام ہوتے ہیں

(1) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ الرَّضَاعَةُ تُحَرِّمُ مَا تُحَرِّمُ الوِلَادَةُ ﴾

”جیسے خون ملنے سے حرمت ہوتی ہے ویسے ہی دودھ پینے سے بھی حرمت ثابت ہو جاتی ہے۔“ (٤)

(2) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ إِنَّ اللَّهَ حَرَّمَ مِنَ الرَّضَاعَةِ مَا حَرَّمَ مِنَ النَّسَبِ ﴾

”اللہ تعالیٰ نے رضاعت سے بھی ان رشتوں کو حرام کر دیا ہے جنہیں نسب کی وجہ سے حرام کیا ہے۔“ (٥)

رضاعت کی وجہ سے حرام رشتے

ان رشتوں کی کچھ تفصیل حسب ذیل ہے:

---

(۱) [مسلم (١٤٥٢) كتاب الرضاع : باب التحريم بخمس رضعات ' مؤطا (٦٠٨/٢) ابو داود (٢٠٦٢) كتاب النكاح : باب هل يحرم ما دون خمس رضعات ' ترمذى (١١٥٠) كتاب الرضاع : باب ما جاء لا تحرم المصة ولا المصتان ' نسائى (١٠٠/٦) ابن حبان (٤٢٠٧ ـ الإحسان)]

(٢) [صحيح : صحيح ابو داود (١٨١٥) كتاب النكاح : باب فيمن حرم به ' ابو داود (٢٠٦١)]

(٣) [فتاوى النساء (ص/٤٧١)]

(٤) [بخارى (٥٠٩٩) كتاب النكاح : باب قول الله تعالىٰ : وأمهاتكم اللاتى أرضعنكم ' مؤطا (٦٠١/٢) مسلم (١٤٤٤) كتاب الرضاع : باب يحرم من الرضاعة ما يحرم من الولادة ' نسائى (١٠٢/٦) دارمى (١٥٥/٢) عبدالرزاق (٤٧٦/٧) أبو يعلى (٣٣٨/٧) بيهقى (١٥٩/٧)]

(٥) [صحيح : إرواء الغليل (٢٨٤/٦) ترمذى (١١٤٦) كتاب الرضاع : باب ما جاء يحرم من الرضاع ما يحرم من النسب ' أحمد (١٣١/١)]

① "دودھ پلانے والی عورت" کیونکہ دودھ پلانے کی وجہ سے وہ دودھ پینے والے کی ماں تصور ہو گی۔

② "دودھ پلانے والی کی ماں" کیونکہ وہ اس کی نانی ہو گی۔

③ "دودھ پلانے والی کے شوہر کی ماں" کیونکہ وہ اس کی دادی ہو گی۔

④ "ماں کی بہن" کیونکہ وہ دودھ پینے والے کی خالہ ہو گی۔

⑤ "اس کے خاوند کی بہن" جو دودھ والا ہو' کیونکہ وہ اس کی پھوپھی ہو گی۔

⑥ "اس کے بیٹوں اور بیٹیوں کی بیٹیاں" کیونکہ وہ اس کے بھائیوں اور بہنوں کی بیٹیاں ہیں۔

⑦ "بہن" خواہ سگی ہو یا ماں یا باپ میں سے کسی ایک کی طرف سے۔(۱)

دودھ پلانے والی کا شوہر باپ کے قائم مقام بن جاتا ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ

﴿ أَنَّ أَفْلَحَ أَخَا أَبِي الْقُعَيْسِ جَاءَ يَسْتَأْذِنُ عَلَيْهَا وَهُوَ عَمُّهَا مِنَ الرَّضَاعَةِ بَعْدَ أَنْ نَزَلَ الْحِجَابُ فَأَبَيْتُ أَنْ آذَنَ لَهُ فَلَمَّا جَاءَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَخْبَرْتُهُ بِالَّذِي صَنَعْتُ فَأَمَرَنِي أَنْ آذَنَ لَهُ ﴾

"ابو قعیس کے بھائی افلح نے ان کے ہاں اندر آنے کی اجازت چاہی۔ وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے رضاعی چچا تھے۔ یہ واقعہ پردہ کا حکم نازل ہونے کے بعد کا ہے۔ (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ) میں نے انہیں اندر آنے کی اجازت نہ دی۔ پھر جب رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تو میں نے آپ کو ان کے ساتھ اپنا (کیا ہوا) معاملہ بتایا تو آپ ﷺ نے مجھے حکم دیا کہ میں انہیں اندر آنے کی اجازت دے دوں۔"

جامع ترمذی کی روایت میں یہ لفظ ہیں:

﴿عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ جَاءَ عَمِّي مِنَ الرَّضَاعَةِ يَسْتَأْذِنُ عَلَيَّ فَأَبَيْتُ أَنْ آذَنَ لَهُ حَتَّى أَسْتَأْمِرَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَلْيَلِجْ عَلَيْكِ فَإِنَّهُ عَمُّكِ قَالَتْ إِنَّمَا أَرْضَعَتْنِي الْمَرْأَةُ وَلَمْ يُرْضِعْنِي الرَّجُلُ قَالَ فَإِنَّهُ عَمُّكِ فَلْيَلِجْ عَلَيْكِ ﴾

"حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میرے رضاعی چچا آئے' انہوں نے میرے پاس (گھر میں) آنے کی اجازت طلب کی تو میں نے انہیں اس وقت تک اجازت دینے سے انکار کر دیا جب تک رسول

---

(۱) [تفسیر فتح القدیر (۱/٤٤٤_٤٥٦) فقه السنة (۲/۱٤٨)]

اللہ ﷺ سے نہ پوچھ لوں۔ پھر آپ ﷺ (تشریف لائے تو آپ) نے فرمایا' اسے اپنے پاس آنے دو یہ تمہارے چچا ہیں' انہوں نے عرض کیا کہ بلاشبہ مجھے تو عورت نے دودھ پلایا تھا' مرد نے نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا' یقیناً یہ تمہارے چچا ہیں انہیں اپنے پاس آنے دو۔'' (۱)

ان صحیح احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ دودھ پلانے والی کا شوہر باپ کے درجہ میں ہوتا ہے اور اس کے رشتہ داروں کا وہی مقام ہوتا ہے جو سگے باپ کے رشتہ داروں کا ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے رسول اللہ ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اپنے رضاعی چچا سے پردہ کرنے سے روکا اور انہیں اپنے پاس آنے سے روکنے سے منع فرمایا۔

(ابن حجرؒ) فرماتے ہیں کہ جمہور صحابہ و تابعین اور فقہائے امصار مثلاً اہل شام میں امام اوزاعیؒ اور امام ثوریؒ ،اہل کوفہ میں امام ابو حنیفہؒ اور ان کے دونوں صاحب (یعنی شاگرد' امام محمدؒ اور قاضی ابو یوسفؒ)، اہل مکہ میں ابن جریجؒ ، اہل مدینہ میں امام مالکؒ ، امام شافعیؒ ، امام احمدؒ ، امام اسحاقؒ ، امام ابو ثورؒ ، اور ان کے متبعین کا یہ مؤقف ہے کہ مرد کا دودھ حرمت کرتا ہے (مراد یہ ہے کہ جس مرد کے جماع کی وجہ سے عورت میں دودھ پیدا ہوا ہے' وہ بھی دودھ پینے والے پر حرام ہو جاتا ہے' یعنی اس سے نکاح جائز نہیں رہتا)۔ ان کی دلیل یہ (مذکورہ بالا) صحیح حدیث ہے۔(۲)

دودھ پلانے والی اکیلی عورت کی گواہی قابل قبول ہے

(1) حضرت عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے اُم یحییٰ بنت ابی اہاب رضی اللہ عنہا سے نکاح کر لیا تو ایک عورت آئی اور کہنے لگی ﴿ قَدْ أَرْضَعْتُكُمَا ﴾ ''میں نے تم دونوں کو دودھ پلایا ہے۔'' عقبہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے دریافت کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا ﴿ كَيْفَ وَقَدْ قِيلَ ﴾ ''اب تم اسے کس طرح اپنے نکاح میں رکھ سکتے ہو جبکہ رضاعت کی اطلاع دے دی گئی ہے؟۔'' چنانچہ عقبہ نے اس عورت کو جدا کر دیا اور اس

---

(۱) [بخاری (۵۱۰۳) کتاب النکاح : باب لبن الفحل ' مسلم (۱۴۴۵) کتاب الرضاع : باب تحریم الرضاعة من ماء الفحل ' موطا (۶۰۱/۲) کتاب الرضاع : باب رضاعة الصغیر ' ترمذی (۱۱۴۸) کتاب الرضاع : باب ما جاء فی لبن الفحل ' احمد (۳۳/۶) ابو داود (۲۰۵۷) کتاب النکاح : باب فی لبن الفحل ' ابن ماجه (۱۹۴۹) کتاب النکاح : باب لبن الفحل ' نسائی (۳۳۱۵) کتاب النکاح : باب لبن الفحل ' حمیدی (۱۱۳/۱) ' (۲۲۹) دارمی (۱۵۶/۲) کتاب النکاح : باب ما یحرم الرضاع]

(۲) [فتح الباری (۵۵/۹)]

خاتون نے دوسرے آدمی سے نکاح کر لیا۔"(۱)

(2) امام اوزاعیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے چار آدمیوں اور ان کی بیویوں کے درمیان رضاعت کے مسئلہ میں ایک عورت کی گواہی کی وجہ سے جدائی کرائی۔(۲)

(احمدؒ) اسی کے قائل ہیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ، امام طاؤس، امام زہری، امام اوزاعی، ابن ابی ذئب اور عمر بن عبد العزیز رحمہم اللہ کا بھی یہی موقف ہے۔

(شافعیؒ) چار عورتوں سے کم کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی کیونکہ دو عورتیں گواہی میں ایک مرد کے برابر ہیں۔

(ابو حنیفہؒ) صرف دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کی شہادت قبول کی جائے گی (ان کی دلیل قرآن کی یہ آیت ہے ﴿وَاسْتَشْهِدُوْا شَهِيْدَيْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ﴾ [البقرة : ۲۸۲]"اپنے مردوں میں سے دو گواہ بنا لو۔" حالانکہ یہ آیت عام ہے اور حدیث خاص ہے اور عام کو خاص پر محمول کرنا واجب ہے)۔(۳)

(راجح) مسئلہ رضاعت میں دودھ پلانے والی اکیلی عورت کی گواہی بھی قبول کی جائے گی جیسا کہ گزشتہ صحیح حدیث اس پر شاہد ہے۔

(شوکانیؒ، سید سابقؒ) اسی کے قائل ہیں۔(٤)

اگر کسی نے بہن کا دودھ پیا ہو تو باہم ان کی اولاد کا حکم

فی الحقیقت رضاعت سے بھی وہ تمام رشتے حرام ہو جاتے ہیں جو نسب و ولادت سے حرام ہوتے ہیں جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جیسے خون ملنے سے حرمت ہوتی ہے ویسے ہی دودھ پینے سے بھی حرمت ثابت ہو جاتی ہے۔"

اس حدیث کی رو سے دودھ پینے والا اپنی بہن کا رضاعی بیٹا ہو گا اور بہن کی اولاد اس کے رضاعی بہن

---

(۱) [بخاری (۲٦٥٩ ، ۲٦٦٠) کتاب الشهادات : باب شهادة المرضعة ، احمد (۸/٤) ابو داود (۳٦۰٤) کتاب الأقضية : باب الشهادة فی الرضاع ، ترمذی (۱۱٥۱) کتاب الرضاع : باب ما جاء فی شهادة المرأة الواحدة فی الرضاع ، نسائی (۱۰۹/٦) حمیدی (٥۷۹) دارقطنی (۱۷٥/٤)]

(۲) [عبدالرزاق (٤۸۲/۷) کتاب الطلاق : باب شهادة امرأة علی الرضاع]

(۳) [المغنی لابن قدامة (۳٤۰/۱۱) نیل الأوطار (٤۲۳/٤)]

(٤) [نیل الأوطار (۳٥۹/٦) فقه السنة (۱٥۳/۲)]

بھائی ہوں گے اور اس کی اولاد کے چچا اور پھوپھیاں ہوں گے لہٰذا ان کا باہم نکاح جائز نہیں۔

دورانِ رضاعت بیوی سے ہم بستری اور اس کا حاملہ ہونا

بچے کو دودھ پلانے والی عورت سے ہم بستری کرنا اور اس وجہ سے اسے مدتِ رضاعت کے دوران ہی حاملہ بنا دینا شریعت کی نظر میں ناجائز نہیں۔ جیسا کہ حدیث میں ہے کہ

﴿ عَنْ جُدَامَةَ بِنْتِ وَهْبٍ الْأَسَدِيَّةِ أَنَّهَا سَمِعَتْ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَقُولُ لَقَدْ هَمَمْتُ أَنْ أَنْهَى عَنِ الْغِيلَةِ حَتَّى ذَكَرْتُ أَنَّ الرُّومَ وَفَارِسَ يَصْنَعُونَ ذَلِكَ فَلَا يَضُرُّ أَوْلَادَهُمْ ﴾

”حضرت جدامہ بنت وہب اسدی رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا' بے شک میں نے ارادہ کیا تھا کہ میں غیلہ (دودھ پلانے کی مدت کے دوران عورت سے ہم بستری) سے منع کر دوں حتی کہ مجھے یاد آیا کہ روم اور فارس کے لوگ غیلہ کرتے ہیں تو ایسا کرنا ان کی اولاد کو (کوئی) نقصان نہیں دیتا (اس لیے میں نے اس سے منع نہیں کیا)۔“ (۱)

(مالکؒ) غیلہ یہ ہے کہ آدمی اپنی بیوی سے ہم بستری کرے اور وہ (بچے کو) دودھ پلاتی ہو (یعنی دودھ پلانے کے عرصے میں بیوی سے ہم بستری)۔(۲)

(نوویؒ) اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ غیلہ کرنا جائز ہے۔(۳)

❑ تاہم اگر اطباء حضرات مشورہ دیں کہ بچے کو دودھ پلانے کی مدت کے دوران عورت کا حاملہ ہونا دودھ پیتے بچے کی صحت کے لیے نقصان دہ ہے تو پھر ایسا نہ کرنا ہی اولیٰ و بہتر ہے۔ اس صورت میں انسان ہم بستری تو کر ہی سکتا ہے' البتہ عورت کو حاملہ ہونے سے بچانے کے لیے عزل کر سکتا ہے۔ عزل یہ ہے کہ ہم بستری کرتے ہوئے جب انزال (خروجِ منی) ہونے لگے تو آلہ تناسل کو عورت کی شرمگاہ سے باہر نکال کر انزال کر دیا جائے۔ عزل کے جواز کے متعلق حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

---

(۱) [مسلم (۱۴۴۲) کتاب النکاح : باب جواز الغیلة وهي وطء المرضع وكراهة العزل ' ابو داود (۳۸۸۲) کتاب الطب : باب باب في الغيل ' ترمذی (۲۰۷۶) کتاب الطب : باب ما جاء في الغيلة ' ابن ماجه (۲۰۱۱) کتاب النکاح : باب الغيل ' نسائی (۳۳۲۶) وفي السنن الكبرى (۵۴۸۵/۳) دارمی (۲۲۱۷) ابن حبان (۴۱۹۶) طبرانی کبیر (۵۳۵/۲۴) بیهقی (۲۳۱/۱۷)]

(۲) [كما في سنن ابی داود (بعد الحديث / ۳۸۸۲)]

(۳) [شرح مسلم للنووی (۳۶۲/۵)]

﴿ كُنَّا نَعْزِلُ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ وَالْقُرْآنُ يَنْزِلُ ﴾

''ہم عہد رسالت میں عزل کرتے تھے اور قرآن اس وقت نازل ہو رہا تھا۔'' (۱)

ایک روایت میں ہے کہ یہ بات (یعنی صحابہ کا عزل کرنا) نبی کریم ﷺ تک پہنچ گئی لیکن آپ ﷺ نے اس سے منع نہ فرمایا۔ (۲)

حق رضاعت کے متعلق ایک ضعیف روایت

جس روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا گیا:

''رضاعت کا حق (دودھ پلانے والی کو) کس طرح ادا کیا جا سکتا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا' ایک غلام یا لونڈی کی ادائیگی کے ساتھ۔''

وہ ضعیف ہے۔ (۳)

(۱) [بخاری (۵۲۰۹) کتاب النکاح : باب العزل ' مسلم (۱۴۴۰) کتاب النکاح : باب حکم العزل ' أبو یعلی (۲۱۹۳) ترمذی (۱۱۳۷) کتاب النکاح : باب ما جاء فی العزل ' أحمد (۳۷۷/۳) بیهقی (۲۲۸/۷)]

(۲) [مسلم (۱۴۴۰) کتاب النکاح : باب حکم العزل ' ابو داود (۲۱۷۳) أبو یعلی (۲۲۵۵) ابن حبان (۴۱۹۵) طحاوی (۳۵/۳) بیهقی (۲۲۸/۷)]

(۳) [ضعیف ابو داود (۴۴۵) ضعیف ترمذی (۱۹۶) ضعیف نسائی (۲۱۳) ابو داود (۲۰۶۴) کتاب النکاح : باب فی الرضخ عند الفصال ' ترمذی (۱۱۵۳) کتاب الرضاع : باب ما جاء ما یذهب مذمة الرضاع ' أحمد (۴۵۰/۳) حمیدی (۸۷۷) نسائی (۳۳۲۹) دارمی (۱۵۷/۲)]

باب حضانة الاولاد بچوں کی پرورش کا بیان

بچوں کی پرورش کا زیادہ حقدار کون ہے؟

پرورش کی سب سے زیادہ مستحق والدہ ہے کیونکہ وہ بچوں کے لیے لطف ورحم میں دوسروں سے کہیں زیادہ ہوتی ہے۔ جیساکہ یہ رحمت وشفقت درج ذیل حدیث سے عیاں ہے:

حضرت صعصعہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

''ایک عورت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئی' اس کے ساتھ اس کی دو بیٹیاں بھی تھیں' عائشہ رضی اللہ عنہا نے اسے تین کھجوریں دیں' اس نے ہر بیٹی کو ایک ایک کھجور دے دی' پھر (اپنے حصے کی تیسری) کھجور کو دو ٹکڑے کر کے ان کے درمیان تقسیم کر دیا۔ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آئے تو انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ قصہ سنایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' بلاشبہ وہ اس (اپنی بیٹیوں پر رحمت وشفقت) کے باعث جنت میں داخل ہوگئی ہے۔''(۱)

لہٰذا اگر ماں اور باپ میں کسی وجہ (طلاق وغیرہ) سے جدائی ہو جائے تو بچوں کی پرورش کی سب سے زیادہ حقدار ماں ہے' جب تک وہ نیا نکاح نہ کرلے۔

چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿أَنَّ امْرَأَةً قَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ ابْنِي هَذَا كَانَ بَطْنِي لَهُ وِعَاءً وَثَدْيِي لَهُ سِقَاءً وَحِجْرِي لَهُ حِوَاءً وَإِنَّ أَبَاهُ طَلَّقَنِي وَأَرَادَ أَنْ يَنْتَزِعَهُ مِنِّي فَقَالَ لَهَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ "أَنْتِ أَحَقُّ بِهِ مَا لَمْ تَنْكِحِي"﴾

''ایک خاتون رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئی اور عرض کیا' اے اللہ کے رسول! یہ جو میرا بیٹا ہے میرا پیٹ اس کے لیے برتن تھا' میری چھاتی (پستان) اس کے لیے مشکیزہ تھی اور میری آغوش اس کے لیے جائے قرار تھی۔ اس کے والد نے مجھے طلاق دے دی ہے اور اب وہ مجھ سے اس بچے کو بھی چھین لینا چاہتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' جب تک تو دوسرا نکاح نہیں کرتی اس وقت تک تو ہی اس کی

---

(۱) [صحیح : صحیح ابن ماجه' ابن ماجه (۳٦٦٨) کتاب الأدب : باب بر الوالد والاحسان الی البنات]

زیادہ حق دار ہے۔"(۱)

اس حدیث میں مذکور تین اوصاف ایسے ہیں جو بچے کی پرورش میں ماں کے ساتھ ہی خاص ہیں لہٰذا پرورش کے استحقاق میں بھی ماں کو باپ پر فوقیت حاصل ہے۔

(ابن تیمیہؒ) بچے کی تربیت کے لیے باپ سے زیادہ حقدار ماں ہے کیونکہ وہ زیادہ رحمدل' اس کی تربیت کو زیادہ سمجھنے والی اور زیادہ صبر کرنے والی ہے۔"(۲)

ماں کے بعد حضانت کی زیادہ حقدار خالہ ہے

اگر ماں نے دوسرا نکاح کر لیا ہو یا فوت ہو جائے تو بچوں کی پرورش کی زیادہ حقدار خالہ ہو گی۔ جیسا کہ درج ذیل دلائل اس پر شاہد ہیں:

(1) حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی طویل روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلح حدیبیہ کے بعد اگلے سال مکہ مکرمہ گئے اور پھر جب واپس ہونے لگے تو اس وقت حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی ایک بچی چچا چچا کرتی آئی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسے اپنے ساتھ لے لیا' پھر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس ہاتھ پکڑ کر لائے اور فرمایا 'اپنی چچازاد بہن کو بھی ساتھ لے لو' انہوں نے اسے اپنے ساتھ سوار کر لیا' پھر حضرت علی' حضرت زید اور حضرت جعفر رضی اللہ عنہم کا جھگڑا ہوا۔ علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس کا میں زیادہ مستحق ہوں' یہ میرے چچا کی بچی ہے۔ جعفر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ میرے بھی چچا کی بچی ہے اور اس کی خالہ میرے نکاح میں ہیں۔ زید رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میرے بھائی کی بچی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بچی کی خالہ کے حق میں فیصلہ کیا اور فرمایا کہ خالہ ماں کی جگہ ہوتی ہے' پھر علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں۔ جعفر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم صورت اور عادات واخلاق سب میں مجھ سے مشابہ ہو۔ زید رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم ہمارے بھائی بھی ہو اور ہمارے مولا بھی۔"(۳)

---

(۱) [**حسن** : صحیح ابو داود (۱۹۹۱) کتاب الطلاق : باب من أحق بالولد ' ابو داود (۲۲۷۶) دارقطنی (۳۰۵/۳) حاکم (۲۰۷/۲) بیهقی (۴/۸۔۵) امام حاکمؒ اور امام ذہبیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔]

(۲) [التعلیق علی سبل السلام للشیخ عبدالله بسام (۱۰۶۱/۳) اس مسئلے کی مزید تفصیل کے لیے راقم الحروف کی کتاب " طلاق کی کتاب " کا مطالعہ مفید ہے۔]

(۳) [بخاری (۲۶۹۹) کتاب الصلح : باب کیف یکتب : هذا ما صالح فلان بن فلان ' مسلم (۱۷۸۳) ترمذی (۱۹۰۴) بیهقی (۵/۸)]

(2) حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"لڑکی اپنی خالہ کے پاس ہوگی کیونکہ خالہ ماں ہے۔" (۱)

یہ روایات اس بات کا واضح ثبوت ہیں کہ خالہ بچے کی پرورش کرنے میں ماں کے درجہ میں ہے۔امام شوکانیؒ نے اس پر اجماع نقل فرمایا ہے۔(۲)

اگر خالہ موجود نہ ہو تو پھر والد زیادہ حقدار ہے

اس کے متعلق کوئی واضح دلیل تو موجود نہیں البتہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا والدہ سے کہنا کہ ﴿ أَنْتِ أَحَقُّ بِهِ مَا لَمْ تَنْكِحِيْ ﴾ اس بات کا ثبوت ہے کہ نکاح کے بعد بچہ باپ کی کفالت و پرورش میں رہے گا اور اس طرح جس روایت میں بچے کو ماں اور باپ کے درمیان اختیار دینے کا ذکر ہے وہ بھی اس کا ثبوت ہے کہ ماں کے بعد باپ ہی مستحق ہے۔ تاہم خالہ کو ماں کے بعد اس لیے حق دیا گیا ہے کیونکہ اسے دوسری حدیث میں ماں کی جگہ قرار دیا گیا ہے لہٰذا ماں کے بعد خالہ کا اور پھر والد کا حق ہوگا۔

اگر والد بھی موجود نہ ہو

تو پھر حاکم رشتہ داروں میں سے اسے بچے کا نگران و محافظ مقرر کرے گا جس میں پرورش کرنے کی زیادہ صلاحیت ہو۔ کیونکہ جب ماں' خالہ اور باپ تینوں موجود نہیں تو بچہ یقیناً کسی ایسے شخص کا محتاج ہے جو اس کی پرورش' تربیت اور دیکھ بھال کرے اور یہ بات معروف ہے کہ دیگر تمام افراد سے قریبی رشتہ دار ہی یہ ذمہ داری زیادہ خوش اسلوبی' شفقت اور رحمدلی سے نبھا سکتے ہیں۔ لہٰذا حاکم وقت ان میں سے کسی کو جس میں زیادہ صلاحیت ہے بچے کا نگران و مربی مقرر کر دے۔

اور اگر کوئی ایسا رشتہ دار بھی موجود نہ ہو تو ان بے سہارا بچوں کی پرورش کی ذمہ داری حکومت پر ہے' حکومت کو چاہیے کہ بیت المال میں سے ایسے بچوں کی پرورش کا انتظام کرے۔ اس کی دلیل صحیح بخاری کی وہ روایت ہے جسے امام بخاریؒ نے اسی بات کو ثابت کرنے کے لیے نقل فرمایا ہے:

---

(۱) [صحیح : إرواء الغليل (۲٤٦/۷ ـ ۲٤۸) أحمد (۹۸/۱) مشكل الآثار (۱۷۳/٤) ابو داود (۲۲۸۰) حاکم (۱۲۰/۳)]

(۲) [نيل الأوطار (٤۳۳/٤)]

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس جب کسی ایسے شخص کا جنازہ لایا جاتا جس پر قرض ہوتا تو آپ ﷺ دریافت فرماتے کہ مرنے والے نے قرض کی ادائیگی کے لیے ترکہ چھوڑا ہے یا نہیں ؟ اگر کہا جاتا کہ اتنا چھوڑا ہے جس سے اس کا قرض ادا ہو سکتا ہے تو آپ ان کی نماز پڑھتے ' ورنہ مسلمانوں سے کہتے کہ اپنے ساتھی پر تم ہی نماز پڑھ لو۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ پر فتوحات کے دروازے کھول دیئے تو فرمایا کہ میں مسلمانوں سے ان کی خود اپنی ذات سے بھی زیادہ قریب ہوں۔ اس لیے ان میں سے جو کوئی وفات پائے اور قرض چھوڑے تو اس کی ادائیگی کی ذمہ داری میری ہے اور جو کوئی مال چھوڑے وہ اس کے ورثاء کا ہے۔'' (۱)

بچے کو اختیار دینا اور قرعہ ڈالنا

گزشتہ استحقاقِ پرورش کی تمام بحث ایسے بچے کے متعلق ہے جو ابھی صغر سنی یعنی بچپن میں ہو اور سن تمیز کو نہ پہنچا ہو لیکن جب وہ سن شعور کو پہنچ جائے اور اسے تربیت و پرورش کی یکسر ضرورت نہ رہے تو اس صورت میں بچے کو ماں باپ کے درمیان اختیار دیا جائے گا جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک بچے سے کہا:

﴿هَذَا أَبُوكَ وَهَذِهِ أُمُّكَ فَخُذْ بِيَدِ أَيِّهِمَا شِئْتَ فَأَخَذَ بِيَدِ أُمِّهِ فَانْطَلَقَتْ بِهِ﴾

''اے لڑکے! یہ تیرا باپ ہے اور یہ تیری ماں ہے ان دونوں میں سے جس کا چاہے ہاتھ پکڑ لے۔ پھر اس بچے نے ماں کا ہاتھ پکڑ لیا اور وہ اسے لے کر چلتی بنی۔'' (۲)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ خَيَّرَ غُلَامًا بَيْنَ أَبِيهِ وَأُمِّهِ﴾

---

(۱) [بخاری (۵۳۷۱) کتاب النفقات : باب قول النبی ﷺ من ترك كلا أو ضياعا فالى]

(۲) [صحیح : إرواء الغليل (۲۱۹۲) كتاب الطلاق : باب من أحق بالولد ' ابو داود (۲۲۷۷) كتاب الطلاق : باب من أحق بالولد ' ترمذی (۱۳۵۷) كتاب الأحكام : باب ما جاء فی تخییر الغلام بین أبويه اذا افترقا ' نسائی (۳۴۹۶) كتاب الطلاق : باب اسلام أحد الزوجين وتخيير الولد ' ابن ماجة (۲۳۵۱) كتاب الأحكام : باب تخيير الصبی بين أبويه ' أحمد (۷۳۴۶۔ شاکر) مشکل الآثار (۱۷۶/۴)] امام زیلعیؒ اور حافظ ابن حجرؒ نے بھی اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔[نصب الراية (۲۶۹/۳) تلخيص الحبير (۱۲/۴)]

"نبی کریم ﷺ نے ایک لڑکے کو اس کے باپ اور اس کی ماں کے درمیان اختیار دیا۔" (۱)

علاوہ ازیں اگر بچے سے والدین میں سے کسی ایک کو اختیار کرنا مشکل ہو جائے تو قرعہ کے ذریعے فیصلہ کر دیا جائے گا جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

﴿اسْتَهِمَا فِيهِ﴾ "تم دونوں اس بچے کے متعلق قرعہ ڈال لو۔" (۲)

(ابن قیمؒ) ماں باپ میں سے جو بھی بچے کی زیادہ صحیح اسلامی تربیت کر سکتا ہو بچے کو اسی کے سپرد کرنا چاہیے۔ (۳)

---

(۱) [صحیح : التعلیقات الرضیة علی الروضة (۳۳۹/۲) ترمذی (۱۳۵۷) کتاب الأحکام : باب ما جاء فی تخییر الغلام بین أبویه إذا افترقا ' ابن ماجة (۲۳۵۱) کتاب الأحکام : باب تخییر الصبی بین أبویه ' أحمد (۴۴۷/۲) نسائی (۳۴۹۶) کتاب الطلاق : باب اسلام أحد الزوجین وتخییر الولد]

(۲) [صحیح : صحیح ابو داود (۱۹۹۲) کتاب الطلاق : باب من أحق بالولد ' ابو داود (۲۲۷۷) نسائی (۱۸۵/۶) ابن أبی شیبة (۲۳۷/۵)]

(۳) [ملخصا ' زاد المعاد (۴۷۴/۵-۴۷۵) مذکورہ بالا بچوں کی پرورش سے متعلقہ تمام مسائل کی تفصیل کے لیے راقم الحروف کی کتاب " طلاق کی کتاب " کا مطالعہ کیجئے۔]

باب تربية الأولاد بچوں کی تربیت کا بیان

والدین کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے بچوں کی بچپن سے ہی اچھی تربیت کریں' انہیں اچھے اخلاق و آداب سکھائیں' انہیں اسلامی تعلیمات سے روشناس کرائیں' انہیں صغرسنی سے ہی حق و صداقت کی راہ دکھائیں۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلَائِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَا يَعْصُونَ اللَّهَ مَا أَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ ﴾ [التحریم : ٦]

''اے ایمان والو! تم اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں' جس پر سخت دل مضبوط فرشتے مقرر ہیں جنہیں جو حکم اللہ تعالیٰ دیتا ہے اس کی نافرمانی نہیں کرتے بلکہ جو حکم دیا جائے بجالاتے ہیں۔''

اور ایک حدیث میں فرمانِ نبوی ہے کہ

﴿ كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ الْإِمَامُ رَاعٍ وَمَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ وَالرَّجُلُ رَاعٍ فِي أَهْلِهِ وَهُوَ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ وَالْمَرْأَةُ رَاعِيَةٌ فِي بَيْتِ زَوْجِهَا وَمَسْئُولَةٌ عَنْ رَعِيَّتِهَا وَالْخَادِمُ رَاعٍ فِي مَالِ سَيِّدِهِ وَمَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ قَالَ وَحَسِبْتُ أَنْ قَدْ قَالَ وَالرَّجُلُ رَاعٍ فِي مَالِ أَبِيهِ وَمَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ وَكُلُّكُمْ رَاعٍ وَمَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ ﴾

''تم میں سے ہر ایک نگران ہے اور اس کے ماتحتوں کے متعلق اس سے سوال ہو گا۔ امام نگران ہے اور اس سے اس کی رعایا کے بارے میں سوال ہو گا۔ مرد اپنے گھر کا نگران ہے اور اس سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال ہو گا۔ عورت اپنے شوہر کے گھر کی نگران ہے اور اس سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال ہو گا۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ میرا خیال ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ انسان اپنے باپ کے مال کا نگران ہے اور اس کی رعیت کے بارے میں اس سے سوال ہو گا اور تم میں سے ہر شخص نگران ہے اور ہر

ایک سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال ہوگا۔" (۱)

مذکورہ بالا آیت وحدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک مسلمان کی نجات کے لیے صرف یہی کافی نہیں کہ وہ خود تو نماز' روزہ اور دیگر عبادات واحکاماتِ شرعیہ کی پابندی کرتا رہے' مگر اپنے بیوی بچوں کو نہ تو نیکی کا حکم کرے اور نہ ہی برائی سے روکے۔ بلکہ اس پر جہاں خود دینی مسائل کو سیکھنا اور ان پر عمل کرنا واجب ہے' اسی طرح اس پر اپنے بچوں کو اسلامی آداب واحکام سکھانا اور پھر ان پر عمل کرانا بھی واجب ہے۔ آئندہ مختلف فصول کے تحت ایک مسلمان کی اُن ذمہ داریوں کو ذکر کیا جارہا ہے جو بچوں کی تربیت کے حوالے سے اللہ تعالیٰ نے ہر ایک پر عائد کی ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

---

(۱) [بخاری (۸۹۳) کتاب الجمعة : باب الجمعة فی القری والمدن' مسلم (۱۸۲۹) کتاب الامارة : باب فضیلة الأمیر العادل وعقوبة الجائر والحث علی الرفق بالرعیة' ترمذی (۱۷۰۵) کتاب الجهاد : باب ما جاء فی الامام' نسائی فی السنن الکبری (۹۱۷۳/۵) عبد الرزاق (۲۰٦٤۹) الأدب المفرد للبخاری (۲۱٤) بیهقی (۲۸۷/٦)]

فصل اول :

دینی و اسلامی تربیت

بچوں کو کلمۂ توحید سکھانا

بچے کو ابتدائی عمر میں ہی کلمۂ توحید (یعنی لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ) اور کلمۂ شہادت (یعنی أَشْهَدُ أَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ وَ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ) سکھانا چاہیے 'کیونکہ یہی اسلام کی پہلی دعوت اور اسلام میں داخل ہونے والے ہر فرد سے اولین مطلوب ہے۔ جیسا کہ ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جب حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن کی طرف روانہ فرمایا تو وہاں کے لوگوں کو جو پہلا حکم دینے کو کہا وہ یہ تھا:

﴿ ادْعُهُمْ إِلَى شَهَادَةِ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ ﴾

"انہیں (سب سے پہلے) اس بات کی دعوت دینا کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبودِ برحق نہیں۔" (۱)

سات سال کی عمر میں بچوں کو نماز کا حکم دینا

عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ روایت ہے کہ

﴿مُرُوا أَوْلَادَكُمْ بِالصَّلَاةِ وَهُمْ أَبْنَاءُ سَبْعِ سِنِينَ وَاضْرِبُوهُمْ عَلَيْهَا وَهُمْ أَبْنَاءُ عَشْرٍ﴾

"اپنے بچوں کو نماز کا حکم دو جب وہ سات سال کے ہوں اور جب وہ دس سال کے ہو جائیں تو انہیں نماز چھوڑنے پر مارو۔" (۲)

---

(۱) [بخاری (۱۳۹۵) کتاب الزکاۃ : باب وجوب الزکاۃ ' مسلم (۱۹) کتاب الإیمان : باب الدعاء إلی الشهادتین وشرائع الإسلام ' أبو داود (۱۵۸٤) کتاب الزکاۃ : باب فی زکاۃ السائمة ' ترمذی (٦۲٥) کتاب الزکاۃ : باب ما جاء فی کراهیة أخذ خیار المال فی الصدقة ' نسائی (٥/۲) ابن ماجة (۱۷۸۳) کتاب الزکاۃ : باب فرض الزکاۃ ' أحمد (۲۳۳/۱) دارمی (۱٦۱٤) دارقطنی (۱۳٥/۲) طبرانی کبیر (۱۲۲۰۷) بیهقی (۹٦/٤)]

(۲) [حسن : صحیح أبو داود (٤٦٦) کتاب الصلاۃ : باب متی یؤمر الغلام بالصلاۃ ' أبو داود (٤۹٥) أحمد (۱۸۷/۲) دارقطنی (۲۳۰/۱)]

(شوکانیؒ) اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ سات سال کی عمر کے بچوں کو نماز کا حکم دینا اور دس سال کی عمر میں بچوں کو نماز چھوڑنے پر مارنا' واجب ہے۔(۱)

(ابن قدامہؒ) بچے کے سرپرست پر واجب ہے کہ سات سال کی عمر میں اسے طہارت اور نماز کی تعلیم دے۔(۲)

(نوویؒ) ہمارے علماء کا کہنا ہے کہ سرپرست بچے کو باجماعت نماز ادا کرنے' مسواک کرنے اور دیگر اعمال بجالانے کا حکم دے اور اسے زنا' عمل قومِ لوط' شراب' جھوٹ اور غیبت کی حرمت کے متعلق بتائے۔(۳)

(بغویؒ) سات سال کی عمر میں بچے کو نماز کا حکم دینے میں حکمت یہ ہے کہ وہ نماز کا عادی بن جائے۔(٤)

❑ بچے اگر دس سال کی عمر میں بھی نماز نہ پڑھیں تو انہیں مارتے پیٹتے وقت چہرے پر مارنے سے بچنا چاہیے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے چہرے پر مارنے سے منع فرمایا ہے۔(٥)

❑ واضح رہے کہ اگر گھر میں کوئی بچہ بطورِ مہمان آیا ہوا ہو تو اسے بھی نماز پڑھنے کی تلقین کرنی چاہیے اور نہ پڑھنے پر اس سے باز پرس کرنی چاہیے' جیسا کہ ایک حدیث میں ہے کہ

﴿عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ بِتُّ عِنْدَ خَالَتِي مَيْمُونَةَ فَجَاءَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ بَعْدَمَا أَمْسَى فَقَالَ أَصَلَّى الْغُلَامُ قَالُوا نَعَمْ فَاضْطَجَعَ ......﴾

"حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنی خالہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے ہاں رات گزاری۔ رسول اللہ ﷺ شام ہو جانے کے بعد (قدرے تاخیر سے) تشریف لائے تو دریافت فرمایا کہ کیا بچے نے نماز پڑھی ہے؟ تو گھر والوں نے کہا' ہاں۔ پھر آپ ﷺ لیٹ گئے۔"(٦)

---

(۱) [نیل الأوطار (۳۷۸/۱)]

(۲) [المغنی لابن قدامة (۳٥۰/۲)]

(۳) [المجموع شرح المهذب (۱۱/۳)]

(٤) [شرح السنة (٤۰٦/۲)]

(٥) [**حسن صحيح** : صحیح ابو داود ' ابو داود (۲۱٤۲) کتاب النکاح : باب فی حق المرأة علی زوجها ' ابن ماجه (۱۸٥۰) کتاب النکاح : باب حق المرأة علی الزوج ' ارواء الغلیل (۲۰۳۳) صحیح الجامع الصغیر (٦۷٤)]

(٦) [**صحيح** : صحیح ابو داود ' ابو داود (۱۳٥٦) کتاب الصلاة : باب فی صلاة اللیل]

بچوں کو روزے رکھوانا اور انہیں مساجد میں لے کر جانا

(1) امام بخاریؒ نے باب قائم کیا ہے کہ

﴿ بَاب صَوْمِ الصِّبْيَانِ وَقَالَ عُمَرُ لِنَشْوَانٍ فِي رَمَضَانَ وَيْلَكَ وَ صِبْيَانُنَا صِيَامٌ فَضَرَبَهُ ﴾

"بچوں کے روزوں کا بیان۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رمضان میں شراب پینے والے (ایک شخص) سے کہا' تو ہلاک ہو! (تو نے رمضان میں شراب پی ہے) ہمارے تو بچے بھی روزہ دار ہیں۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ نے اس کو مارا پیٹا۔" (۱)

(2) حضرت ربیع بنت معوذ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ

﴿أَرْسَلَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ غَدَاةَ عَاشُورَاءَ إِلَى قُرَى الْأَنْصَارِ الَّتِي حَوْلَ الْمَدِينَةِ مَنْ كَانَ أَصْبَحَ صَائِمًا فَلْيُتِمَّ صَوْمَهُ وَمَنْ كَانَ أَصْبَحَ مُفْطِرًا فَلْيُتِمَّ بَقِيَّةَ يَوْمِهِ فَكُنَّا بَعْدَ ذَلِكَ نَصُومُهُ وَنُصَوِّمُ صِبْيَانَنَا الصِّغَارَ مِنْهُمْ إِنْ شَاءَ اللَّهُ وَنَذْهَبُ إِلَى الْمَسْجِدِ فَنَجْعَلُ لَهُمُ اللُّعْبَةَ مِنَ الْعِهْنِ فَإِذَا بَكَى أَحَدُهُمْ عَلَى الطَّعَامِ أَعْطَيْنَاهَا إِيَّاهُ عِنْدَ الْإِفْطَارِ ' وَفِي رِوَايَةٍ فَإِذَا سَأَلُونَا الطَّعَامَ أَعْطَيْنَاهُمُ اللُّعْبَةَ تُلْهِيهِمْ حَتَّى يُتِمُّوا صَوْمَهُمْ﴾

"رسول اللہ ﷺ نے یومِ عاشوراء کی صبح کو انصار کی بستیوں (جو مدینہ کے گردونواح میں تھیں) پیغام بھجوایا کہ جس نے روزہ رکھا ہو وہ روزہ برقرار رکھے اور جس نے روزہ نہ رکھا ہو وہ دن کا باقی حصہ بھی اسی حالت میں گزارے۔ حضرت ربیع رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ اس کے بعد ہم ہمیشہ روزہ رکھتے تھے اور اپنے بچوں کو بھی روزہ رکھواتے تھے اور انہیں (اپنے ساتھ) مسجد میں بھی لے جایا کرتے تھے۔ ہم بچوں کو روئی کی گڑیاں بنا دیا کرتے تھے' جب ان میں سے کوئی کھانے کی وجہ سے روتا تو ہم (اس کا دل بہلانے کے لیے) اسے گڑیا دے دیتے حتی کہ افطار کا وقت ہو جاتا۔ ایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ جب بچے ہم سے کھانا مانگتے تو ہم انہیں گڑیاں دے دیتے' تاکہ وہ ان سے کھیلتے رہیں حتی کہ اپنا روزہ پورا کر لیں۔" (۲)

---

(۱) [بخاری (۱۹۶۰) کتاب الصوم]

(۲) [مسلم (۱۱۳۶) کتاب الصیام : باب من أكل فی عاشوراء فليكف بقية يومه ' بخاری (۱۹۶۰) کتاب الصوم : باب صوم الصبيان ' مسند احمد (۲۷۰۹۳) ابن حبان (۳۶۲۰) طبرانی کبیر (۷۰۰/۲۴) شرح السنة للبغوی (۱۷۸۳) بیهقی (۲۸۸/٤)]

مذکورہ بالا دونوں احادیث سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنے بچوں کو کس قدر شدت سے روزے رکھوانے کا اہتمام کیا کرتے تھے اور صرف نفلی ہی نہیں بلکہ انہیں فرضی روزے بھی رکھوایا کرتے تھے۔ اسی طرح اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بچوں کو مساجد میں بھی لے جایا کرتے تھے۔

(حافظ ابن حجرؒ) مذکورہ بالا حدیث کے متعلق فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ بطورِ مشق بچوں کو روزہ رکھوانا جائز ہے اگرچہ وہ اس عمر میں شریعت کے مکلّف نہیں۔(۱)

(ابن قدامہؒ) زیادہ بہتر یہی ہے کہ بچوں کو دس سال کی عمر میں روزوں کا پابند بنایا جائے۔(۲)

(شیخ ابن عثیمینؒ) چھوٹے بچے پر بالغ ہونے تک روزے رکھنا لازم نہیں' لیکن جب اس میں روزے رکھنے کی طاقت ہو تو اسے روزے رکھنے کا حکم دیا جائے گا تاکہ وہ روزہ رکھنے کی مشق کر سکے اور اس کا عادی بن جائے اور بلوغت کے بعد اس کے لیے روزہ رکھنا آسان ہو سکے۔ صحابہ کرام (جو اس امت کے بہترین لوگ تھے) بچپن میں ہی اپنے بچوں کو روزے رکھوایا کرتے تھے۔(۳)

بچوں کو نماز عید کے لیے لے کر جانا

امام بخاریؒ نے باب قائم کیا ہے کہ

﴿ بَاب خُرُوجِ الصِّبْیَانِ إِلَی الْمُصَلَّی ﴾

''باب' بچوں کو عیدگاہ لے کر جانا''

اور اس کے تحت یہ حدیث نقل فرمائی ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

﴿خَرَجْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ یَوْمَ فِطْرٍ أَوْ أَضْحَی فَصَلَّی ثُمَّ خَطَبَ ثُمَّ أَتَی النِّسَاءَ فَوَعَظَهُنَّ وَذَكَّرَهُنَّ وَأَمَرَهُنَّ بِالصَّدَقَةِ ﴾

''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' انہوں نے کہا کہ میں عیدالفطر یا عیدالاضحیٰ کے دن نبی

---

(۱) [فتح الباری (تحت الحدیث / ۱۹۶۰)]

(۲) [المغنی لابن قدامة (۴۱۲/۴)]

(۳) [مجموع الفتاوی لابن عثیمین (۲۸/۱۹)]

کریم ﷺ کے ساتھ نکلا۔ آپ ﷺ نے نماز پڑھائی' پھر عورتوں کی طرف آئے اور انہیں وعظ و نصیحت کیا اور صدقہ کا حکم دیا۔'' (۱)

(علامہ عینیؒ) فرماتے ہیں کہ مذکورہ بالا حدیث کا باب سے تعلق یہ ہے کہ جب ابن عباس رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز عید کے لیے نکلے تھے' اس وقت ابھی وہ بچے تھے۔(۲)

(سید سابقؒ) عیدین میں بچوں کا عید گاہ کے لیے نکلنا مشروع ہے۔(۳)

(سعودی مجلس افتاء) بچوں کو عید گاہ میں حاضر ہونے سے نہ روکا جائے۔(٤)

استطاعت ہو تو بچوں کو حج کرانا

(1) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿ فَرَفَعَتْ إِلَيْهِ امْرَأَةٌ صَبِيًّا فَقَالَتْ أَلِهٰذَا حَجٌّ قَالَ نَعَمْ وَلَكِ أَجْرٌ ﴾

''ایک عورت اپنے بچے کو اٹھا کر لائی اور کہا' اے اللہ کے رسول! کیا اس کے لیے حج ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا' ہاں اور اس کا ثواب تمہیں ملے گا۔'' (٥)

(2) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

﴿أَقْبَلْتُ وَقَدْ نَاهَزْتُ الْحُلُمَ أَسِيرُ عَلَى أَتَانٍ لِي وَرَسُولُ اللّٰهِ ﷺ قَائِمٌ يُصَلِّي بِمِنًى حَتَّى سِرْتُ بَيْنَ يَدَيْ بَعْضِ الصَّفِّ الْأَوَّلِ ثُمَّ نَزَلْتُ عَنْهَا فَرَتَعَتْ فَصَفَفْتُ مَعَ النَّاسِ وَرَاءَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ وَقَالَ يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ بِمِنًى فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ ﴾

''میں اپنی ایک گدھی پر سوار ہو کر (منیٰ) میں آیا۔ اس وقت میں جوان ہونے کے قریب تھے۔ رسول اللہ ﷺ منیٰ میں کھڑے نماز پڑھا رہے تھے۔ میں پہلی صف کے ایک حصہ کے آگے سے ہو کر گزرا' پھر سواری سے نیچے اُتر آیا اور اسے چرنے کے لیے چھوڑ دیا۔ پھر رسول اللہ ﷺ کے پیچھے لوگوں کے ساتھ صف

---

(۱) [بخاری (۹۷۵) کتاب الجمعة : باب خروج الصبیان الی المصلی]

(۲) [عمدة القاری (۲۹۷/٦)]

(۳) [فقه السنة (۲٤۱/۱)]

(٤) [فتاوی اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والافتاء (۲۸۹/۸)]

(٥) [مسلم (۱۳۳٦) کتاب الحج : باب صحة حج الصبی وأجر من حج به' ابو داود (۱۷۳٦) نسائی (۱۲۰/٥) بیهقی (۱٥٥/٥) مؤطا (٤۲۲/۱) أحمد (۲۱۹/۱)]

میں شریک ہو گیا' یونس نے ابن شہاب سے بیان کیا کہ یہ حجۃ الوداع کے موقع پر منیٰ کا واقعہ ہے۔''(۱)

جس وقت کا یہ واقعہ ہے اُن دنوں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نابالغ تھے لیکن اس کے باوجود انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج ادا کیا۔ جس سے یہ ثابت ہوا کہ بچوں کو حج کروایا جا سکتا ہے۔

(3) حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

﴿ حُجَّ بِي مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ وَأَنَا ابْنُ سَبْعِ سِنِينَ ﴾

''مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج کرایا گیا اور میں اس وقت سات سال کا تھا۔''(۲)

❑ واضح رہے کہ نابالغ بچہ حج تو کر سکتا ہے لیکن بلوغت کے بعد اسے یہ حج کافی نہیں ہو گا بلکہ فرض کی ادائیگی کے لیے اسے دوبارہ حج کرنا ہو گا۔

بچوں کو قرآن کی تعلیم دینا

امام بخاریؒ نے باب قائم کیا ہے کہ

﴿ بَاب تَعْلِيمِ الصِّبْيَانِ الْقُرْآنَ ﴾ ''باب بچوں کو قرآن مجید کی تعلیم دینا۔''

اور اس کے تحت یہ حدیث نقل فرمائی ہے:

﴿عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا جَمَعْتُ الْمُحْكَمَ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فَقُلْتُ لَهُ وَمَا الْمُحْكَمُ قَالَ الْمُفَصَّلُ ﴾

''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے (سب) محکم سورتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ہی یاد کر لی تھیں' میں (یعنی سعید بن جبیرؒ) نے پوچھا کہ محکم سورتیں کون سی ہیں؟ انہوں نے کہا کہ مفصل (اہل علم کے صحیح قول کے مطابق مفصل سورتیں سورۂ حجرات سے لے کر آخر قرآن تک ہیں)۔''(۳)

---

(۱) [بخاری (۱۸۵۷) کتاب العمرة : باب حج الصبیان ' مسلم (۵۰٤) کتاب الصلاة : باب سترة المصلی ' ابو داود (۷۱۵) کتاب الصلاة : باب من قال الحمار لا یقطع الصلاة ' ترمذی (۳۳۷) کتاب الصلاة : باب ما جاء لا یقطع الصلاة شیء ' ابن ماجة (۹٤۷) کتاب إقامة الصلاة والسنة فیها : باب ما یقطع الصلاة ' نسائی (۷۵۱) حمیدی (٤۷۵) ابن الجارود (۱٦۸) عبد الرزاق (۲۳۵۹) ابن أبی شیبة (۲۷۸/۱) أبو عوانة (٥٤/۲) شرح السنة للبغوی (٥٤۸) ابن حبان (۲۱۵۱) ابن خزیمة (۸۳۳)]

(۲) [بخاری (۱۸۵۸) کتاب الحج : باب حج الصبیان]

(۳) [بخاری (۵۰۳٦) کتاب فضائل القرآن]

بچوں کی اسلامی تعلیم کا بندوبست کرنا

چونکہ اسلام کے متعلق اساسی اور ضروری معلومات حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض کیا گیا ہے' جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ فَاعْلَمْ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ ﴾ [محمد: ١٩]

''یہ جان لے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبودِ برحق نہیں۔''

اور حدیث میں ہے کہ

﴿ طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيضَةٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ ﴾

''(اسلام کے بنیادی احکامات کا) علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔''(١)

اس لیے والدین کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے بچوں کو اسلامی تعلیم (یعنی کتاب و سنت کی تعلیم) دلوائیں اور یقیناً یہی وہ تعلیم ہے جو بچوں کو والدین کی عزت و احترام' ان کی اطاعت و فرمانبرداری اور ان کے ساتھ حسن سلوک کا سبق سکھائے گی۔ جب بچے نیک اور ماں باپ کے فرمانبردار ہوں گے تو وہ ان کے لیے دنیا میں بے شمار پریشانیوں سے چھٹکارے کا سبب ہی نہیں' بلکہ اُخروی نجات کا بھی ذریعہ بنیں گے۔

بچوں کو مخلوط تعلیم والے سکولوں میں داخل کرانے کا حکم

(سعودی مجلس افتاء) (مخلوط) سکولوں وغیرہ میں مرد اور عورتوں کے مابین اختلاط عظیم قسم کی برائیوں اور دین و دنیا کی بڑی خرابیوں میں شامل ہوتا ہے' لہٰذا عورت کے لیے مرد و زن میں اختلاط والی جگہ میں پڑھنا' یا کام کرنا جائز نہیں اور نہ ہی اس کے ولی اور ذمہ دار کے لیے اسے اس کی اجازت دینا (یا اس پر مجبور کرنا) جائز ہے۔(٢)

بچوں کو دیگر نیکی کے کاموں کی مشق کرانا

صرف نماز روزہ ہی نہیں بلکہ بچوں کو دیگر تمام نیکی کے کاموں کی بچپن سے ہی مشق کرانی چاہیے تاکہ جب بچے بڑے ہوں تو ان کے اندر دینی تعلیمات پر عمل اس قدر راسخ ہو چکا ہو کہ کوئی بھی گمراہ کن اور فتنہ پرور چیز انہیں اسلامی احکامات سے منحرف نہ کر سکے۔

---

(١) [صحیح: صحیح الجامع الصغیر (٣٩١٤) صحیح ابن ماجه ' ابن ماجه (٢٢٤) مقدمة: باب فضل العلماء والحث علی طلب العلم]

(٢) [فتاوی اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والافتاء (١٥٦/١٢)]

فصل دوم :

اخلاقی تربیت

بچوں کے بستر الگ کر دینا جب وہ دس برس کی عمر کو پہنچ جائیں

فرمانِ نبوی ہے کہ

﴿ وَفَرِّقُوا بَيْنَهُمْ فِي الْمَضَاجِعِ ﴾

"(جب بچے دس سال کے ہو جائیں تو انہیں نماز چھوڑنے پر مارو) اور ان کے بستر الگ کر دو۔" (۱)

(مناویؒ) مراد یہ ہے کہ بچے جب دس برس کی عمر کو پہنچ جائیں تو ان کے وہ بستر الگ کر دو جن میں وہ سوتے ہیں' یہ حکم اس خدشے کی وجہ سے دیا گیا ہے کہ اگر وہ بہنیں ہوں تو ان کی شہوت نہ بھڑک اٹھے۔

(طیبیؒ) اس حدیث میں بچپن میں ہی نماز پڑھنے اور بستر الگ کرنے کا حکم اس لیے دیا گیا ہے تاکہ بچے ادب سیکھ جائیں' اللہ تعالیٰ کے تمام احکامات کی پابندی کریں' مخلوق کے درمیان رہن سہن کے طریقے سیکھیں اور یہ کہ تہمت کے مقامات سے بچ جائیں۔ (۲)

بچوں کو پیٹ کے بل سونے سے روکنا

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

﴿مَرَّ بِيَ النَّبِيُّ ﷺ وَأَنَا مُضْطَجِعٌ عَلَى بَطْنِي فَرَكَضَنِي بِرِجْلِهِ وَقَالَ يَا جُنَيْدِبُ إِنَّمَا هَذِهِ ضِجْعَةُ أَهْلِ النَّارِ﴾

"نبی کریم ﷺ میری پاس سے گزرے اور میں اپنے پیٹ کے بل لیٹا ہوا تھا۔ تو آپ ﷺ نے مجھے اپنے پاؤں کے ساتھ مارا اور کہا اے جنیدب! یقیناً یہ جہنمیوں کے لیٹنے کا طریقہ ہے۔" (۳)

---

(۱) [حسن : صحيح أبو داود (٤٦٦) كتاب الصلاة : باب متى يؤمر الغلام بالصلاة ' أبو داود (٤٩٥)]

(۲) [كما في عون المعبود (تحت الحديث / ٤٩٥)]

(۳) [صحيح : صحيح ابن ماجه ' ابن ماجه (٣٧٢٤) كتاب الأدب : باب النهي عن الاضطجاع على الوجه]

ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' اس طرح لیٹنے کو اللہ تعالیٰ ناپسند فرماتے ہیں۔(۱)

بچوں کو دائیں ہاتھ سے ہر چیز پکڑنے کی نصیحت کرنا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ

﴿ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ يُحِبُّ التَّيَامُنَ يَأْخُذُ بِيَمِينِهِ وَيُعْطِي بِيَمِينِهِ وَيُحِبُّ التَّيَمُّنَ فِي جَمِيعِ أُمُورِهِ ﴾

"رسول اللہ ﷺ دائیں ہاتھ کے استعمال کو پسند فرمایا کرتے تھے' آپ دائیں ہاتھ کے ساتھ پکڑتے اور دائیں ہاتھ کے ساتھ دیتے اور آپ اپنے تمام کاموں میں دائیں ہاتھ کا استعمال ہی پسند فرماتے تھے۔"(۲)

ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿وَلْيَأْخُذْ بِيَمِينِهِ وَلْيُعْطِ بِيَمِينِهِ فَإِنَّ الشَّيْطَانَ ...... يُعْطِي بِشِمَالِهِ وَيَأْخُذُ بِشِمَالِهِ ﴾

"(تم میں ہر کوئی) اپنے دائیں ہاتھ سے لے اور اپنے دائیں ہاتھ سے ہی دے' بلاشبہ شیطان اپنے بائیں ہاتھ سے دیتا ہے اور بائیں ہاتھ سے ہی لیتا ہے۔"(۳)

بچوں کو غیر مسلموں کی مشابہت سے روکنا

فرمان نبوی ہے کہ

﴿ لا تشبهوا باليهود والنصارى ﴾

"یہود و نصاریٰ کی مشابہت مت کرو۔"(٤)

---

(۱) [صحیح : صحیح ابن ماجه ' ابن ماجه (۳۷۲۳) كتاب الأدب : باب النهى عن الاضطجاع على الوجه]

(۲) [صحیح : صحیح نسائی ' نسائی (۵۰۵۹) كتاب الزينة : باب التيامن فى الترجل]

(۳) [صحیح : صحيح الجامع الصغير (۳۸٤) صحیح ابن ماجه ' ابن ماجه (۳۲٦٦) كتاب الأطعمة : باب الأكل باليمين ' صحيح الترغيب والترهيب (۲۱۱٤) كتاب الطعام وغيره : باب الترهيب من الأكل والشرب بالشمال ' السلسلة الصحيحة (۱۲۳٦) ' (۲۳۸/۳)]

(٤) [صحیح : صحيح الجامع الصغير (۱۰٦۷)]

بچوں کو بچوں کی بری عادتوں مثلاً جھوٹ' چوری اور گالی گلوچ وغیرہ سے روکنا

❶ فرمانِ نبوی ہے کہ

﴿وَإِيَّاكُمْ وَالْكَذِبَ فَإِنَّ الْكَذِبَ يَهْدِي إِلَى الْفُجُورِ وَإِنَّ الْفُجُورَ يَهْدِي إِلَى النَّارِ وَمَا يَزَالُ الرَّجُلُ يَكْذِبُ وَيَتَحَرَّى الْكَذِبَ حَتَّى يُكْتَبَ عِنْدَ اللَّهِ كَذَّابًا﴾

''جھوٹ سے بچو اس لیے کہ جھوٹ برائیوں کی طرف لے جاتا ہے اور برائیاں جہنم کی آگ تک لے جاتی ہیں اور انسان جھوٹ بولتا رہتا ہے اور جھوٹ بولنے کی کوشش کرتا رہتا ہے حتی کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں جھوٹا لکھ دیا جاتا ہے۔''(۱)

❷ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوا أَيْدِيَهُمَا جَزَاءً بِمَا كَسَبَا﴾ [المائدة : ۳۸]

''چوری کرنے والے مرد اور عورت (دونوں) کے ہاتھ کاٹ دو' یہ اس کا بدلہ ہے جو انہوں نے کیا۔''

❸ ارشادِ نبوی ہے کہ

﴿إِنَّ مِنْ أَكْبَرِ الْكَبَائِرِ أَنْ يَلْعَنَ الرَّجُلُ وَالِدَيْهِ قِيلَ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَكَيْفَ يَلْعَنُ الرَّجُلُ وَالِدَيْهِ قَالَ يَسُبُّ الرَّجُلُ أَبَا الرَّجُلِ فَيَسُبُّ أَبَاهُ وَيَسُبُّ أُمَّهُ فَيَسُبُّ أُمَّهُ﴾

''کبیرہ گناہوں میں سے بڑا کبیرہ گناہ یہ ہے کہ آدمی اپنے والدین کو گالی دے۔ کہا گیا' اے اللہ کے رسول! آدمی اپنے والدین کو کیسے گالی دیتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا' آدمی کسی کے والد کو گالی دیتا ہے اور پھر وہ اس کے والد کو گالی دیتا ہے اور ایک آدمی کسی کی ماں کو گالی دیتا ہے اور پھر وہ اس کی ماں کو گالی دیتا ہے۔''(۲)

---

(۱) [مسلم (۲٦۰۷) كتاب البر والصلة والآداب : باب قبح الكذب وحسن الصدق وفضله ' بخاری (٦۰۹٤) كتاب الأدب : باب قول الله تعالىٰ يأيها الذين آمنوا اتقوا الله ' ابو داود (٤۹۸۹) كتاب الأدب : باب فی التشديد فی الكذب ' ترمذی (۱۹۷۱) كتاب البر والصلة : باب ما جاء فی الصدق والكذب ' دارمی (۲۷۱۵) عبد الرزاق (۲۰۰۷٦) أبو يعلى (۵۱۳۸)]

(۲) [بخاری (۵۹۷۳) كتاب الأدب : باب لا يسب الرجل والديه ' مسلم (۹۰) كتاب الايمان : باب بيان الكبائر وأكبرها ' مسند احمد (٦۸۵۵) ترمذی (۱۹۰۲) كتاب البر والصلة : باب ما جاء فی عقوق الوالدين ' ابو داود (۵۱٤۱) كتاب الأدب : باب فی بر الوالدين ' الأدب المفرد (۲۷)]

بچوں کو دوسروں کو برے ناموں کے ساتھ پکارنے سے روکنا

ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ وَلَا تَنَابَزُوا بِالْأَلْقَابِ ﴾ [الحجرات : ١١]

"اور ایک دوسرے کو برے القاب سے مت پکارو۔"

بچوں کو فضول گفتگو سے روکنا

مومنین کی صفات بیان کرتے ہوئے ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ وَالَّذِينَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُونَ ﴾ [المؤمنون : ٣]

"اور وہ بے ہودہ لغو باتوں سے اعراض کرتے ہیں۔"

بچوں کو فضول کام چھوڑ دینے کی تربیت دینا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ مِنْ حُسْنِ إِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْكُهُ مَا لَا يَعْنِيهِ ﴾

"آدمی کے اسلام کی خوبی یہ ہے کہ وہ (ہر) لایعنی و فضول کام چھوڑ دے۔" (١)

بچوں کو غیر عورتوں کی طرف دیکھنے سے روکنا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا:

﴿ يَا عَلِيُّ لَا تُتْبِعِ النَّظْرَةَ النَّظْرَةَ فَإِنَّ لَكَ الْأُولَى وَلَيْسَتْ لَكَ الْآخِرَةُ ﴾

"اے علی! (غیر محرم لڑکی کی طرف اچانک پڑنے والی) ایک نظر کے بعد دوسری نظر نہ دوڑا کیونکہ پہلی نظر تو تیرے لئے معاف ہے اور دوسری نظر معاف نہیں۔" (٢)

---

(١) [صحيح : صحيح ابن ماجه ' ابن ماجه (٣٩٧٦) كتاب الفتن : باب كف اللسان فى الفتنة]

(٢) [حسن : جلباب المرأة المسلمة (ص / ٧٧) هداية الرواة (٣٠٤٦) ' (٢٥٢/٣) ابو داود (٢١٤٩) كتاب النكاح : باب ما يؤمر به من غض البصر ' ترمذى (٢٧٧٧) كتاب الأدب : باب ما جاء فى نظر الفجاة]

بچوں کو بلوغت کے بعد غیر عورتوں کے ساتھ خلوت کرنے سے روکنا

فرمانِ نبوی ہے کہ

﴿وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلَا يَخْلُوَنَّ بِامْرَأَةٍ لَيْسَ مَعَهَا ذُو مَحْرَمٍ مِنْهَا فَإِنَّ ثَالِثَهُمَا الشَّيْطَانُ﴾

''جو شخص اللہ تعالیٰ اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ ہرگز کسی ایسی عورت کے ساتھ تنہائی اختیار نہ کرے جس کے ساتھ کوئی محرم رشتہ دار نہ ہو کیونکہ (ایسی صورت میں) ان دونوں کا تیسرا (ساتھی) شیطان ہوتا ہے۔'' (۱)

بچیوں کو بلوغت کے بعد پردہ کرانا

ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ

﴿يَاأَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِن جَلَابِيبِهِنَّ ذَٰلِكَ أَدْنَىٰ أَن يُعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ﴾ [الأحزاب : ٥٩]

''اے نبی! اپنی بیویوں سے اور اپنی صاحبزادیوں سے اور مسلمانوں کی عورتوں سے کہہ دو کہ وہ اپنے اوپر اپنی چادریں لٹکا لیا کریں' اس سے بہت جلد ان کی شناخت ہو جایا کرے گی' پھر وہ ستائی نہیں جائیں گی۔''

تفاسیر میں موجود ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو ازواجِ مطہرات اور صحابیات گھر سے باہر نکلتے وقت بڑی بڑی چادروں کے ساتھ چہرے سمیت اپنا مکمل بدن ڈھانپ کر نکلتی تھیں' صرف ایک آنکھ راستہ دیکھنے کے لیے ننگی رکھتی تھیں۔

بچیوں کو بلوغت سے قبل بھی پردے کی ہدایت

(سعودی مجلس افتاء) کسی نے دریافت کیا کہ نابالغ بچیوں کے متعلق پردے کا کیا حکم ہے؟ کیا وہ بے پردہ گھر سے باہر نکل سکتی ہیں؟ اور کیا وہ اوڑھنی کے بغیر نماز پڑھ سکتی ہیں؟

تو مجلس افتاء نے جواب دیا کہ

نابالغ بچیوں کے ورثاء پر انہیں اسلامی آداب سکھانا واجب ہے۔ وہ انہیں اخلاقِ فاضلہ کی تربیت دینے

---

(۱) [صحیح : ارواء الغلیل (۱۸۱۳) احمد (۳۳۹/۳)]

کی غرض سے اور فتنہ کے خوف کے پیش نظر بے پردہ گھر سے باہر جانے کی اجازت نہ دیں۔ تاکہ وہ فتنہ وفساد برپا کرنے کا سبب نہ بن سکیں۔ اسی طرح ورثاء انہیں اوڑھنی میں نماز پڑھنے کا حکم دیں ہاں اگر نابالغ بچی اوڑھنی کے بغیر نماز پڑھے تو ایسا کرنا درست ہے (اور اس سے اس کی نماز باطل نہیں ہوگی کیونکہ نبی کریم ﷺ نے صرف بالغہ عورت کے متعلق فرمایا ہے کہ وہ اگر اوڑھنی کے بغیر نماز پڑھے گی تو اس کی نماز قبول نہیں ہوگی)۔(۱)

بچوں کو داڑھی رکھنے کی تلقین کرنا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ عَشْرٌ مِنَ الْفِطْرَةِ قَصُّ الشَّارِبِ وَإِعْفَاءُ اللِّحْيَةِ ...... ﴾

"دس کام اُمورِ فطرت سے ہیں، مونچھیں کاٹنا اور داڑھی کو معاف کرنا......"(۲)

ایک دوسری حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ خَالِفُوا الْمُشْرِكِينَ أَحْفُوا الشَّوَارِبَ وَأَوْفُوا اللِّحَى ﴾

"مشرکین کی مخالفت کرو، مبالغے سے مونچھیں کاٹو اور داڑھی پوری رکھو۔"(۳)

بچوں اور بچیوں کو ناخن بڑھانے سے روکنا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

﴿وُقِّتَ لَنَا فِي قَصِّ الشَّارِبِ وَتَقْلِيمِ الْأَظْفَارِ وَنَتْفِ الْإِبِطِ وَحَلْقِ الْعَانَةِ أَنْ لَا نَتْرُكَ أَكْثَرَ مِنْ أَرْبَعِينَ لَيْلَةً﴾

"ہمارے لیے مونچھوں کے تراشنے" ناخنوں کے کاٹنے" بغلوں کے بال اُکھیڑنے اور زیر ناف بالوں

---

(۱) [فتاوی برائے خواتین، مطبوعہ دارالسلام (ص / ۲٦٤)]

(۲) [حسن : صحیح ابو داود، ابو داود (٥٣) کتاب الطهارة : باب السواك من الفطرة، ابن ماجه (٢٩٣) کتاب الطهارة وسننها : باب الفطرة، نسائی (٥٠٤٠) کتاب الزينة : باب من السنن الفطرة، ترمذی (٢٧٥٧) کتاب الأدب: باب ما جاء فی تقليم الأظفار، صحيح الجامع الصغير (٤٠٠٩)]

(۳) [صحیح : صحيح الجامع الصغير (٣٢٠٩) ارواء الغليل (٧٧)]

کے مونڈنے کے لیے یہ حکم مقرر کیا گیا ہے کہ چالیس راتوں سے زیادہ نہ گزرنے پائیں۔" (۱)

(شیخ ابن جبرین) ناخن بڑھانا جائز نہیں بلکہ ہر ہفتے بعد یا زیادہ سے زیادہ چالیس دن تک انہیں ترشوانے کا حکم ہے۔(۲)

بچوں کو کھانے کے آداب سکھانا

- بسم اللہ پڑھ کر کھانا شروع کرنا۔
- دائیں ہاتھ سے کھانا۔
- اپنے آگے سے کھانا۔

جیسا کہ حضرت عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

﴿ كُنْتُ غُلَامًا فِي حَجْرِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ وَكَانَتْ يَدِي تَطِيشُ فِي الصَّحْفَةِ فَقَالَ لِي رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ يَا غُلَامُ سَمِّ اللّٰهَ وَكُلْ بِيَمِينِكَ وَكُلْ مِمَّا يَلِيكَ فَمَا زَالَتْ تِلْكَ طِعْمَتِي بَعْدُ ﴾

"میں رسول اللہ ﷺ کی گود میں تھا اور میرا ہاتھ کھانے کے برتن میں گھوم رہا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے مجھے فرمایا' اے لڑکے! اللہ کا نام لو (یعنی بسم اللہ پڑھ کر کھانا شروع کرو)' اپنے دائیں ہاتھ سے کھاؤ اور اپنے آگے سے کھاؤ۔ اس کے بعد میرے کھانے کا طریقہ ہمیشہ یہی رہا۔" (۳)

- کھانے پینے میں اسراف نہ کرنا۔(٤)
- کھڑے ہو کر کھانے پینے سے حتی الوسع اجتناب کی ہی کوشش کرنا۔(٥)

---

(۱) [مسلم (۲۵۸) كتاب الطهارة : باب خصال الفطرة ' ابو داود (٤٢٠٠) كتاب الترجل : باب فى أخذ الشارب ' ترمذى (۲۷۵۸) كتاب الأدب : باب فى التوقيت فى تقليم الأظفار وأخذ الشارب ' ابن ماجه (۲۹٥) كتاب الطهارة وسننها : باب الفطرة ' احمد (۱۳۱۰۹)]

(۲) [فتاوی برائے خواتین (ص / ۳٦٥)]

(۳) [بخارى (٥٣٧٦) كتاب الأطعمة : باب التسمية على الطعام والأكل باليمين ' مسلم (۲۰۲۲) كتاب الأشربة : باب آداب الطعام والشراب وأحكامهما]

(٤) [الأعراف : ۳۱]

(٥) [مسلم (۲۰۲٤) كتاب الأشربة : باب كراهية الشرب قائما ' ابو داود (۳۷۱۷) كتاب الأشربة : باب فى الشرب قائما ' ترمذى (۱۸۷۹) كتاب الأشربة : باب ما جاء فى النهى عن الشرب قائما ' ابن ماجه (۳٤۲٤) كتاب الأشربة : باب الشرب قائما ' دارمى (۲۱۲۷) أبو يعلى (۲۸٦۷) ابن حبان (٥۳۲۱) طيالسى (۲۰۰۰) بيهقى (۲۸۱/۷)]

بچوں کو قضائے حاجت کے آداب سکھانا

- مثلاً یہ کہ قضائے حاجت کے وقت اپنے آپ کو چھپایا جائے اور اپنے ستر کی حفاظت کی جائے۔(۱)
- دورانِ قضائے حاجت باتیں نہ کی جائیں۔(۲)
- راستے میں' سائے کے نیچے اور لوگوں کے جمع ہونے کی کسی جگہ پر قضائے حاجت نہ کی جائے۔(۳)
- کھڑے پانی میں پیشاب نہ کیا جائے۔(٤)
- قبلہ رخ ہو کر پیشاب نہ کیا جائے۔(٥)
- پیشاب کے قطروں سے اجتناب کیا جائے۔(٦)
- دائیں ہاتھ سے استنجاء نہ کیا جائے وغیرہ وغیرہ۔(۷)

---

(۱) [**صحیح**: صحیح أبو داود (۱۱) کتاب الطهارة : باب کیف التکشف عند الحاجة ' ترمذی (۱٤)] امام ترمذیؒ نے اسے مرسل کہا ہے۔ جبکہ شیخ مناویؒ بیان کرتے ہیں کہ اس کی بعض سندیں صحیح بھی ہیں۔[فیض القدیر (۹۲/٥)]

(۲) [**صحیح لغیرہ** : الصحیحة (۳۱۲۰) صحیح الترغیب (۱۰۰) أبو داود : کتاب الطهارة : باب کراهیة الکلام عندالخلاء' أحمد (۳٦/۳) ابن ماجة (۳٤۲) حاکم (۱٥۷/۱) ابن خزیمة (۳۹/۱)]

(۳) [مسلم (۲٦۹) کتاب الطهارة : باب النهی عن التخلی فی الطرق والظلال' أبو داود (۲٥) أبو عوانة (۱۹٤/۱) ابن خزیمة (٦۷)ابن حبان (۱٤۱٥) حاکم (۱۸٥/۱) بیهقی (۹۷/۱) أحمد (۳۷۲/۲)]

(٤) [مسلم (۲۸۱) کتاب الطهارة : باب النهی عن البول فی الماء الراکد ' ابن ماجة (۳٤۳) أبو عوانة (۲۱٦/۱) أحمد (۳٥۰/۳) نسائی (۳٤/۱) ابن حبان (۱۲٤۷) بیهقی (۹۷/۱)]

(٥) [بخاری (۳۹٤) کتاب الصلاة : باب قبلة أهل المدینة وأهل الشام والمشرق ' مسلم (۲٦٤) أبو داود (۹) ترمذی (۸) ابن ماجة (۳۱۸) نسائی (۲۳/۱) أبو عوانة (۱۹۹/۱) ابن خزیمة (٥۷) ابن حبان (۱٤۱٤) حمیدی (۳۷۸) ابن أبی شیبة (۱٥۰/۱)]

(٦) [**صحیح** : صحیح ابن ماجة (۲۷۸) کتاب الطهارة وسننها : باب التشدید فی البول' إرواء الغلیل (۲۸۰) ابن ماجة (۳٤۸) أحمد (۳۲٦/۲) ابن أبی شیبة (۱۲۱/۱) حاکم (۱۸۳/۱) دارقطنی (۱۲۸/۱) بیهقی (٤۱۲/۲)] حافظ بوصیریؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[الزوائد (۱٤٦/۱)]

(۷) [**صحیح** : صحیح أبو داود (٦) کتاب الطهارة : باب کراهیة استقبال القبلة عند قضاء الحاجة ' أبو داود (۸) ابن ماجة (۳۱۳) نسائی (٤۰) أحمد (۲٤۷/۲) أبو عوانة (۲۰۰/۱) مسند شافعی (٦٤) حمیدی (٤۳٤/۲) ابن خزیمة (٤۳/۱)]

بچوں کو سونے کے آداب سکھانا

- بستر کو جھاڑ کر اس پر لیٹنا۔(۱)
- سوتے وقت آیت الکرسی اور دیگر سوتے وقت کی مسنون دعائیں پڑھنا۔(۲)
- دائیں کروٹ پر دایاں ہاتھ سر کے نیچے رکھ کر سونا۔(۳)
- سورۃ الاخلاص' سورۃ الفلق اور سورۃ الناس ایک ایک مرتبہ پڑھ کر اپنے دونوں ہاتھوں پر پھونکنا اور پھر دونوں ہاتھ سارے جسم پر مَل لینا' یہ عمل تین مرتبہ کرنا۔(٤)

---

(۱) [بخاری (۶۳۲۰) کتاب الدعوات : باب التعوذ والقرائة عند المنام]

(۲) [بخاری (۳۲۷۵)' (۶۳۱۲)]

(۳) [بخاری (۶۳۲۰) مسلم (۲۷۱٤) ترمذی (۳٤۰ ۲) ابن ماجه (۳۸۷٤) ابو داود (٥۰٤٥)]

(٤) [بخاری (٥۰۱۸) کتاب فضائل القرآن : باب فضل المعوذات ' ترمذی (۳٤۰۲) کتاب الدعوات : باب ما جاء فیمن یقرأ القرآن عند المنام]

فصل سوم:

جسمانی تربیت

بچوں کے اخراجات کا بندوبست کرنا

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿وَعَلَى الْمَوْلُودِ لَهُ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ﴾ [البقرة : ٢٣٣]

''بچوں کی ماں کا رزق اور کپڑے معروف طریقے کے ساتھ والد کے ذمہ ہیں۔''

امام قرطبیؒ رقمطراز ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان ﴿رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ﴾ ''ان کا رزق اور ان کے کپڑے'' میں یہ دلیل ہے کہ بچے کا خرچہ اس کے ضعف و عجز کی وجہ سے اس کے والد پر واجب ہے' اللہ تعالیٰ نے یہاں ماں کا لفظ اس لیے استعمال کیا ہے کیونکہ دورانِ رضاعت بچے تک غذا ماں کے ذریعے ہی پہنچتی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ

﴿وَإِنْ كُنَّ أُولَاتِ حَمْلٍ فَأَنْفِقُوا عَلَيْهِنَّ حَتَّى يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ﴾ [الطلاق : ٦]

''اگر وہ عورتیں حاملہ ہوں تو جب تک بچہ پیدا نہ ہو جائے انہیں خرچہ دیتے رہو۔''

کیونکہ غذا صرف اس (ماں) کے ذریعے ہی (بچے تک) پہنچتی ہے۔

نیز علماء کا اجماع ہے کہ آدمی پر اپنے ان بچوں کا خرچہ واجب ہے جن کے پاس کوئی مال نہیں۔ ہند بنت عتبہ نے جب آپ ﷺ سے کہا کہ اے اللہ کے رسول! ابو سفیان (اس کا شوہر) بخیل ہے اور مجھے اتنا خرچ نہیں دیتا جو میرے اور میرے بچوں کے لیے کافی ہو' ہاں اگر میں اس کی لاعلمی میں اس کے مال میں سے لے لوں تو کیا مجھ پر کوئی گناہ ہے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

﴿خُذِيْ مَا يَكْفِيْكِ وَوَلَدِكِ بِالْمَعْرُوْفِ﴾

''تم دستور کے مطابق (بغیر اجازت) اتنا لے سکتی ہو جو تمہارے اور تمہارے بچوں کے لیے کافی ہو۔'' (۱)

---

(۱) [بخاری (٥٣٦٤) كتاب النفقات : باب اذا لم ينفق الرجل فللمرأة أن تأخذ بغير علمه ' مسلم (١٧١٤) كتاب الأقضية : باب قضية هند ' ابو داود (٣٥٣٢) كتاب البيوع : باب في الرجل يأخذ حقه من تحت يده ' ابن ماجه (٢٢٩٣) كتاب التجارات : باب ما للمرأة من مال زوجها ' نسائي في السنن الكبرى (٩١٩٠) دارمي (٢٢٥٩) حميدي (٢٤٢) ابن حبان (٤٢٥٥) بغوي (٢١٤٩) بيهقي (١٠/١٤١)]

مزید (امام قرطبیؒ) فرماتے ہیں کہ پھر اللہ تعالیٰ نے یہ وضاحت کی ہے کہ شوہر کے ذمہ اتنا ہی خرچ واجب ہوگا جس کی وہ طاقت رکھتا ہے اس سے زائد نہیں جیسا کہ فرمایا ﴿ لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ اِلَّا وُسْعَهَا ﴾ ''کسی نفس کو تکلیف نہیں دی جاتی مگر اس کی وسعت وطاقت کے مطابق۔'' (۱)

بیوی بچوں پر خرچ کرنے کی ترغیب:

(1) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿دِينَارٌ أَنْفَقْتَهُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَدِينَارٌ أَنْفَقْتَهُ فِي رَقَبَةٍ وَدِينَارٌ تَصَدَّقْتَ بِهِ عَلَى مِسْكِينٍ وَدِينَارٌ أَنْفَقْتَهُ عَلَى أَهْلِكَ أَعْظَمُهَا أَجْرًا الَّذِي أَنْفَقْتَهُ عَلَى أَهْلِكَ﴾

''ایک دینار وہ ہے جسے تو نے اللہ کے راستے میں خرچ کیا اور ایک دینار وہ ہے جسے تو نے گردن آزاد کرنے میں خرچ کیا اور ایک دینار وہ ہے جسے تو نے کسی مسکین پر صدقہ کیا اور ایک دینار وہ ہے جسے تو نے اپنے اہل وعیال پر خرچ کیا۔ ان سب میں سے زیادہ ثواب کا باعث وہ دینار ہے جسے تو نے اپنے اہل وعیال پر خرچ کیا۔'' (۲)

(2) حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿أَفْضَلُ دِينَارٍ يُنْفِقُهُ الرَّجُلُ دِينَارٌ يُنْفِقُهُ عَلَى عِيَالِهِ وَدِينَارٌ يُنْفِقُهُ الرَّجُلُ عَلَى دَابَّتِهِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَدِينَارٌ يُنْفِقُهُ عَلَى أَصْحَابِهِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ﴾

''زیادہ فضیلت والا دینار وہ ہے جسے کوئی شخص اپنے اہل وعیال پر خرچ کرے اور وہ دینار ہے جسے کوئی اپنے اُس جانور پر خرچ کرے جو اللہ کی راہ میں لڑائی کے لیے (باندھا ہوا ہے) اور وہ دینار ہے جسے کوئی اللہ کی راہ میں اپنے (مجاہد) ساتھیوں پر خرچ کرے۔'' (۳)

---

(۱) [تفسیر قرطبی (۱۵٤/۳)]

(۲) [مسلم (۹۹۵) کتاب الزکاۃ : باب فضل النفقة على العيال والمملوك وإثم من ضيعهم أو حبس نفقتهم عنهم ' احمد (۱۰۱۲۵)]

(۳) [مسلم (۹۹٤) کتاب الزکاۃ : باب فضل الصدقة على العيال والمملوك وإثم من ضيعهم أو حبس نفقتهم عنهم ' ترمذی (۱۹٦٦) کتاب البر والصلة : باب ما جاء فى النفقة فى الأهل ' ابن ماجة (۲۷٦۰) کتاب الجهاد : باب فضل النفقة فى سبيل الله ' بخارى فى الأدب المفرد (۷٤۸) احمد (۲۲٤٦۹) طيالسى (۹۸۷) بيهقى (۱۷۸/٤) نسائى فى السنن الكبرى (۹۱۸۲/۵) ابن حبان (٤۲٤۲)]

(3) حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ إِذَا أَنْفَقَ الرَّجُلُ عَلَى أَهْلِهِ يَحْتَسِبُهَا فَهُوَ لَهُ صَدَقَةٌ ﴾

"جب آدمی اپنے گھر والوں پر ثواب کی نیت سے خرچ کرے تو یہ اس کے لیے صدقہ بن جاتا ہے۔"(۱)

بچوں کی صحت کا خیال رکھنا

حفظانِ صحت کے اصولوں میں سے اولین اُصول صفائی ستھرائی کا ہے' بچوں کی صحت کے لیے اسے لازمی طور پر اختیار کیا جائے۔ فرمانِ نبوی ہے کہ

﴿ الطُّهُورُ شَطْرُ الْإِيمَانِ ﴾

"طہارت نصف ایمان ہے۔"(۲)

اگر بچے بیمار ہو جائیں تو ان کے لیے دواء کا بندوبست کیا جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ

﴿ يَا عِبَادَ اللَّهِ تَدَاوَوْا فَإِنَّ اللَّهَ لَمْ يَضَعْ دَاءً إِلَّا وَضَعَ لَهُ شِفَاءً أَوْ قَالَ دَوَاءً إِلَّا دَاءً وَاحِدًا قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ وَمَا هُوَ قَالَ الْهَرَمُ ﴾

"اے اللہ کے بندو! دوا استعمال کرو۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے کوئی ایسی بیماری نہیں بنائی جس کی شفا نہ بنائی ہو (راوی کو شک ہے کہ) یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کی دوا نہ بنائی ہو سوائے ایک بیماری کے۔ لوگوں نے دریافت کیا' اے اللہ کے رسول! وہ بیماری کیا ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' وہ بڑھاپا ہے۔"(۳)

نیز ایسی قرآنی سورتیں اور دعائیں جن کے متعلق احادیث میں ہے کہ ان میں شفاء ہے انہیں پڑھ کر بچوں کو دم کیا جائے۔ جیسا کہ ایک صحیح حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ سورۂ فاتحہ پڑھ کر مریض کو دم کیا جائے

---

(۱) [بخاری (۵۵) کتاب الایمان : باب ما جاء ان الأعمال بالنية والحسبة ' مسلم (۱۰۰۲) کتاب الزکاۃ: باب فضل النفقة والصدقة على الاقربين]

(۲) [مسلم (۲۲۳) کتاب الطهارة : باب فضل الوضوء ' ترمذی (۳۵۱۷) کتاب الدعوات : باب ' ابن ماجه (۲۸۰) کتاب الطهارة وسننها : باب الوضوء شطر الایمان ' نسائی (۲٤۳٦) مسند احمد (۲۲۹٦۵) طبرانی کبیر (۳٤۲۳) بیهقی فی السنن الکبری (۱/۱۰)]

(۳) [صحیح : صحیح ترمذی (۱٦٦۰) کتاب الطب : باب ما جاء فی الدواء والحث علیه ' ترمذی (۲۰۳۸) ابو داود (۳۸۵۵) کتاب الطب : باب فی الرجل یتداوی ' الأدب المفرد (۲۹۱) ابن ماجة (۳٤۳٦) کتاب الطب : باب ما أنزل الله داء إلا أنزل له شفاء ' احمد (٤/۲۷۸) حمیدی (۸۲٤)]

تو اس سے شفاء حاصل ہوتی ہے۔(۱) علاوہ ازیں ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب مرضِ وفات میں مبتلا ہوئے تو معوذات (یعنی سورۃ الفلق اور سورۃ الناس) پڑھ کر پھونکا کرتے تھے۔(۲) اس لیے یہ اور اس طرح کی دیگر سورتیں اور دعائیں پڑھ کر بچوں پر دم کرنا چاہیے۔

بچوں کو صبح وشام اور ہر نماز کے ساتھ مسواک کی ترغیب دلانا

احادیث میں مسواک کی بہت زیادہ ترغیب دلائی گئی ہے۔ جیسا کہ ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "اگر مجھے اپنی امت کو مشقت وتکلیف میں مبتلا کرنے کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں ہر نماز کے ساتھ مسواک کرنے کا حکم دے دیتا۔" اور بخاری میں تعلیقاً یہ لفظ مذکور ہیں کہ "ہر وضوء کے ساتھ مسواک کا حکم دے دیتا۔"(۳) اسی طرح ایک دوسرا فرمان یوں ہے کہ "بے شک مجھے مسواک کا اس قدر حکم دیا گیا حتی کہ مجھے اپنے دانت گر جانے کا خدشہ لاحق ہو گیا۔"(٤)

مسواک کی اسی اہمیت کے پیش نظر رسول اللہ ﷺ کا معمول تھا کہ آپ جب بھی رات کو بیدار ہوتے تو سب سے پہلے مسواک کرتے۔(٥) جب گھر میں داخل ہوتے تو سب سے پہلے مسواک کرتے۔(٦) جب بھی کسی نماز کے لیے گھر سے نکلتے تو مسواک کرتے۔(۷)

---

(۱) [بخاری (٥٧٣٦) کتاب الطب : باب الرقی بفاتحة الكتاب]

(۲) [بخاری (٥٧٥١) کتاب الطب : باب فی المرأة ترقی الرجل]

(۳) [بخاری (٨٨٧) کتاب الجمعة : باب السواك يوم الجمعة ' مسلم (٢٥٢) موطا (١٦٦٣١) أبو داود (٤٦) ابن ماجة (٢٨٧) ترمذی (٢٢) نسائی (١٢/١) أحمد (٢٤٥/٢) حمیدی (٩٦٥) الأم للشافعی (٢٣/١) أبو عوانة (١٩١/١) ابن خزيمة (١٣٩) ابن حبان (١٥٣١) شرح معانی الآثار (٤٤/١) بیهقی (٣٥/١)]

(٤) [حسن لغيره : صحيح الترغيب (٢١٤) كتاب الطهارة : باب الترغيب فی السواك وما جاء فی فضله ' بزار فی كشف الاستار (٤٩٧)]

(٥) [بخاری (٢٤٥) کتاب الوضوء : باب السواك' مسلم (٢٥٥) أبو عوانة (١٩٢/١) أبو داود (٥٥) ابن ماجة (٢٨٦) ابن أبی شيبة (٦٨/١) أحمد (٣٨٢/٥) دارمی (١٤٠/١) حمیدی (٤٤١)]

(٦) [مسلم (٢٥٣) كتاب الطهارة : باب السواك ' نسائی (١٣/١) أبو داود (٥١) ابن ماجة (٢٩٠) أحمد (١١٠/٦) ابن خزيمة (٧٠/١) ابن حبان (١٠٧١) الأوسط لابن المنذر (٣٤١)]

(٧) [مجمع الزوائد (٩٩/٢) كتاب الصلاة : باب ما جاء فی السواك]

واضح رہے کہ شریعت کا کوئی حکم بھی حکمتوں اور فوائد سے خالی نہیں' مسواک کی اگر اس قدر ترغیب دلائی گئی ہے تو اس میں انسانوں کا بہت زیادہ فائدہ بھی مضمر ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ "مسواک منہ کی طہارت اور رب کی رضامندی کا ذریعہ ہے۔"(۱) یہ فرمان چودہ سو سال قبل کا ہے مگر آج کی طبی تحقیق بھی یہ ثابت کر چکی ہے کہ جو طہارت و نظافت اور قوت و مضبوطی مسواک دانتوں کو پہنچاتی ہے کوئی ٹوتھ پیسٹ(Tooth Paste) اور ٹوتھ پاؤڈر(Tooth Powder) نہیں پہنچا سکتا۔(۲) اس لیے ہمیں چاہیے کہ اپنی اور اپنے بچوں کی کامل صحت و تندرستی اور متعدد امراضِ دندان و معدہ وغیرہ سے بچاؤ کے لیے صبح و شام اور ہر نماز کے وقت مسواک کی پابندی کریں اور اپنے بچوں کو شروع سے ہی مسواک کا عادی بنائیں۔

بچوں کو مختلف قسم کی جسمانی ورزشیں اور اسلامی کھیل سکھانا

اسلامی کھیلوں سے مراد ایسے کھیل ہیں جن کی احادیث میں ترغیب دلائی گئی ہے اور جو رسول اللہ ﷺ یا صحابہ سے ثابت ہیں مثلاً نشانہ بازی' گھڑ سواری' دوڑ اور تیراکی وغیرہ۔ مزید تفصیل کے لیے درج ذیل دلائل ملاحظہ فرمائیے:

(1) اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ

﴿ وَأَعِدُّواْ لَهُم مَّا اسْتَطَعْتُم مِّن قُوَّةٍ ﴾ [الأنفال: ٦٠]

"اور (اے مومنو!) تم دشمنوں کے مقابلے میں جتنی تم میں طاقت ہے قوت تیار رکھو۔"

(2) حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے منبر پر کھڑے ہو کر فرمایا:

﴿ وَأَعِدُّوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ أَلَا إِنَّ الْقُوَّةَ الرَّمْيُ أَلَا إِنَّ الْقُوَّةَ الرَّمْيُ أَلَا إِنَّ الْقُوَّةَ الرَّمْيُ ﴾

"(اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ) دشمنوں کے خلاف جتنی تم میں طاقت ہے قوت تیار رکھو۔ تو خبردار ہو

---

(۱) [صحیح: صحیح الترغیب (۲۰۹) إرواء الغلیل (٦٦) نسائی (۱/۱۰) أحمد (۱۲٤/٦) أبو یعلی (۳۱٥/۸) ابن حبان (۱٤۳۔ الموارد) حمیدی (۱٦۲) الأوسط لابن المنذر (۳۳۸) أبو نعیم فی الحلیة (۱٥۹/۷) بیهقی (۳٤/۱) ابن خزیمة (۱۳٥)] اس حدیث کو امام نوویؒ نے صحیح جبکہ امام بغویؒ نے حسن قرار دیا ہے۔[المجموع (۳۲٤/۱) شرح السنة (۲۹٤/۱)]

(۲) [مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: سنت نبوی اور جدید سائنس از حکیم طارق محمود چغتائی (۱۱/۱)]

جاؤ کہ قوت سے مراد نشانہ بازی ہے' قوت سے مراد نشانہ بازی ہے' قوت سے مراد نشانہ بازی ہے۔"(۱)

(3) حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ قبیلہ اسلم کے کچھ لوگوں کی جانب گئے وہ لوگ سوق نامی جگہ میں باہم تیر اندازی کا مقابلہ کر رہے تھے۔ آپ ﷺ نے دیکھ کر فرمایا' اے اسماعیل کے بیٹو! نشانہ بازی کا شغل جاری رکھو' تمہارا باپ بھی نشانہ باز تھا۔ نشانہ لگاؤ' میں بھی فریقین میں سے فلاں گروہ کے ساتھ ہوں۔ اس کے بعد لوگ رک گئے' آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ تیر کیوں نہیں چلاتے؟ لوگوں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! آپ فلاں گروہ کے ساتھ ہیں اس حالت میں ہم کیسے تیر پھینکیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

﴿ ارْمُوا فَأَنَا مَعَكُمْ كُلِّكُمْ ﴾

"تیر پھینکو' میں تم سب کے ساتھ ہوں۔"(۲)

(4) فرمانِ نبوی ہے کہ

﴿ كُلُّ شَيْءٍ لَيْسَ مِنْ ذِكْرِ اللّٰهِ فَهُوَ لَهْوٌ أَوْ سَهْوٌ اِلَّا أَرْبَعَ خِصَالٍ ؛ مَشْيُ الرَّجُلِ بَيْنَ الْغَرَضَيْنِ وَتَأْدِيبُهُ فَرَسَهُ وَمُلَاعَبَةُ أَهْلِهِ وَتَعْلِيمُهُ السِّبَاحَةَ ﴾

"ہر وہ چیز جس میں اللہ کا ذکر نہیں وہ کھیل کود یا غفلت ہے سوائے چار کاموں کے؛ آدمی کا دو نشانوں کے درمیان چلنا' گھڑ سواری کی تربیت' بیوی کے ساتھ خوش طبعی کرنا اور تیراکی سیکھنا۔"(۳)

(5) حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ

﴿كَانَ لِلنَّبِيِّ ﷺ نَاقَةٌ تُسَمَّى الْعَضْبَاءَ لَا تُسْبَقُ فَجَاءَ أَعْرَابِيٌّ عَلَى قَعُودٍ فَسَبَقَهَا فَشَقَّ ذَلِكَ عَلَى الْمُسْلِمِينَ حَتَّى عَرَفَهُ فَقَالَ حَقٌّ عَلَى اللَّهِ أَنْ لَا يَرْتَفِعَ شَيْءٌ مِنَ الدُّنْيَا إِلَّا وَضَعَهُ ﴾

"نبی کریم ﷺ کی ایک اونٹنی تھی جس کا نام عضباء تھا۔ اس اونٹنی سے کوئی اور اونٹنی سبقت نہ لے جا سکتی تھی۔ ایک دیہاتی مدینہ میں اپنی اصیل اونٹنی پر آیا۔ اس کی اونٹنی دوڑ میں رسول اللہ ﷺ کی اونٹنی سے آگے بڑھ

---

(۱) [مسلم (۱۹۱۷) کتاب الامارۃ : باب فضل الرمی والحث علیه وذم من علمه ثم نسیه]

(۲) [بخاری (۲۸۹۹) کتاب الجهاد والسیر : باب التحریض علی الرمی]

(۳) [صحیح : السلسلة الصحیحة (۳۱۵) طبرانی فی الکبیر (۱۹۳/۲) کشف الاستار (۱۷۰۴)]

گئی۔ یہ بات سب مسلمانوں پر بڑی ناگوار گزری' جب رسول اللہ ﷺ نے اسے محسوس کیا تو فرمایا' اللہ تعالیٰ پر حق ہے کہ دنیا میں کسی چیز کو بھی بلندی حاصل ہو تو وہ اسے پست کر دے۔" (۱)

علاوہ ازیں مختلف قسم کی بدنی ورزشیں انسان کو چست اور صحت مند رکھتی ہیں اور قویٰ واعضاء میں سختی برداشت کرنے کی طاقت پیدا کرتی ہیں' جس سے ایک انسان قوت وطاقت میں عام انسانوں سے بڑھ جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو بھی ایسا مومن زیادہ پسند ہے جو قوت وطاقت میں زیادہ ہو۔ جیسا کہ ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ الْمُؤْمِنُ الْقَوِيُّ خَيْرٌ وَأَحَبُّ إِلَى اللَّهِ مِنَ الْمُؤْمِنِ الضَّعِيفِ ﴾

"طاقت ور مومن اللہ تعالیٰ کے نزدیک کمزور مومن سے زیادہ بہتر اور پسندیدہ ہے۔" (۲)

اس لیے بچوں کو ایسی ورزشوں کی عادت ڈالنی چاہیے تاکہ ایک تو وہ صحت مند و توانا رہ سکیں اور دوسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ کے محبوب ترین بندوں میں شامل ہو سکیں۔

---

(۱) [بخاری (۲۸۷۲) کتاب الجهاد والسير : باب ناقة النبی ﷺ]

(۲) [حسن : صحيح ابن ماجه ' ابن ماجه (۷۹) مقدمة : باب فی القدر]

فصل چہارم:

اجتماعی و معاشرتی تربیت

بچوں کو ہمیشہ اچھی بات کہنے کی تربیت دینا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا أَوْ لِيَصْمُتْ ﴾

"جو شخص اللہ اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ اچھی بات کہے یا (پھر) خاموش رہے۔"(۱)

بچوں کو لعن طعن کرنے اور بدکلامی سے روکنا

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ لَيْسَ الْمُؤْمِنُ بِالطَّعَّانِ وَلَا اللَّعَّانِ وَلَا الْفَاحِشِ وَلَا الْبَذِيءِ ﴾

"مومن بہت زیادہ لعن طعن کرنے والا، فحش گو اور بدکلامی کرنے والا نہیں ہوتا۔"(۲)

بچوں میں شفقت و رحمدلی کا جذبہ پیدا کرنا

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿الرَّاحِمُونَ يَرْحَمُهُمُ الرَّحْمَنُ ارْحَمُوا مَنْ فِي الْأَرْضِ يَرْحَمْكُمْ مَنْ فِي السَّمَاءِ ﴾

"رحم کرنے والے لوگوں پر رحمٰن رحم کرتا ہے۔ تم زمین والوں پر رحم کرو، آسمان والا تم پر رحم کرے گا۔"(۳)

---

(۱) [بخاری (٦١٣٦) كتاب الأدب : باب اكرام الضيف وخدمته اياه بنفسه، مسلم (٤٨) كتاب الايمان : باب الحث على اكرام الجار والضيف ولزوم الصمت]

(۲) [صحيح : صحيح ترمذی (١٦١٠) كتاب البر والصلة : باب ما جاء فى اللعنة، ترمذی (١٩٧٧)]

(۳) [حسن صحيح : صحيح ترمذی، ترمذی (١٩٢٤) كتاب البر والصلة : باب ما جاء فى رحمة المسلمين، ابو داود (٤٩٤١) كتاب الأدب : باب فى الرحمة]

بچوں کو ہمیشہ دوسروں کے ساتھ نرمی سے پیش آنے کی تلقین کرنا

اُم المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿إِنَّ اللَّهَ رَفِيقٌ يُحِبُّ الرِّفْقَ وَيُعْطِي عَلَى الرِّفْقِ مَا لَا يُعْطِي عَلَى الْعُنْفِ وَمَا لَا يُعْطِي عَلَى مَا سِوَاهُ﴾

”بلا شبہ اللہ تعالیٰ نرم ہے‘ نرمی کو ہی پسند فرماتا ہے اور نرمی پر وہ کچھ عطا فرماتا ہے جو سختی پر یا اس (نرمی) کے علاوہ کسی چیز پر بھی عطا نہیں فرماتا۔“ (۱)

بچوں کو عفو و درگزر کا سبق سکھانا

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿وَأَن تَعْفُوا أَقْرَبُ لِلتَّقْوَى﴾ [البقرة : ۲۳۷]

”اور تم درگزر کرو (یہی) تقویٰ و پرہیز گاری کے زیادہ قریب ہے۔“

بچوں کو غصہ پی جانے کی تلقین کرنا

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿وَالْكَاظِمِينَ الْغَيْظَ وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ﴾ [آل عمران : ۱۳٤]

”اور (جنت میں جانے والے) غصہ پی جاتے ہیں اور لوگوں کو معاف کر دیتے ہیں۔“

اور فرمانِ نبوی ہے کہ

﴿مَنْ كَظَمَ غَيْظًا وَهُوَ قَادِرٌ عَلَى أَنْ يُنْفِذَهُ دَعَاهُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ عَلَى رُءُوسِ الْخَلَائِقِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حَتَّى يُخَيِّرَهُ اللَّهُ مِنَ الْحُورِ الْعِينِ مَا شَاءَ﴾

”جو غصہ پی گیا حالانکہ وہ اسے نافذ کرنے (یعنی نکالنے) پر بھی قادر تھا تو اللہ تعالیٰ روزِ قیامت اسے تمام مخلوقات کے سامنے بلائیں گے حتی کہ اسے اختیار دیں گے کہ جنتی عورتوں میں سے جسے چاہے (اپنے لیے) منتخب کر لے۔“ (۲)

---

(۱) [مسلم (۲۵۹۳) کتاب البر والصلة والآداب : باب فضل الرفق]

(۲) [حسن : صحیح ابو داود ‘ ابو داود (٤٧٧٧) کتاب الأدب : باب من کظم غیظا]

بچوں کو راستے میں پڑی تکلیف دہ اشیاء ہٹانے کی تربیت دینا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ الْإِيمَانُ بِضْعٌ وَسَبْعُونَ أَوْ بِضْعٌ وَسِتُّونَ شُعْبَةً فَأَفْضَلُهَا قَوْلُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَدْنَاهَا إِمَاطَةُ الْأَذَى عَنِ الطَّرِيقِ وَالْحَيَاءُ شُعْبَةٌ مِنَ الْإِيمَانِ ﴾

"ایمان کی ستر یا ساٹھ سے کچھ زیادہ شاخیں ہیں' ان میں سب سے افضل لا الہ الا اللہ کہنا اور سب سے ادنیٰ راستے سے کسی تکلیف دہ چیز کو دور کرنا ہے۔" (۱)

ایک دوسری حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ فَإِذَا أَبَيْتُمْ إِلَّا الْمَجَالِسَ فَأَعْطُوا الطَّرِيقَ حَقَّهَا قَالُوا وَمَا حَقُّ الطَّرِيقِ قَالَ غَضُّ الْبَصَرِ وَكَفُّ الْأَذَى وَرَدُّ السَّلَامِ وَأَمْرٌ بِالْمَعْرُوفِ وَنَهْيٌ عَنِ الْمُنْكَرِ ﴾

"اگر تم ضرور راستوں پر بیٹھنا ہی چاہو تو راستے کو اس کا حق دو۔ صحابہ نے عرض کیا' اے اللہ کے رسول! راستے کا حق کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' نظر کو جھکانا' تکلیف دہ چیز کو دور کرنا' سلام کا جواب دینا' نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا۔" (۲)

بچوں کو بڑوں کا ادب سکھانا

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَمْ يَرْحَمْ صَغِيرَنَا وَيُوَقِّرْ كَبِيرَنَا ﴾

"جو ہمارے چھوٹوں پر رحم اور ہمارے بڑوں کی عزت و توقیر نہیں کرتا وہ ہم میں سے نہیں۔" (۳)

بچوں کو صلہ رحمی کی تربیت دینا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيَصِلْ رَحِمَهُ ﴾

---

(۱) [مسلم (۳۵) كتاب الايمان : باب بيان عدد شعب الايمان وأفضلها وأدناها]

(۲) [بخاری (۲٤٦٥) كتاب المظالم : باب أفنية الدور والجلوس فيها]

(۳) [صحیح : صحيح ترمذی ' ترمذی (۱۹۱۹) كتاب البر والصلة : باب ما جاء فی رحمة الصبيان ' ابو داود (٤٩٤٣) كتاب الأدب : باب فی الرحمة]

"جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ صلہ رحمی کرے (یعنی رشتہ داری ٹوٹنے سے بچائے)۔" (۱)

بچوں میں مہمان نوازی کا شوق پیدا کرنا

فرمانِ نبوی ہے کہ

﴿وَإِنَّ لِزَوْرِكَ عَلَيْكَ حَقًّا﴾

"بے شک تیرے مہمان کا تجھ پر حق ہے۔" (۲)

اور ایک دوسری حدیث میں آپ ﷺ کا فرمان یوں موجود ہے کہ

﴿مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ﴾

"جو شخص اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ اپنے مہمان کی عزت وتکریم کرے۔" (۳)

بچوں کو پڑوسی کے حقوق سے آگاہ کرنا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿مَا زَالَ يُوصِينِي جِبْرِيلُ بِالْجَارِ حَتَّى ظَنَنْتُ أَنَّهُ سَيُوَرِّثُهُ﴾

"جبرئیل علیہ السلام مجھے پڑوسی کے (حق کے) متعلق اس قدر شدت سے وصیت کرتے رہے حتی کہ میں نے یہ گمان کیا کہ وہ عنقریب اسے وارث بنا دیں گے۔" (٤)

ایک دوسری حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

---

(۱) [بخاری (٦١٣٨) كتاب الأدب : باب اكرام الضيف وخدمته اياه بنفسه ' مسلم (٤٨) كتاب الايمان : باب الحث على اكرام الجار والضيف ولزوم الصمت]

(۲) [بخاری (٦١٣٤) كتاب الأدب : باب حق الضيف ' مسلم (١١٥٩) كتاب الصيام : باب النهى عن صوم الدهر لمن تضرر به أو فوت به حقا]

(۳) [بخاری (٦١٣٨) كتاب الأدب : باب اكرام الضيف وخدمته اياه بنفسه ' مسلم (٤٨) كتاب الايمان : باب الحث على اكرام الجار والضيف ولزوم الصمت]

(٤) [بخاری (٦٠١٤) كتاب الأدب : باب الوصاة بالجار ' مسلم (٢٦٢٤) كتاب البر والصلة والآداب : باب الوصية بالجار والاحسان اليه ' ترمذی (١٩٤٢) كتاب البر والصلة : باب ما جاء فى حق الجوار ' ابو داود (٥١٥١) كتاب الأدب : باب فى حق الجوار ' ابن ماجه (٣٦٧٣) ' (٣٦٧٤) كتاب الأدب : باب حق الجوار]

﴿لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ لَا يَأْمَنُ جَارُهُ بَوَائِقَهُ﴾
"وہ شخص جنت میں داخل نہیں ہوگا جس کا پڑوسی اس کے شر سے محفوظ نہ ہو۔"(۱)

بچوں کو بیمار کی عیادت کی ترغیب دلانا

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ إِنَّ الْمُسْلِمَ إِذَا عَادَ أَخَاهُ الْمُسْلِمَ لَمْ يَزَلْ فِي خُرْفَةِ الْجَنَّةِ حَتَّى يَرْجِعَ ﴾
"بلاشبہ جب مسلمان اپنے مسلمان بھائی کی عیادت کرتا ہے تو واپسی تک جنت کے باغیچے میں رہتا ہے۔"(۲)

ایک دوسری حدیث یوں ہے کہ

﴿مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَعُودُ مُسْلِمًا غُدْوَةً إِلَّا صَلَّى عَلَيْهِ سَبْعُونَ أَلْفَ مَلَكٍ حَتَّى يُمْسِيَ وَإِنْ عَادَهُ عَشِيَّةً إِلَّا صَلَّى عَلَيْهِ سَبْعُونَ أَلْفَ مَلَكٍ حَتَّى يُصْبِحَ وَكَانَ لَهُ خَرِيفٌ فِي الْجَنَّةِ﴾
"جب کوئی مسلمان عیادت کی غرض سے اپنے مسلمان بھائی کے پاس بیٹھتا ہے' اگر وہ صبح کو عیادت کرے تو شام تک ستر ہزار فرشتے اس کے لیے مغفرت کی دعا کرتے رہتے ہیں اور اگر شام کو عیادت کرے تو صبح تک ستر ہزار فرشتے اس کے لیے مغفرت کی دعا کرتے رہتے ہیں۔ اور اس کے لیے جنت میں ایک باغ لگ جاتا ہے۔"(۳)

بچوں میں ایثار و قربانی کا جذبہ پیدا کرنا

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿وَالَّذِينَ تَبَوَّؤُوا الدَّارَ وَالْإِيمَانَ مِن قَبْلِهِمْ يُحِبُّونَ مَنْ هَاجَرَ إِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُونَ فِي صُدُورِهِمْ حَاجَةً مِّمَّا أُوتُوا وَيُؤْثِرُونَ عَلَى أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ وَمَن يُوقَ شُحَّ نَفْسِهِ فَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾ [الحشر : ۹]

---

(۱) [مسلم (٤٦) كتاب الايمان : باب بيان تحريم ايذاء الجار' احمد (۲۸۸/۲)]
(۲) [مسلم (۲۵٦۸) كتاب البر والصلة والأداب : باب فضل عيادة المريض' بخارى فى الأدب المفرد (۵۱۹) أحمد (۲۷٦/۵) ترمذى (۹٦۷)]
(۳) [**صحيح** : صحيح ترمذى (۷۷۵) كتاب الجنائز : باب ما جاء فى عيادة المريض' الصحيحة (۱۳٦۷) ترمذى (۹٦۹) أبو داود (۳۰۹۸) ابن ماجة (۱٤٤۲)]

''اور (مالِ فَی کے مستحق وہ لوگ ہیں) جنہوں نے اس گھر (یعنی مدینہ) میں اور ایمان میں ان سے پہلے جگہ بنا رکھی ہے (مراد انصارِ مدینہ ہیں) اور وہ اپنی طرف ہجرت کر کے آنے والوں سے محبت کرتے ہیں اور مہاجرین کو جو کچھ دے دیا جائے اس سے وہ اپنے دلوں میں کوئی تنگی نہیں رکھتے' بلکہ خود اپنے اوپر انہیں ترجیح دیتے ہیں گو خود کو کتنی ہی سخت حاجت ہو (بات یہ ہے کہ) جو بھی اپنے نفس کے بخل سے بچایا گیا وہی کامیاب (اور بامراد) ہے۔''

صحابہ کے ایثار و قربانی کی ایک مثال حدیث شریف میں یوں موجود ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک مہمان آیا' مگر اس وقت آپ ﷺ کے پاس کچھ موجود نہیں تھا۔ اس لیے اسے ایک انصاری صحابی اپنے گھر لے گیا' گھر جا کر بیوی کو خبر دی تو اس نے کہا گھر میں تو صرف بچوں کی خوراک ہے۔ انہوں نے آپس میں مشورہ کر کے یہ طے کیا کہ آج بچوں کو بھوکا سلا دیتے ہیں اور ہم خود بھی کچھ نہیں کھاتے اور مہمان کو کھلاتے وقت چراغ بجھا دیں گے' یوں اسے یہ علم نہیں ہو سکے گا کہ ہم نے کھانا نہیں کھایا۔ اگلے روز جب وہ صحابی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پہنچے تو آپ ﷺ نے فرمایا' اللہ تعالیٰ نے تم دونوں میاں بیوی کے بارے میں قرآن میں آیت نازل فرما دی ہے کہ ﴿ وَيُؤْثِرُوْنَ عَلَى أَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ﴾ ''اور وہ دوسروں کو اپنے اوپر ترجیح دیتے ہیں اگرچہ وہ خود فاقے میں ہی ہوں۔'' (۱)

بچوں کو ہنسی مذاق میں بھی جھوٹ بولنے سے روکنا

ارشادِ نبوی ہے کہ

﴿ وَيْلٌ لِلَّذِي يُحَدِّثُ فَيَكْذِبُ لِيُضْحِكَ بِهِ الْقَوْمَ وَيْلٌ لَهُ وَيْلٌ لَهُ ﴾

''اس شخص کے لیے ہلاکت ہے جو بات کرتا ہے اور جھوٹ بولتا ہے اس لیے کہ اس کے ساتھ لوگوں کو ہنسائے' اس کے لیے ہلاکت ہے' اس کے لیے ہلاکت ہے۔'' (۲)

بچوں کو سلام کے آداب سکھانا

بچوں کو سلام میں پہل کرنے کی ترغیب دلائی جائے' کیونکہ ارشادِ نبوی ہے کہ

---

(۱) [بخاری (٤٨٨٩) كتاب تفسير القرآن : باب قوله تعالى والذين تبوأوا الدار والايمان]

(۲) [حسن : صحيح ابو داود ' ابو داود (٤٩٩٠) كتاب الأدب : باب في التشديد في الكذب ' ترمذى (٢٣١٥) كتاب الزهد : باب فيمن تكلم بكلمة يضحك بها الناس ' بيهقى في الشعب (٤٨٣١)]

﴿ إِنَّ أَوْلَى النَّاسِ بِاللّٰهِ مَنْ بَدَأَهُمْ بِالسَّلَامِ ﴾

"یقیناً لوگوں میں سے اللہ تعالیٰ کے سب سے زیادہ قریب وہ شخص ہے جو سلام میں پہل کرتا ہے۔" (١)

ایک دوسری حدیث میں سلام کے آداب یوں سکھائے گئے ہیں:

﴿ يُسَلِّمُ الصَّغِيرُ عَلَى الْكَبِيرِ وَالْمَارُّ عَلَى الْقَاعِدِ وَالْقَلِيلُ عَلَى الْكَثِيرِ وَفِي رِوَايَةٍ : الرَّاكِبُ عَلَى الْمَاشِي ﴾

"چھوٹا بڑے کو سلام کرے' گزرنے والا بیٹھے ہوئے کو' کم افراد زیادہ کو اور ایک روایت میں ہے کہ سوار پیدل کو سلام کرے۔" (٢)

سلام کے سب سے جامع' بہترین اور سب سے زیادہ باعثِ اجر و ثواب الفاظ یہ ہیں:

﴿ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ ﴾

"تم پر سلامتی اور اللہ کی رحمت و برکت ہو۔" (٣)

بچوں کو چھینک اور جمائی کے آداب سکھانا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ الْعُطَاسُ مِنَ اللّٰهِ وَالتَّثَاؤُبُ مِنَ الشَّيْطَانِ فَإِذَا تَثَاءَبَ أَحَدُكُمْ فَلْيَضَعْ يَدَهُ عَلَى فِيهِ ﴾

"چھینک اللہ کی طرف سے اور جمائی شیطان کی طرف سے ہے۔ پس جب تم میں سے کسی کو جمائی آئے تو وہ اپنا ہاتھ اپنے منہ پر رکھے (اور اسے حتی الوسع روکنے کی کوشش کرے)۔" (٤)

---

(١) [**صحيح** : صحيح ابو داود ' ابوداود (٥١٩٧) كتاب الأدب : باب في فضل من بدأ بالسلام ' ترمذی (٢٦٩٤) كتاب الاستئذان والآداب : باب ما جاء في فضل الذي يبدأ بالسلام]

(٢) [**صحيح** : صحيح ابو داود ' ابو داود (٥١٩٨) كتاب الأدب : باب من أولى بالسلام ' ترمذی (٢٧٠٣) كتاب الاستئذان والآداب : باب ما جاء في تسليم الراكب على الماشي ' صحيح الجامع الصغير (٨٠٩٠) السلسلة الصحيحة (١٤٩) الأدب المفرد (١٠٠١) ' (٣٤٦/١)]

(٣) [**صحيح** : صحيح ابو داود ' ابو داود (٥١٩٥) كتاب الأدب : باب كيف السلام ' ترمذی (٢٦٨٩) كتاب الاستئذان : باب ما ذكر في فضل السلام ' بيهقي في الآداب (٢٥٨)]

(٤) [**صحيح** : صحيح ترمذی ' ترمذی (٢٧٤٦) كتاب الأدب : باب ما جاء ان الله يحب العطاس ويكره التثاؤب ' صحيح الجامع الصغير (٤١٣٠) صحيح ابن خزيمة (٩٢١)]

ایک دوسری حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ إِذَا عَطَسَ أَحَدُكُم فَلْيَقُلْ الْحَمْدُ لِلَّهِ عَلَى كُلِّ حَالٍ وَلْيَقُلْ أَخُوهُ أَوْ صَاحِبُهُ يَرْحَمُكَ اللَّهُ وَيَقُولُ هُوَ يَهْدِيكُمُ اللَّهُ وَيُصْلِحُ بَالَكُمْ ﴾

"جب تم میں سے کسی ایک کو چھینک آئے تو وہ کہے "**اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلَى كُلِّ حَالٍ**" یعنی ہر حال میں تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں۔ اور (یہ سن کر) اس کا بھائی یا اس کا کوئی ساتھی کہے "**يَرْحَمُكَ اللّٰهُ**" یعنی اللہ تجھ پر رحم کرے۔ اور وہ (جسے چھینک آئی ہے پھر) کہے "**يَهْدِيكُمُ اللّٰهُ وَيُصْلِحُ بَالَكُمْ**" یعنی اللہ تمہیں ہدایت دے اور تمہاری حالت کی اصلاح کرے۔" (۱)

بچوں میں ایفائے عہد اور امانت میں دیانت کا عنصر پیدا کرنا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ آيَةُ الْمُنَافِقِ ثَلَاثٌ إِذَا حَدَّثَ كَذَبَ وَإِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ وَإِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ ﴾

"منافق کی تین علامات ہیں:

① جب بات کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے۔

② جب وعدہ کرتا ہے تو اس کی خلاف ورزی کرتا ہے۔

③ اور جب اسے امانت دی جاتی ہے تو اس میں خیانت کرتا ہے۔" (۲)

بچوں کو ہمیشہ دوسروں کو نیکی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے کی تربیت دینا

ارشاد نبوی ہے کہ

﴿مَنْ رَأَى مِنكُمْ مُنكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهِ فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهِ فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهِ

---

(۱) [صحيح : صحيح ابو داود ' ابو داود (۵۰۳۳) كتاب الأدب : باب ما جاء فى تشميت العاطس ' ابن ماجه (۳۷۱۵) كتاب الأدب : باب تشميت العاطس ' ارواء الغليل (۷۸۰) صحيح الجامع الصغير (۶۸۷) السلسلة الصحيحة (۲۳۸۷)]

(۲) [بخارى (۳۳) كتاب الايمان : باب علامة المنافق ' مسلم (۵۹) كتاب الايمان : باب بيان خصال المنافق ' مسند احمد (۹۱۶۹) نسائى فى السنن الكبرى (۱۱۱۲۷) ابن حبان (۲۵۷) أبو عوانة (۲۰/۱) ابن منده (۵۲۷) بيهقى (۲۸۸/۶)]

وَذٰلِكَ أَضْعَفُ الْإِيمَانِ ﴾

”تم میں سے جو شخص برائی دیکھے وہ اسے اپنے ہاتھ سے روکے' اگر اس کی طاقت نہ ہو تو اپنی زبان سے روکے اور اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو اپنے دل سے ہی اسے برا جانے اور یہ ایمان کا سب سے کمزور ترین درجہ ہے۔“(۱)

بچوں کو بری مجالس سے بچنے اور اچھی مجالس اپنانے کی تلقین کرنا

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ مَثَلُ الْجَلِيسِ الصَّالِحِ وَالْجَلِيسِ السَّوْءِ كَمَثَلِ صَاحِبِ الْمِسْكِ وَكِيرِ الْحَدَّادِ لَا يَعْدَمُكَ مِنْ صَاحِبِ الْمِسْكِ إِمَّا تَشْتَرِيهِ أَوْ تَجِدُ رِيحَهُ وَكِيرُ الْحَدَّادِ يُحْرِقُ بَدَنَكَ أَوْ ثَوْبَكَ أَوْ تَجِدُ مِنْهُ رِيحًا خَبِيثَةً ﴾

”نیک ساتھی اور برے ساتھی کی مثال مشک (کستوری) بیچنے والے عطار اور لوہار کی سی ہے۔ مشک بیچنے والے کے پاس سے تم دو اچھائیوں میں سے ایک نہ ایک ضرور پا لو گے' یا تو مشک ہی خرید لو گے ورنہ کم از کم اس کی خوشبو تو ضرور ہی پا سکو گے۔ لیکن لوہار کی بھٹی یا تمہارے بدن اور کپڑے کو جھلسا دے گی ورنہ بدبو تو اس سے تم ضرور پاؤ گے۔“(۲)

---

(۱) [مسلم (٤٩) كتاب الايمان : باب بيان كون النهى عن المنكر من الايمان ' ابو داود (١١٤٠) كتاب الصلاة : باب الخطبة يوم العيد ' ترمذى (٢١٧٢) كتاب الفتن : باب ما جاء فى تغيير المنكر باليد أو باللسان أو بالقلب ' ابن ماجه (١٢٧٥) كتاب اقامة الصلاة والسنة فيها : باب ما جاء فى صلاة العيدين' مسند احمد (١١٠٧٣) طيالسى (٢١٩٦) بيهقى (٩٠/١٠)]

(۲) [بخارى (٢١٠١) كتاب البيوع : باب فى العطار وبيع المسك ' مسلم (٢٦٢٨) كتاب البر والصلة والآداب : باب استحباب مجالسة الصالحين ومجانبة قرناء السوء]

باب احکام الیتیم — یتیم کے احکام کا بیان

یتیم کون ہے؟

(ابن کثیرؒ) یتیموں سے مراد ایسے چھوٹے بچے ہیں جن کا کمانے والا باپ موجود نہ ہو۔(۱)

(اہل لغت) اولادِ آدم میں یتیم وہ ہے جس کا باپ نہ ہو اور چوپایوں میں یتیم وہ ہے جس کی ماں نہ ہو۔(۲)

(ابن العربیؒ) لغت میں یتیم اسے کہتے ہیں جس کا باپ موجود نہ ہو۔(۳)

(ابن اثیرؒ) انسانوں میں یتیم وہ ہے جس کا باپ فوت ہو جائے اور وہ بالغ نہ ہو۔(٤)

❑ لغتِ عرب میں بعض اوقات یتیم کا لفظ کمزور افراد کے لیے بھی استعمال کر لیا جاتا ہے۔ جیسا کہ امام شعبیؒ کے پاس ایک عورت آکر کہنے لگی کہ میں یتیم ہوں تو ان کے ساتھی ہنس پڑے۔ اس پر انہوں نے اسے کہا' عورتیں سب ہی یتیم (یعنی کمزور) ہوتی ہیں۔(٥)

یتیمی کب ختم ہوتی ہے؟

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿لَا يُتْمَ بَعْدَ احْتِلَامٍ﴾

"احتلام (یعنی بلوغت) کے بعد یتیم نہیں ہے۔"(٦)

ایک روایت میں ہے کہ نجدہ (خارجیوں کے سردار) نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی طرف چند سوالات پر مشتمل ایک مکتوب بھیجا' اس میں یہ سوال بھی تھا کہ یتیم کی یتیمی کب ختم ہوتی ہے؟ تو حضرت عبد

---

(۱) [تفسیر ابن کثیر (۲۸۱/۱)]

(۲) [أیضا]

(۳) [تفسیر أحکام القرآن (۱۸۹/۱)]

(٤) [النهاية لابن الاثير (۹۲٥/۲)]

(٥) [دیکھئے: النهاية لابن الاثير (۹۲٦/۲)]

(٦) [**صحیح** : صحیح ابو داود (۲٤۹۷) کتاب الوصایا : باب ما جآء متی ینقطع الیتم ' ابو داود (۲۸۷۳) بیهقی (۳۲۰/۷) طیالسی (۱٦٦۷)]

اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے اس کے جواب میں کہا:

﴿وَكَتَبْتَ تَسْأَلُنِي مَتَى يَنْقَضِي يُتْمُ الْيَتِيمِ فَلَعَمْرِي إِنَّ الرَّجُلَ لَتَنْبُتُ لِحْيَتُهُ وَإِنَّهُ لَضَعِيفُ الْأَخْذِ لِنَفْسِهِ ضَعِيفُ الْعَطَاءِ مِنْهَا فَإِذَا أَخَذَ لِنَفْسِهِ مِنْ صَالِحِ مَا يَأْخُذُ النَّاسُ فَقَدْ ذَهَبَ عَنْهُ الْيُتْمُ﴾

”تو نے پوچھا ہے کہ یتیم کی یتیمی کب ختم ہوتی ہے؟ تو قسم ہے میری عمر کی! بعض اوقات آدمی ایسا ہوتا ہے کہ اس کی داڑھی نکل آتی ہے مگر وہ نہ تو لینے کا شعور رکھتا ہے اور نہ ہی دینے کا (یعنی ایسی حالت میں داڑھی اور بلوغت کے باوجود بھی وہ یتیم ہی رہتا ہے)۔ پھر جب وہ اپنے فائدے کے لیے اچھی باتیں کرنے لگے جیسا کہ لوگ کرتے ہیں تو اس کی یتیمی ختم ہو جاتی ہے۔“ (۱)

(ابن العربیؒ) جب بچہ بالغ ہو جائے تو لغوی اعتبار سے اس سے یتیمی ختم ہو جاتی ہے' البتہ جب تک اس میں (مالی تصرف کے لیے) رُشد یعنی سمجھ بوجھ پیدا نہ ہو جائے وہ یتیمی کے حکم میں ہی ہو گا یعنی اسے مالی تصرف کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ (۲)

(نوویؒ) یتیمی بذاتِ خود بلوغت کے وقت ختم ہو جائے گی۔

(شافعیؒ، مالکؒ، جمہور علماء) مجرد بلوغت اور عمر بڑی ہونے سے وہ یتیمی کے حکم سے نہیں نکلے گا بلکہ (اس سے نکلنے کے لیے) یہ بھی ضروری ہے کہ اس میں اپنے دین اور اپنے مال کے متعلق سمجھ بوجھ ظاہر ہو۔ ورنہ اس پر مالی تصرفات کی پابندی لگانا واجب ہو گا۔

(ابو حنیفہؒ) بچے کی عمر 25 برس ہو جانے کے بعد اس سے بچوں کا حکم ختم ہو جائے گا اور وہ رشید (یعنی سمجھ بوجھ والا) تصور کیا جائے گا' وہ اپنے مال میں تصرف کر سکے گا اور اس کا مال اس کے سپرد کرنا بھی واجب ہو گا۔ اس پر مالی تصرفات کی پابندی نہیں لگائی جائے گی۔

(ابن القصارؒ) پہلا (یعنی امام شافعیؒ وغیرہ کا) قول صحیح ہے اور گویا وہ اجماع کی مانند ہی ہے۔ (۳)

---

(۱) [مسلم (۱۸۱۲) کتاب الجهاد والسير : باب النساء الغازيات يرضخ لهن ولا يسهم ' ابو داود (۲۷۲۷' ۲۷۲۸ ' ۲۹۸۲) ترمذی (۱۵۵٦)]

(۲) [تفسير أحكام القرآن (۱۸۹/۱)]

(۳) [شرح مسلم للنووی (٦/٤٤٠)]

یتیم کی کفالت کی فضیلت

(1) حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

﴿ أَنَا وَكَافِلُ الْيَتِيمِ فِي الْجَنَّةِ هٰكَذَا وَقَالَ بِإِصْبَعَيْهِ السَّبَّابَةِ وَالْوُسْطٰى ﴾

''میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا جنت میں اس طرح ہوں گے اور آپ ﷺ نے اپنی دو انگلیوں؛ انگشتِ شہادت اور درمیانی انگلی کے ساتھ اشارہ کیا۔'' (۱)

(2) حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

﴿ أَتَى النَّبِيَّ ﷺ رَجُلٌ يَشْكُو قَسْوَةَ قَلْبِهِ ' قَالَ : أَتُحِبُّ أَنْ يَلِينَ قَلْبُكَ وَتُدْرِكَ حَاجَتَكَ ؟ ارْحَمِ الْيَتِيمَ وَ امْسَحْ رَأْسَهُ وَ أَطْعِمْهُ مِنْ طَعَامِكَ يَلِنْ قَلْبُكَ وَتُدْرِكْ حَاجَتَكَ ﴾

''نبی کریم ﷺ کے پاس ایک آدمی آیا وہ اپنے دل کی سختی کی شکایت کر رہا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا' کیا تو چاہتا ہے کہ تیرا دل نرم ہو جائے اور تیری ضرورت پوری ہو جائے؟ تو یتیم پر رحم کر' اس کے سر پر ہاتھ پھیر اور اسے اپنے غلے میں سے کھانا کھلا' تیرا دل نرم ہو جائے گا اور تیری ضرورت بھی پوری ہو جائے گی۔'' (۲)

یتیم کا مال ناحق کھانا حرام ہے

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ إِنَّ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ أَمْوَالَ الْيَتَامٰى ظُلْمًا إِنَّمَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ نَارًا وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيرًا ﴾ [النساء : ۱۰]

''جو لوگ ناحق ظلم سے یتیموں کا مال کھا جاتے ہیں' وہ اپنے پیٹوں میں آگ ہی بھر رہے ہیں اور عنقریب وہ دوزخ میں جائیں گے۔''

(2) حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ان سے فرمایا:

---

(۱) [بخاری (۶۰۰۵) کتاب الأدب : باب فضل من یعول یتیما ' ابو داود (۵۱۵۰) کتاب الأدب : باب فی من ضم الیتیم ' ترمذی (۱۹۱۸) کتاب البر والصلة : باب ما جاء فی رحمة الیتیم و کفالته]

(۲) [حسن لغیره : صحیح الترغیب (۲۵۴۴) کتاب البر والصلة : باب الترغیب فی کفالة الیتیم ورحمته ' رواه الطبرانی]

﴿ يَا أَبَا ذَرٍّ إِنِّي أَرَاكَ ضَعِيفًا وَإِنِّي أُحِبُّ لَكَ مَا أُحِبُّ لِنَفْسِي لَا تَأَمَّرَنَّ عَلَى اثْنَيْنِ وَلَا تَوَلَّيَنَّ مَالَ يَتِيمٍ ﴾

"اے ابوذر! میں تمہیں کمزور خیال کرتا ہوں اور میں تمہارے لیے بھی وہی پسند کرتا ہوں جو اپنے لیے پسند کرتا ہوں' تم دو آدمیوں پر بھی ہرگز امیر مت بننا اور ہرگز یتیم کے مال کا والی نہ بننا۔" (۱)

(3) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ اجْتَنِبُوا السَّبْعَ الْمُوبِقَاتِ قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ وَمَا هُنَّ قَالَ الشِّرْكُ بِاللَّهِ وَالسِّحْرُ وَقَتْلُ النَّفْسِ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَأَكْلُ الرِّبَا وَأَكْلُ مَالِ الْيَتِيمِ ...... ﴾

"سات ہلاک کرنے والی اشیاء سے بچو۔ صحابہ نے عرض کیا' اے اللہ کے رسول! وہ کیا ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' اللہ کے ساتھ شرک کرنا' جادو' ایسی جان کا قتل جسے اللہ نے حرام کیا ہے مگر حق کے ساتھ' سود کھانا' یتیم کا مال (ناحق) کھانا......" (۲)

یتیم کا سرپرست معروف طریقے سے اس کا مال کھا سکتا ہے

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿وَلَا تَأْكُلُوهَا إِسْرَافًا وَبِدَارًا أَن يَكْبَرُوا وَمَن كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ وَمَن كَانَ فَقِيرًا فَلْيَأْكُلْ بِالْمَعْرُوفِ ﴾ [النساء : ٦]

"اور ان (یتیموں) کے بڑے ہو جانے کے ڈر سے ان کے مالوں کو جلدی جلدی فضول خرچیوں میں تباہ نہ کرو' مال داروں کو چاہیے کہ (ان کے مال سے) بچتے رہیں' ہاں جو فقیر و محتاج ہو تو وہ دستور کے مطابق واجبی طور سے کھا لے۔"

(2) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس آیت کے متعلق فرماتی ہیں کہ

﴿ أُنْزِلَتْ فِي وَالِي الْيَتِيمِ الَّذِي يُقِيمُ عَلَيْهِ وَيُصْلِحُ فِي مَالِهِ إِنْ كَانَ فَقِيرًا أَكَلَ مِنْهُ بِالْمَعْرُوفِ ﴾

"یہ آیت یتیم کے اس سرپرست کے متعلق نازل کی گئی ہے جو اس کا نگران ہے اور اس کے مال کی

---

(۱) [مسلم (۱۸۲۶) كتاب الامارة : باب كراهة الامارة بغير ضرورة]

(۲) [بخاری (۲۷٦٦) كتاب الوصايا : باب قول الله تعالىٰ ان الذين يأكلون أموال اليتامى ظلما]

اصلاح کے لیے مقرر ہے' اگر وہ فقیر ہو تو اس (یتیم کے مال) سے دستور کے مطابق کھا لے۔"(۱)

(3) ایک دوسرے مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ وَلاَ تَقْرَبُواْ مَالَ الْيَتِيمِ إِلاَّ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ حَتَّى يَبْلُغَ أَشُدَّهُ ﴾ [الأنعام : ۱۵۲]

"اور یتیم کے مال کے قریب بھی مت جاؤ مگر ایسے طریقے سے جو نہایت عمدہ ہو یہاں تک کہ وہ اپنی سن رُشد کو پہنچ جائیں۔"

(4) عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ روایت ہے کہ

﴿ أَنَّ رَجُلًا أَتَى النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ إِنِّي فَقِيرٌ لَيْسَ لِي شَيْءٌ وَلِي يَتِيمٌ قَالَ فَقَالَ كُلْ مِنْ مَالِ يَتِيمِكَ غَيْرَ مُسْرِفٍ وَلَا مُبَادِرٍ وَلَا مُتَأَثِّلٍ ﴾

"ایک آدمی نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور اس نے عرض کیا' بلاشبہ میں فقیر ہوں میرے پاس کچھ نہیں' البتہ میری زیر سرپرستی ایک یتیم ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا' تم اپنے یتیم کے مال سے کھاؤ لیکن حد سے تجاوز مت کرو' جلدی جلدی نہ کھاؤ اور اس کے مال کو اپنے مال سے مت ملاؤ۔"(۲)

بغرضِ اصلاح یتیموں کے اموال اپنے اموال کے ساتھ ملانا جائز ہے

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الْيَتَامَى قُلْ إِصْلاَحٌ لَّهُمْ خَيْرٌ وَإِنْ تُخَالِطُوهُمْ فَإِخْوَانُكُمْ وَاللَّهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ وَلَوْ شَاء اللَّهُ لأَعْنَتَكُمْ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ﴾ [البقرة : ۲۲۰]

"اور تجھ سے یتیموں کے بارے میں سوال کرتے ہیں۔ آپ کہہ دیجئے کہ ان کی خیر خواہی بہتر ہے' تم اگر ان کا مال اپنے مال میں ملا بھی لو تو وہ تمہارے بھائی ہیں' بد نیت اور نیک نیت ہر ایک کو اللہ خوب جانتا ہے اور اگر اللہ چاہتا تو تمہیں (ان کا مال اپنے مال میں ملانے کی اجازت نہ دے کر) مشقت میں ڈال دیتا' یقیناً اللہ تعالیٰ غلبے والا اور حکمت والا ہے۔"

---

(۱) [بخاری (۲۲۱۲) کتاب البیوع : باب من أجری أمر الأمصار علی ما یتعارفون بینهم]

(۲) [حسن صحیح : صحیح ابو داود ' ابو داود (۲۸۷۲) کتاب الوصایا : باب ما جاء فی ما لولی الیتیم أن ینال من مال الیتیم ' ابن ماجه (۲۷۱۸) کتاب الوصایا : باب قوله تعالیٰ ومن کان فقیرا فلیأکل بالمعروف ' نسائی (۳۶۶۸) کتاب الوصایا : باب ما للوصی من مال الیتیم اذا قام علیه ' صحیح الجامع الصغیر (۴۴۹۷) ارواء الغلیل (۱۴۵۶)]

(ابن کثیرؒ) اس آیت کی تفسیر میں رقمطراز ہیں کہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ پہلے یہ حکم ہوا تھا کہ ﴿ وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ أَحْسَنُ ﴾ یعنی یتیم کے مال کے قریب بھی نہ جاؤ مگر اُس طریقے سے جو بہترین ہو اور فرمایا گیا تھا ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ يَأْكُلُوْنَ أَمْوَالَ الْيَتَامٰى ظُلْمًا اِنَّمَا يَأْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيْرًا ﴾ یعنی جو لوگ ظلم سے یتیموں کا مال کھا جاتے ہیں' وہ اپنے پیٹ میں آگ بھر رہے ہیں اور وہ بھڑکتی ہوئی جہنم میں عنقریب داخل ہوں گے۔ تو ان آیتوں کو سن کر ان لوگوں نے جو یتیموں کے سرپرست تھے' یتیموں کا کھانا اور ان کا پانی اپنے گھر کے کھانے اور گھر کے پانی سے بالکل جدا کر دیا۔ اب اگر ان کا پکا ہوا کھانا بچ جاتا تو اسے یا تو وہ (یتیم) خود ہی دوسرے وقت کھاتے یا خراب ہو جاتا' تو یوں ایک طرف تو ان یتیموں کا نقصان ہونے لگا۔ دوسری جانب والیان یتیم بھی تنگ آ گئے کہ کب تک ایک ہی گھر میں اس طرح رکھ رکھاؤ کیا کریں تو ان لوگوں نے آکر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی' جس پر یہ آیت ﴿ قُلْ اِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَيْرٌ ﴾ نازل ہوئی اور نیک نیتی اور دیانتداری کے ساتھ ان کے مال کو اپنے مال میں ملا لینے کی رخصت دی گئی۔(۱)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ یتیم کے غلے اور اس کے مال کی اس طرح دیکھ بھال سخت مشکل ہے کہ اس کا کھانا الگ ہو' اس کا پینا الگ ہو ﴿ اِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَيْرٌ الخ ﴾ سے تو یہی علیحدگی مراد ہے لیکن پھر ﴿ وَاِنْ تُخَالِطُوْهُمْ ﴾ فرما کر کھانا پینا ملا جلا رکھنے کی اجازت دی گئی اس لیے کہ وہ بھی دینی بھائی ہیں' البتہ نیت نیک ہونی چاہیے۔ قصد وارادہ اگر یتیم کو نقصان رسانی کا ہے تو وہ بھی اللہ تبارک وتعالیٰ سے پوشیدہ نہیں اور اگر مقصود یتیم کی بھلائی اور اس کے مال کی نگہبانی ہے تو اسے بھی وہ علام الغیوب بخوبی جانتا ہے۔(۲)

(شیخ عبدالرحمٰن سعدیؒ) طعام وخوراک وغیرہ میں ان (یتیموں) کے ساتھ مشارکت اس صورت میں جائز ہے کہ اس سے یتیموں کو کوئی نقصان نہ ہو کیونکہ وہ تمہارے بھائی ہے اور بھائی کے ساتھ مشارکت میں کوئی حرج نہیں۔ اس مسئلے میں مرجع نیت وعمل ہے۔ پس جسے اپنی نیت کے متعلق علم ہو کہ وہ یتیم کی اصلاح کرنے والا ہے اور اسے اس کے مال میں کوئی طمع ولالچ نہیں تو پھر بغیر قصد کے اگر کوئی چیز اس کے مال سے اس کے پاس آ بھی

---

(۱) [حسن : صحیح ابو داود ' ابو داود (۲۸۷۱) کتاب الوصایا : باب مخالطة اليتيم فى الطعام ' نسائی (۳٦۷۰) کتاب الوصایا : باب ما للوصى من مال اليتيم اذا قام عليه]

(۲) [مزید دیکھئے: تفسیر ابن کثیر (۳٤۹/۱)]

گئی تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ لیکن جس کی نیت مشارکت کے ذریعے یتیم کا مال ہڑپنے کی ہو تو یہی وہ چیز ہے جو گناہ و نافرمانی ہے اور وسائل وذرائع کے لیے بھی وہی احکام ہوتے ہیں جو مقاصد کے ہیں۔(۱)

(جلال الدین سیوطیؒ، جلال الدین محلیؒ) فرماتے ہیں کہ ''اگر تم ان کا مال اپنے مال میں ملا لو'' سے مراد ہے کہ اگر تم ان کا خرچہ اپنے خرچے کے ساتھ ملا لو (تو وہ تمہارے بھائی ہے اور اس میں کوئی حرج نہیں)۔(۲م

بلوغت اور رُشد کے بعد یتیموں کے اموال بلا تغیر و تبدل ان کے سپرد کر دیئے جائیں

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ وَآتُواْ الْيَتَامَى أَمْوَالَهُمْ وَلاَ تَتَبَدَّلُواْ الْخَبِيثَ بِالطَّيِّبِ وَلاَ تَأْكُلُواْ أَمْوَالَهُمْ إِلَى أَمْوَالِكُمْ إِنَّهُ كَانَ حُوبًا كَبِيرًا ﴾ [النساء : ۲]

''اور یتیموں کو ان کے مال دے دو اور پاک اور حلال چیز کے بدلے ناپاک اور حرام چیز نہ لو اور اپنے مالوں کے ساتھ ان کے مال ملا کر کھا نہ جاؤ۔ بے شک یہ بہت بڑا گناہ ہے۔''

(شیخ عبد الرحمٰن سعدیؒ) فرماتے ہیں کہ یہ اس سورت میں پہلی وصیت ہے جو اللہ تعالیٰ نے حقوق العباد میں سے کی ہے اور وہ یتیموں کے متعلق ہے کہ جن کی کفالت کرنے والے باپ نہیں ہیں اور وہ خود بھی کم عمر اور کمزور ہیں (اس لیے ابھی) اپنی ضرورتوں کو پورا نہیں کر سکتے۔ تو نہایت مشفق و مہربان (اللہ رب العالمین) نے اپنے بندوں کو حکم دیا کہ وہ ان کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئیں اور جب وہ بالغ اور کامل سمجھدار ہو جائیں تو ان کے اموال ان کے سپرد کر دیں۔(۳)

(حافظ صلاح الدین یوسف ﷾) مذکورہ بالا پہلی آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ

یتیم جب بالغ اور باشعور ہو جائیں تو ان کا مال ان کے سپرد کر دو۔ خبیث سے گھٹیا چیزیں اور طیب سے عمدہ چیزیں مراد ہیں یعنی ایسا نہ کرو کہ ان کے مال سے اچھی چیزیں لے لو اور محض گنتی پوری کرنے کے لیے گھٹیا چیزیں ان کے بدلے میں رکھ دو۔ ان گھٹیا چیزوں کو خبیث (یعنی ناپاک) اور عمدہ چیزوں کو طیب (یعنی پاک) سے تعبیر کر کے اس طرف اشارہ کر دیا کہ اس طرح بدلا یا گیا مال، جو اگرچہ اصل میں تو طیب (پاک اور

---

(۱) [تیسیر الکریم الرحمن (۱/۱۱۳)]

(۲) [تفسیر جلالین (ص / ۸٤)]

(۳) [تیسیر الکریم الرحمن (۱/۱۸٦)]

حلال) ہے لیکن تمہاری اس بددیانتی نے اس میں خباثت داخل کر دی اور وہ اب طیب نہیں رہا بلکہ تمہارے حق میں خبیث (ناپاک و حرام) ہو گیا۔ اسی طرح بددیانتی سے ان کا مال اپنے مال میں ملا کر کھانا بھی ممنوع ہے ورنہ اگر مقصد خیر خواہی ہو تو ان کے مال کو اپنے مال میں ملانا جائز ہے۔(۱)

(2) ایک دوسرے مقام پر ارشاد ہے کہ

﴿ وَابْتَلُواْ الْيَتَامَى حَتَّىَ إِذَا بَلَغُواْ النِّكَاحَ فَإِنْ آنَسْتُم مِّنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُواْ إِلَيْهِمْ أَمْوَالَهُمْ ﴾ [النساء: ٦]

''اور یتیموں کو ان کے بالغ ہو جانے تک سدھارتے اور آزماتے رہو' پھر اگر تم ان میں ہوشیاری اور حسن تدبیر پاؤ تو انہیں ان کے مال سونپ دو۔''

(شیخ محمد بن ابراہیم آل شیخ) یتیم کے ولی کے لیے اس وقت تک مال یتیم کے سپرد کرنا جائز نہیں جب تک کہ اس میں رشد و عقل نہ دیکھ لے' یعنی جب یتیم حسن تصرف کرنے لگے اور مال کو حرام کاموں میں صرف ہونے سے بچانے لگے تو اس کے سپرد کر دینا چاہیے۔ یہ نہیں کہ یتیم کے بالغ ہوتے ہی مال اس کے سپرد کر دیا جائے' بلکہ بلوغت کے بعد جب تک اس میں حسن تصرف اور ہوشیاری و پختگی نہ دیکھی جائے مال اس کے سپرد نہیں کرنا چاہیے۔(۱)

❑ علاماتِ بلوغت کے متعلق مختلف احادیث ہیں جن میں سے چند ایک حسب ذیل ہیں:

(1) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿لَا يُتْمَ بَعْدَ احْتِلَامٍ ﴾

''احتلام کے بعد یتیم نہیں ہے۔''(۳)

(2) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ

﴿ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ عَرَضَهُ يَوْمَ أُحُدٍ وَهُوَ ابْنُ أَرْبَعَ عَشْرَةَ سَنَةً فَلَمْ يُجِزْهُ وَعَرَضَهُ يَوْمَ الْخَنْدَقِ وَهُوَ ابْنُ خَمْسَ عَشْرَةَ سَنَةً فَأَجَازَهُ ﴾

---

(۱) [تفسیر احسن البیان (ص/ ۲۰۲) مزید دیکھئے: تفسیر ابن کثیر (۶۰۷/۱)]

(۲) [دیکھئے: فتاوی الجامعة للمرأة المسلمة (۱۱۲۹/۳)]

(۳) [صحیح: صحیح ابو داود (۲۴۹۷) کتاب الوصایا: باب ما جاء متی ینقطع الیتم' ابو داود (۲۸۷۳) بیہقی (۳۲۰/۷) طیالسی (۱۶۶۷)]

"انہوں نے اپنے آپ کو نبی کریم ﷺ کے سامنے غزوۂ اُحد کے موقع پر (جنگ میں شرکت کے لیے) پیش کیا۔ اس وقت وہ 14 سال کے تھے تو آپ ﷺ نے انہیں (جنگ میں شرکت کی) اجازت نہ دی۔ لیکن غزوۂ خندق کے موقع پر جب انہوں نے اپنے آپ کو آپ ﷺ کے سامنے پیش کیا تو آپ ﷺ نے انہیں اجازت دے دی۔ اس وقت وہ 15 سال کے تھے۔" (۱)

(3) حضرت عطیہ قرظی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

﴿كُنتُ مِنْ سَبْيِ بَنِي قُرَيْظَةَ فَكَانُوا يَنْظُرُونَ فَمَنْ أَنْبَتَ الشَّعْرَ قُتِلَ وَمَنْ لَمْ يُنْبِتْ لَمْ يُقْتَلْ فَكُنْتُ فِيمَنْ لَمْ يُنْبِتْ﴾

"میں بنو قریظہ کے قیدیوں میں سے تھا۔ وہ (صحابہ کرام) دیکھتے کہ جس کے (زیر ناف) بال اُگے ہوتے اسے قتل کر دیا جاتا اور جس کے بال نہ اُگے ہوتے اسے قتل نہ کیا جاتا اور میں ان میں تھا جن کے بال ابھی نہیں اُگے تھے۔" (۲)

مذکورہ بالا احادیث سے بلوغت کی مندرجہ ذیل علامات ثابت ہوتی ہیں:

① احتلام ② 15 سال کی عمر ③ زیر ناف بال اُگنا

واضح رہے کہ عورتوں کے لیے ان علامات کے ساتھ ساتھ ایک علامت ایام ماہواری کی ابتدا بھی ہے۔

یتیموں کو ان کے اموال سپرد کرتے وقت گواہ بنا لینے چاہییں

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ فَإِذَا دَفَعْتُمْ إِلَيْهِمْ أَمْوَالَهُمْ فَأَشْهِدُوا عَلَيْهِمْ وَكَفَى بِاللَّهِ حَسِيبًا﴾ [النساء: ٦]

---

(۱) [بخاری (۴۰۹۷) کتاب المغازی: باب غزوه الخندق وهی الأحزاب ' مسلم (۱۸۶۸) کتاب الامارة: باب بیان سن البلوغ ' ابو داود (۴۴۰۶) کتاب الحدود: باب فی الغلام یصیب الحد ' ترمذی (۱۷۱۱) کتاب الجهاد: باب ما جاء فی حد بلوغ الرجل ومتی یفرض له ' ابن ماجة (۲۵۴۳) کتاب الحدود: باب من لا یجب علیه الحد ' احمد (۱۷/۲)]

(۲) [صحیح: صحیح ابو داود (۳۷۰۴) کتاب الحدود: باب فی الغلام یصیب الحد ' ابو داود (۴۴۰۴) ترمذی (۱۵۸۴) کتاب السیر: باب ما جاء فی النزول علی الحکم ' نسائی (۱۵۵/۶) ابن ماجة (۲۵۴۱) کتاب الحدود: باب من لا یجب علیه الحد ' عبدالرزاق (۱۸۷۴۲) احمد (۳۰۴/۱) ابن حبان (۱۴۹۹)]

”پھر جب تم انہیں (یعنی یتیموں کو بلوغت و رُشد کے بعد) ان کے مال سونپو تو گواہ بنالو' دراصل حساب لینے والا اللہ تعالیٰ ہی کافی ہے۔“

(ابن کثیرؒ) گواہ مقرر کرنے کا حکم اس لیے دیا گیا ہے تا کہ (بعد میں) انکار کرنے کا وقت ہی نہ آئے۔(۱)

(ابن العربیؒ) ہمارے علماء کا کہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے گواہ بنانے کا حکم دے کر ایک نہایت گہرے نکتے کی طرف رہنمائی فرمائی ہے اور وہ یہ ہے کہ ہر مال جو کسی (دوسرے کا اپنے) قبضے میں لیا گیا ہو وہ امانت کی صورت میں ہوتا ہے اور وہ انسان اس امانت سے صرف اسی صورت میں بری ہو سکتا ہے جب وہ اس کی ادائیگی پر گواہ بنالے۔ (لہٰذا) یتیم کا مال بھی اس کے سرپرست کے پاس بطورِ امانت ہی ہے اگر تو اس نے اسے ضائع کر دیا تو اس کا قول قبول کیا جائے گا اور اگر وہ کہے کہ میں نے اسے (یعنی یتیم کو اس کا مال) ادا کر دیا ہے تو اس کی یہ بات بغیر گواہی کے قبول نہیں کی جائے گی۔(۲)

یتیم بچیوں کے ساتھ ناانصافی کا ڈر ہو تو دوسری عورتوں سے نکاح کا حکم

ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ

﴿وَإِنْ خِفْتُمْ أَلاَّ تُقْسِطُواْ فِي الْيَتَامَى فَانكِحُواْ مَا طَابَ لَكُم مِّنَ النِّسَاء﴾ [النساء: ۳]

”اگر تمہیں ڈر ہو کہ یتیم لڑکیوں سے نکاح کر کے تم انصاف نہ رکھ سکو گے تو اور عورتوں میں سے جو بھی تمہیں اچھی لگیں تم ان سے نکاح کر لو۔“

اس آیت کی تفسیر میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ

﴿ هَذِهِ الْيَتِيمَةُ تَكُونُ فِي حَجْرِ وَلِيِّهَا تَشْرَكُهُ فِي مَالِهِ وَيُعْجِبُهُ مَالُهَا وَجَمَالُهَا فَيُرِيدُ وَلِيُّهَا أَنْ يَتَزَوَّجَهَا بِغَيْرِ أَنْ يُقْسِطَ فِي صَدَاقِهَا فَيُعْطِيَهَا مِثْلَ مَا يُعْطِيهَا غَيْرُهُ فَنُهُوا عَنْ أَنْ يَنْكِحُوهُنَّ إِلَّا أَنْ يُقْسِطُوا لَهُنَّ وَيَبْلُغُوا لَهُنَّ أَعْلَى سُنَّتِهِنَّ فِي الصَّدَاقِ فَأُمِرُوا أَنْ يَنْكِحُوا مَا طَابَ لَهُمْ مِنَ النِّسَاءِ سِوَاهُنَّ ﴾

”اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ ایک یتیم (صاحبِ مال و جمال) لڑکی اپنے سرپرست کی پرورش میں ہو اور وہ اس کی جائیداد کی حصہ دار ہو (یعنی ترکے کی رو سے اس کا حصہ ہو)۔ اب اس سرپرست کو اس کا مال اور

---

(۱) [تفسیر ابن کثیر (۱/٦١٤)]

(۲) [تفسیر أحکام القرآن (۱/٣٥٦)]

خوبصورتی اچھی لگے اور وہ اس سے شادی کرنا چاہے' مگر اسے اتنا مہر نہ دے جتنا اسے دوسرے لوگ دیں تو اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو ایسی یتیم لڑکیوں سے نکاح کرنے سے اس وقت تک منع فرما دیا جب تک وہ انصاف کے ساتھ انہیں پورا مہر نہ دیں اور انہیں یہ حکم دیا ہے کہ تم دوسری عورتوں سے جو تمہیں اچھی لگیں نکاح کر لو۔"(۱)

نکاح کے لیے یتیم بچی کی رضامندی طلب کرنا ضروری ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ تُسْتَأْمَرُ الْيَتِيمَةُ فِي نَفْسِهَا فَإِنْ سَكَتَتْ فَهُوَ إِذْنُهَا وَإِنْ أَبَتْ فَلَا جَوَازَ عَلَيْهَا ﴾

"(نکاح کے لیے) یتیم بچی کی اس کے نفس کے بارے میں موافقت طلب کی جائے گی' اگر تو وہ خاموش رہے تو یہی اس کی اجازت ہے اور اگر وہ انکار کر دے تو زبردستی اس سے نکاح نہیں کیا جا سکتا۔"(۲)

یتیم کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنا چاہیے

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿وَإِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَ بَنِي إِسْرَائِيلَ لَا تَعْبُدُونَ إِلَّا اللَّهَ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَذِي الْقُرْبَى وَالْيَتَامَى وَالْمَسَاكِينِ ......﴾ [البقرة : ۸۳]

"اور جب ہم نے بنی اسرائیل سے وعدہ لیا کہ تم اللہ تعالیٰ کے سوا دوسرے کی عبادت نہ کرنا اور ماں باپ' قرابتداروں' یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنا۔"

(2) ایک دوسرے مقام پر ارشاد ہے کہ

﴿وَاعْبُدُوا اللَّهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَبِذِي الْقُرْبَى وَالْيَتَامَى ﴾ [النساء : ۳٦]

"اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو اور ماں باپ' رشتہ داروں اور

---

(۱) [بخاری (٤٥٧٤) کتاب تفسیر القرآن : باب قوله وان خفتم أن لا تقسطوا فی الیتامی ' مسلم (۳۰۱۸) کتاب التفسیر : باب فی تفسیر آیات متفرقة]

(۲) [حسن صحیح : صحیح ابو داود ' ابو داود (۲۰۹۳) کتاب النکاح : باب فی الاستئمار ' نسائی (۳۲٦۱) کتاب النکاح : باب استئذان البکر فی نفسها ' ترمذی (۱۱۰۹) کتاب النکاح : باب ما جاء فی اکراہ الیتیمة علی التزویج]

یتیموں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آؤ۔“

(3) سورۂ فجر میں ارشاد ہے کہ

﴿ كَلَّا بَل لَّا تُكْرِمُونَ الْيَتِيمَ ﴾ [الفجر: ۱۷]

”ایسا ہرگز نہیں‘ بلکہ (حقیقت یہ ہے کہ) تم (ہی) لوگ یتیموں کی عزت نہیں کرتے۔“

(4) سورۂ ضحیٰ میں ہے کہ

﴿ فَأَمَّا الْيَتِيمَ فَلَا تَقْهَرْ ﴾ [الضحیٰ: ۹]

”پس تو یتیم پر سختی نہ کر۔“

(5) سورۃ الماعون میں ہے کہ

﴿ أَرَأَيْتَ الَّذِي يُكَذِّبُ بِالدِّينِ ‘ فَذَٰلِكَ الَّذِي يَدُعُّ الْيَتِيمَ ﴾ [الماعون: ۱-۲]

”کیا تو نے اسے بھی دیکھا ہے جو (روزِ) جزا کو جھٹلاتا ہے‘ یہی وہ ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے۔“

یتیموں پر صدقہ کرنا بہت ثواب کا کام ہے

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿لَيْسَ الْبِرَّ أَن تُوَلُّوا وُجُوهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلَٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالْكِتَابِ وَالنَّبِيِّينَ وَآتَى الْمَالَ عَلَىٰ حُبِّهِ ذَوِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينَ ......﴾ [البقرة: ۱۷۷]

”ساری اچھائی (اور نیکی) مشرق و مغرب کی طرف منہ کرنے میں ہی نہیں بلکہ حقیقتاً اچھا انسان وہ ہے جو اللہ تعالیٰ پر‘ قیامت کے دن پر‘ فرشتوں پر‘ کتاب اللہ پر اور نبیوں پر ایمان رکھنے والا ہو‘ جو مال سے محبت کرنے کے باوجود قرابت داروں‘ یتیموں‘ مسکینوں‘ مسافروں اور سائلین کو دے۔“

(2) ایک دوسرے مقام پر ارشاد ہے کہ

﴿ يَسْأَلُونَكَ مَاذَا يُنفِقُونَ قُلْ مَا أَنفَقْتُم مِّنْ خَيْرٍ فَلِلْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينِ وَابْنِ السَّبِيلِ وَمَا تَفْعَلُوا مِنْ خَيْرٍ فَإِنَّ اللَّهَ بِهِ عَلِيمٌ ﴾ [البقرة: ۲۱۵]

”آپ سے پوچھتے ہیں کہ وہ کیا خرچ کریں؟ آپ کہہ دیجئے جو مال تم خرچ کرو وہ ماں باپ کے لیے ہے

اور رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کے لیے ہے اور تم جو کوئی بھی نیکی کا کام کرو گے اللہ تعالیٰ کو اس کا علم ہے۔"

(3) سورۂ انسان میں ارشاد ہے کہ

﴿ وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَى حُبِّهِ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا ﴾ [الانسان : ۸]

"اور (ایمان والے) اللہ کی محبت میں مسکین، یتیم اور قیدیوں کو کھانا کھلاتے ہیں۔"

(4) امام بخاریؒ نے باب قائم کیا ہے کہ

﴿ بَابُ الصَّدَقَةِ عَلَى الْيَتَامَى ﴾

"باب، یتیموں پر صدقہ کرنا (بہت ثواب کا کام ہے)۔"

اور اس کے تحت ایک طویل حدیث نقل فرمائی ہے جس میں یہ مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ وَإِنَّ هَذَا الْمَالَ خَضِرَةٌ حُلْوَةٌ فَنِعْمَ صَاحِبُ الْمُسْلِمِ مَا أَعْطَى مِنْهُ الْمِسْكِينَ وَالْيَتِيمَ وَابْنَ السَّبِيلِ ﴾

"بے شک یہ مال ایک خوشگوار سبزہ زار کی مانند ہے اور مسلمان کا وہ مال کتنا عمدہ ہے جو مسکین، یتیم اور مسافر کو دیا جائے۔"(۱)

یتیم اگر وراثت کی تقسیم کے وقت موجود ہوں تو انہیں بھی کچھ دے دینا چاہیے

ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ وَإِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ أُولُوا الْقُرْبَى وَالْيَتَامَى وَالْمَسَاكِينُ فَارْزُقُوهُم مِّنْهُ وَقُولُوا لَهُمْ قَوْلاً مَّعْرُوفًا ﴾ [النساء : ۸]

"اور جب تقسیم کے وقت قرابت دار اور یتیم اور مسکین آ جائیں تو تم اس میں سے تھوڑا بہت انہیں بھی دے دو اور ان سے نرمی سے بولو۔"

---

(۱) [بخاری (۱٤٦٥) کتاب الزکاۃ : باب الصدقة علی الیتامی ' مسلم (۱۰۵۲) کتاب الزکاۃ : باب تخوف ما یخرج من زهرة الدنیا ' ابن ماجه (۳۹۹۵) کتاب الفتن : باب فتنة المال ' مسند احمد (۱۱۸٦۵) عبد الرزاق (۲۰۰۲۸) طیالسی (۲۱۸۰) ابن حبان (۳۲۲۵) حمیدی (۷٤۰)]

یتیم مالِ غنیمت کے مستحق ہیں

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿وَاعْلَمُوا أَنَّمَا غَنِمْتُم مِّن شَيْءٍ فَأَنَّ لِلَّهِ خُمُسَهُ وَلِلرَّسُولِ وَلِذِي الْقُرْبَى وَالْيَتَامَى وَالْمَسَاكِينِ وَابْنِ السَّبِيلِ﴾ [الأنفال: ٤١]

”جان لو کہ تم جس قسم کی جو کچھ غنیمت حاصل کرو اس میں سے پانچواں حصہ تو اللہ کا ہے اور رسول کا اور قرابت داروں کا اور یتیموں اور مسکینوں کا اور مسافروں کا۔“

❑ مالِ غنیمت سے مراد وہ مال ہے جو جنگ میں کافروں پر فتح کے بعد ان سے حاصل ہو۔(۱)

یتیم مالِ فی کے مستحق ہیں

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿مَا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَى رَسُولِهِ مِنْ أَهْلِ الْقُرَى فَلِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ وَلِذِي الْقُرْبَى وَالْيَتَامَى وَالْمَسَاكِينِ وَابْنِ السَّبِيلِ﴾ [الحشر: ٧]

”بستیوں والوں کا جو مال اللہ تعالیٰ تمہارے لڑے بھڑے بغیر اپنے رسول کے ہاتھ لگائے وہ اللہ کا ہے اور رسول کا اور قرابت والوں کو اور یتیموں مسکینوں کا اور مسافروں کا ہے۔“

❑ مالِ فی سے مراد وہ مال ہے جو بغیر جنگ کے کافروں سے حاصل ہو جائے۔(۲)

یتیموں پر اللہ کی خاص مہربانی کا ایک قصہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام علم سیکھنے کی غرض سے حضرت خضر علیہ السلام کے ساتھ تھے کہ دونوں ایک بستی میں گئے اور وہاں کے رہنے والوں سے کھانا مانگا لیکن انہوں نے مہمان نوازی سے صاف انکار کر دیا۔ پھر دونوں نے وہاں ایک دیوار دیکھی جو گرنے کے قریب تھی تو حضرت خضر علیہ السلام نے اسے بلا معاوضہ درست کر دیا۔ اس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام جو بستی والوں کے رویے سے پہلے ہی کبیدہ خاطر تھے' صبر نہ کر سکے اور کہا کہ اگر

---

(۱) [مزید دیکھئے : القاموس المحیط (ص / ۱۰۳۱) المنجد (ص / ٦١٨) الفقه الأسلامی وأدلته (٥٨٩٦/٨)]

(۲) [مزید دیکھئے: تفسیر أحسن البیان (ص / ٤٩١) الفقه الاسلامی وأدلته (٥٨٩٤/٨) آثار الحرب (ص / ٥٥٣)]

آپ چاہتے تو اس کام پر اجرت بھی وصول کر سکتے تھے۔ چونکہ حضرت خضر علیہ السلام نے موسیٰ علیہ السلام کو اپنے ساتھ رکھنے کے لیے خاموش رہنے کی شرط لگائی تھی تو جب وہ خاموش نہ رہ سکے تو حضرت خضر علیہ السلام نے انہیں اپنے ساتھ رکھنے سے معذرت کر لی اور ساتھ ہی یہ وضاحت بھی کر دی کہ یہ دیوار میں نے کیوں درست کی تھی۔

اس کا ذکر قرآن کریم میں یوں موجود ہے:

﴿ وَأَمَّا الْجِدَارُ فَكَانَ لِغُلَامَيْنِ يَتِيمَيْنِ فِي الْمَدِينَةِ وَكَانَ تَحْتَهُ كَنزٌ لَّهُمَا وَكَانَ أَبُوهُمَا صَالِحًا فَأَرَادَ رَبُّكَ أَن يَبْلُغَا أَشُدَّهُمَا وَيَسْتَخْرِجَا كَنزَهُمَا رَحْمَةً مِّن رَّبِّكَ وَمَا فَعَلْتُهُ عَنْ أَمْرِي ﴾ [الكهف : ٨٢]

''دیوار کا قصہ یہ ہے کہ اس شہر میں دو یتیم بچے ہیں جن کا خزانہ ان کی اس دیوار کے نیچے دفن ہے' ان کا باپ بہت نیک شخص تھا تو تیرے رب کی چاہت تھی کہ یہ دونوں یتیم بچے اپنی جوانی کی عمر میں آ کر اپنا یہ خزانہ تیرے رب کی مہربانی اور رحمت سے نکال لیں' میں نے اپنی رائے سے کوئی کام نہیں کیا۔''

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی یتیم تھے

(1) کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش سے پہلے ہی آپ کے والد ''عبداللہ'' کا انتقال ہو چکا تھا۔(۱)

(2) ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مخاطب ہو کر فرمایا:

﴿ أَلَمْ أَجِدْكَ يَتِيمًا فَآوَيْتُكَ ﴾

''کیا میں نے تمہیں یتیم نہیں پایا اور پھر میں نے تمہیں پناہ دی۔''(۲)

(۱) [الرحیق المختوم (ص / ۸۲)]

(۲) [صحیح : السلسلة الصحيحة (۲۰۳۸)]

باب حقوق الوالدین والدین کے حقوق کا بیان

والدین اولاد کی طرف سے ادائیگیٔ حقوق کے لیے اللہ سے دعا کرتے رہیں

اس ضمن میں اللہ تعالیٰ نے قرآن میں یہ دعا ذکر فرمائی ہے:

﴿ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا وَذُرِّيَّاتِنَا قُرَّةَ أَعْيُنٍ وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِينَ إِمَامًا ﴾ [الفرقان : ٧٤]

''اے ہمارے پروردگار! تو ہمیں ہماری بیویوں اور اولاد سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما اور ہمیں پرہیزگاروں کا پیشوا بنا۔''

حقوق اللہ کے بعد حقوق الوالدین سب سے زیادہ ادائیگی کا حق رکھتے ہیں

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ وَإِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَ بَنِي إِسْرَائِيلَ لَا تَعْبُدُونَ إِلاَّ اللَّهَ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَاناً ﴾ [البقرة : ٨٣]

''اور (یاد کرو) جب ہم نے بنی اسرائیل سے وعدہ لیا کہ تم اللہ تعالیٰ کے سوا دوسرے کی عبادت نہ کرنا اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرنا۔''

(2) ایک دوسرے مقام پر ارشاد ہے کہ

﴿وَاعْبُدُواْ اللَّهَ وَلاَ تُشْرِكُواْ بِهِ شَيْئًا وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا ﴾ [النساء : ٣٦]

''اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آؤ۔''

(3) سورۃ الانعام میں ہے کہ

﴿ قُلْ تَعَالَوْاْ أَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ أَلاَّ تُشْرِكُواْ بِهِ شَيْئًا وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا ﴾ [الأنعام : ١٥١]

''آپ کہہ دیجئے کہ آؤ میں تم کو وہ چیزیں پڑھ کر سناؤں جن (کی مخالفت) کو تمہارے رب نے تم پر حرام کیا ہے' وہ یہ ہیں کہ اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک مت ٹھہراؤ اور ماں باپ کے ساتھ نیکی کرو۔''

(4) سورۃ الاسراء میں ہے کہ

﴿ وَقَضَى رَبُّكَ أَلاَّ تَعْبُدُواْ إِلاَّ إِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا إِمَّا يَبْلُغَنَّ عِندَكَ الْكِبَرَ أَحَدُهُمَا أَوْ كِلاَهُمَا فَلاَ تَقُل لَّهُمَآ أُفٍّ وَلاَ تَنْهَرْهُمَا وَقُل لَّهُمَا قَوْلاً كَرِيمًا ' وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُل رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيرًا ﴾ [الاسراء: ۲۳۔ ۲۴]

''اور تیرا پروردگار صاف صاف حکم دے چکا ہے کہ تم اس کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرنا اور ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنا' اگر تیری موجودگی میں ان میں سے ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان کے آگے اُف تک نہ کہنا' نہ انہیں ڈانٹ ڈپٹ کرنا بلکہ ان کے ساتھ ادب و احترام سے بات چیت کرنا۔ اور عاجزی اور محبت کے ساتھ ان کے سامنے تواضع کا بازو پست رکھے رکھنا اور دعا کرتے رہنا کہ اے میرے پروردگار! ان پر ویسا ہی رحم کر جیسا انہوں نے میرے بچپن میں میری پرورش کی ہے۔''

مذکورہ بالا چاروں آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت کے بعد والدین کے ساتھ حسن سلوک کا ذکر فرمایا ہے' جس سے یہ عیاں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حقوق کے بعد سب سے زیادہ اگر کوئی حقوق ادائیگی کا حق رکھتے ہیں تو وہ والدین کے حقوق ہیں۔

(5) سورۂ لقمان میں ہے کہ

﴿ وَوَصَّيْنَا الْإِنسَانَ بِوَالِدَيْهِ حَمَلَتْهُ أُمُّهُ وَهْنًا عَلَى وَهْنٍ وَفِصَالُهُ فِي عَامَيْنِ أَنِ اشْكُرْ لِي وَلِوَالِدَيْكَ إِلَيَّ الْمَصِيرُ ﴾ [لقمان: ١٤]

''ہم نے انسان کو اس کے ماں باپ کے متعلق (حسن سلوک کی) نصیحت کی ہے' اس کی ماں نے دکھ پر دکھ اٹھا کر اسے حمل میں رکھا اور اس کی دودھ چھڑائی دو برس ہے' کہ تو میری اور اپنے ماں باپ کی شکر گزاری کر (تم سب کو) میری طرف ہی لوٹ کر آنا ہے۔''

(6) سورۃ الاحقاف میں ہے کہ

﴿ وَوَصَّيْنَا الْإِنسَانَ بِوَالِدَيْهِ إِحْسَانًا حَمَلَتْهُ أُمُّهُ كُرْهًا وَوَضَعَتْهُ كُرْهًا وَحَمْلُهُ وَفِصَالُهُ ثَلَاثُونَ شَهْرًا حَتَّى إِذَا بَلَغَ أَشُدَّهُ وَبَلَغَ أَرْبَعِينَ سَنَةً قَالَ رَبِّ أَوْزِعْنِي أَنْ أَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِي أَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلَى وَالِدَيَّ وَأَنْ أَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضَاهُ وَأَصْلِحْ لِي فِي ذُرِّيَّتِي إِنِّي تُبْتُ إِلَيْكَ وَإِنِّي مِنَ الْمُسْلِمِينَ ﴾ [الأحقاف: ١٥]

''اور ہم نے انسان کو اپنے ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کرنے کا حکم دیا ہے' اس کی ماں نے اسے تکلیف جھیل کر پیٹ میں رکھا اور تکلیف برداشت کر کے اسے جنا۔ اس کے حمل کا اور اس کے دودھ چھڑانے کا زمانہ تیس مہینے کا ہے۔ یہاں تک کہ جب وہ اپنی پختگی اور چالیس سال کی عمر کو پہنچا تو کہنے لگا کہ اے میرے پروردگار! مجھے توفیق دے کہ میں تیری اس نعمت کا شکر بجالاؤں جو تو نے مجھ پر اور میرے ماں باپ پر انعام کی ہے اور یہ کہ میں ایسے نیک عمل کروں جن سے تو خوش ہو جائے اور تو میری اولاد بھی صالح بنا۔ میں تیری طرف رجوع کرتا ہوں اور میں مسلمانوں میں سے ہوں۔''

ماں کے قدموں تلے جنت ہے

حضرت معاویہ بن جاہمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

﴿ أَنَّ جَاهِمَةَ جَاءَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَرَدْتُ أَنْ أَغْزُوَ وَقَدْ جِئْتُ أَسْتَشِيرُكَ فَقَالَ هَلْ لَكَ مِنْ أُمٍّ قَالَ نَعَمْ قَالَ ''فَالْزَمْهَا فَإِنَّ الْجَنَّةَ تَحْتَ رِجْلَيْهَا'' ﴾

''بلاشبہ جاہمہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! میں نے جہاد میں جانے کا ارادہ کیا ہے اور میں آپ سے مشورہ لینے آیا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا' کیا تیری ماں موجود ہے۔ اس نے عرض کیا' ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا' اس کی خدمت کو لازم پکڑ کیونکہ اس کے قدموں کے نیچے جنت ہے۔''(۱)

سب سے زیادہ حسن سلوک کی مستحق ماں ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

﴿ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَنْ أَحَقُّ النَّاسِ بِحُسْنِ صَحَابَتِي قَالَ أُمُّكَ قَالَ ثُمَّ مَنْ قَالَ ثُمَّ أُمُّكَ قَالَ ثُمَّ مَنْ قَالَ ثُمَّ أُمُّكَ قَالَ ثُمَّ مَنْ قَالَ ثُمَّ أَبُوكَ ﴾

''ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! میرے حسن سلوک کا لوگوں میں سب سے زیادہ حقدار کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا' تیری ماں۔ اس نے عرض کیا کہ پھر کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا' پھر تیری ماں۔ اس نے پھر دریافت کیا کہ پھر کون ہے؟ آپ ﷺ نے

---

(۱) [حسن صحیح : صحیح نسائی ' نسائی (۳۱۰۴) كتاب الجهاد : باب الرخصة فی التخلف لمن له والدة ' حقوق النساء فی الاسلام (ص / ۱۹۵)]

فرمایا‘ پھر تیری ماں۔ اس نے پھر (چوتھی مرتبہ) پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا‘ پھر تیرا باپ۔“ (۱)

والد جنت کا بہترین دروازہ ہے

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ اَلْوَالِدُ أَوْسَطُ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ فَأَضِعْ ذَلِكَ الْبَابَ أَوِ احْفَظْهُ ﴾

”والد جنت (میں داخلے) کا سب سے بہترین دروازہ ہے۔ اب تم اس دروازے کو (نافرمانی اور برے سلوک کے ذریعے) ضائع کرلو یا (اطاعت و فرمانبرداری کے ذریعے) اس کو محفوظ کرلو۔“ (۲)

والد کی اطاعت میں اللہ کی اطاعت ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے کہ

﴿ طَاعَةُ اللّٰهِ فِيْ طَاعَةِ الْوَالِدِ وَ مَعْصِيَةُ اللّٰهِ فِيْ مَعْصِيَةِ الْوَالِدِ ﴾

”اللہ کی اطاعت والد کی اطاعت میں ہے اور اللہ کی نافرمانی والد کی نافرمانی میں ہے۔“ (۳)

والدین سے نیکی و حسن سلوک اللہ تعالیٰ کو بہت زیادہ پسند ہے

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ

﴿سَأَلْتُ النَّبِيَّ ﷺ أَيُّ الْعَمَلِ أَحَبُّ إِلَى اللّٰهِ قَالَ الصَّلَاةُ عَلَى وَقْتِهَا قَالَ ثُمَّ أَيٌّ قَالَ ثُمَّ بِرُّ الْوَالِدَيْنِ قَالَ ثُمَّ أَيٌّ قَالَ الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ ﴾

”میں نے نبی کریم ﷺ سے دریافت کیا کہ کون سا عمل اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا‘ وقت پر نماز ادا کرنا۔ عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا‘ پھر کونسا؟ آپ ﷺ نے فرمایا والدین کے

---

(۱) [بخاری (۵۹۷۱) کتاب الأدب : باب من أحق الناس بحسن الصحبة ‘ مسلم (۲۵٤۸) کتاب البر والصلة والآداب : باب بر الوالدین وأنهما أحق به ‘ مسند احمد (۸۳۵۲) الأدب المفرد للبخاری (۵‘٦) شرح السنة للبغوی (۳٤۱٦) بیهقی (۲/۸) ابن أبی شیبة (۵٤۱/۸)]

(۲) [**صحیح** : صحیح ابن ماجه ‘ ابن ماجه (۳٦٦۳) کتاب الأدب : باب بر الوالدین ‘ ترمذی (۱۹۰۰) کتاب البر والصلة : باب ما جاء من الفضل فی رضا الوالدین ‘ صحیح الجامع الصغیر (۷۱٤۵) صحیح الترغیب (۲٤۸٦) السلسلة الصحیحة (۹۱٤)]

(۳) [**حسن لغیره** : صحیح الترغیب (۲۵۰۲) کتاب البر والصلة وغیرهما : باب الترغیب فی بر الوالدین وصلتهما ‘ رواه الطبرانی فی الأوسط]

ساتھ نیک سلوک کرنا۔ انہوں نے پھر دریافت کیا' پھر کونسا؟ آپ ﷺ نے فرمایا' جہاد فی سبیل اللہ۔" (۱)

والدین کی رضامندی میں ہی اللہ تعالیٰ کی رضامندی ہے

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

﴿ رِضَى الرَّبِّ فِي رِضَى الْوَالِدِ وَسَخَطُ الرَّبِّ فِي سَخَطِ الْوَالِدِ ﴾

"رب کی رضامندی والد کی رضامندی میں ہے اور رب کی ناراضی والد کی ناراضگی میں ہے۔" (۲)

ایک دوسری روایت میں والد کی جگہ والدین کا بھی ذکر موجود ہے۔ (۳)

اولاد کے حق میں والدین کی دعا قبول کی جاتی ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ ثَلَاثُ دَعَوَاتٍ مُسْتَجَابَاتٌ لَا شَكَّ فِيهِنَّ دَعْوَةُ الْمَظْلُومِ وَدَعْوَةُ الْمُسَافِرِ وَدَعْوَةُ الْوَالِدِ عَلَى وَلَدِهِ ﴾

"تین قسم کی دعائیں قبول کی جاتی ہیں' ان کی قبولیت میں کوئی شک نہیں:

① مظلوم کی دعا ② مسافر کی دعا

③ اور والد کی اپنے بیٹے کے حق میں دعا۔ (۴)

---

(۱) [بخاری (۵۲۷) کتاب مواقیت الصلاة : باب فضل الصلاة لوقتها ' مسلم (۸۵) کتاب الایمان : باب بیان کون الایمان باللہ تعالی أفضل الأعمال ' ترمذی (۱۷۳) کتاب الصلاة : باب ما جاء فی الوقت الأول من الفضل ' نسائی (۶۰۹) دارمی (۱۲۲۵) أبو یعلی (۵۲۸۶) أبو عوانة (۶۳/۱) طبرانی کبیر (۹۸۰۶) دارقطنی (۲۴۶/۱) ابن حبان (۱۴۷۶)]

(۲) [حسن لغیرہ : صحیح الترغیب (۲۵۰۱) کتاب البر والصلة وغیرهما : باب الترغیب فی بر الوالدین وصلتهما ' ترمذی (۱۸۹۹) کتاب البر والصلة : باب ما جاء من الفضل فی رضا الوالدین ' صحیح ابن حبان (۴۳۰) مستدرك حاكم (۱۵۲/۴) امام حاکمؒ نے اسے مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے۔]

(۳) [حسن لغیرہ : صحیح الترغیب (۲۵۰۳) کتاب البر والصلة وغیرهما : باب الترغیب فی بر الوالدین وصلتهما ' رواه البزار فی کشف الأستار (۱۸۶۵)]

(۴) [حسن : صحیح ترمذی ' ترمذی (۱۹۰۵) کتاب البر والصلة : باب ما جاء فی دعوة الوالدین ' ابو داود (۱۵۳۶) کتاب الصلاة : باب الدعاء بظهر الغیب ' ابن ماجه (۳۸۶۲) کتاب الدعاء : باب دعوة الوالد ودعوة المظلوم ' صحیح الجامع الصغیر (۳۰۳۱) صحیح الترغیب (۱۶۵۵)]

والدین سے حسن سلوک عمر و رزق میں فراخی کا باعث ہے

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ مَنْ سَرَّهُ أَنْ يُمَدَّ لَهُ فِي عُمْرِهِ وَيُزَادَ لَهُ فِي رِزْقِهِ فَلْيَبَرَّ وَالِدَيْهِ وَلْيَصِلْ رَحِمَهُ ﴾

"جسے اچھا لگے کہ اس کی عمر دراز کی جائے اور اس کے رزق کو بڑھایا جائے تو وہ اپنے والدین کے ساتھ نیک سلوک کرے اور اپنی رشتہ داری کو ملائے۔"(۱)

والدین سے نیک سلوک گناہوں کا کفارہ بن جاتا ہے

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ أَنَّ رَجُلًا أَتَى النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي أَصَبْتُ ذَنْبًا عَظِيمًا فَهَلْ لِي تَوْبَةٌ قَالَ هَلْ لَكَ مِنْ أُمٍّ قَالَ لَا قَالَ هَلْ لَكَ مِنْ خَالَةٍ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَبِرَّهَا ﴾

"ایک آدمی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اس نے عرض کیا' اے اللہ کے رسول! بلاشبہ میں ایک بہت بڑا گناہ کر بیٹھا ہوں تو کیا میری توبہ قبول ہو سکتی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا' کیا تیری ماں (ایک روایت میں والدین کا ذکر ہے) زندہ ہے؟ اس نے عرض کیا' نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا' کیا تیری خالہ زندہ ہے؟ اس نے کہا' ہاں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' تو اس کے ساتھ نیکی کر (تیرا گناہ معاف ہو جائے گا)۔"(۲)

والدین کی خدمت و فرمانبرداری دنیا میں بھی مشکلات سے نجات کا ذریعہ ہے

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ خَرَجَ ثَلَاثَةُ نَفَرٍ يَمْشُونَ فَأَصَابَهُمُ الْمَطَرُ فَدَخَلُوا فِي غَارٍ فِي جَبَلٍ فَانْحَطَّتْ عَلَيْهِمْ صَخْرَةٌ قَالَ فَقَالَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ادْعُوا اللَّهَ بِأَفْضَلِ عَمَلٍ عَمِلْتُمُوهُ فَقَالَ أَحَدُهُمُ اللَّهُمَّ إِنِّي كَانَ لِي أَبَوَانِ شَيْخَانِ كَبِيرَانِ فَكُنْتُ أَخْرُجُ فَأَرْعَى ثُمَّ أَجِيءُ فَأَحْلُبُ فَأَجِيءُ

---

(۱) [حسن لغیرہ : صحیح الترغیب (۲۴۸۸) کتاب البر والصلة وغیرهما : باب الترغیب فی بر الوالدین وصلتهما وتاکید طاعتهما ' مسند احمد (۲۶۶/۳)]

(۲) [صحیح : صحیح الترغیب (۲۵۰۴) کتاب البر والصلة : باب الترغیب فی بر الوالدین وصلتهما ' ترمذی (۱۹۰۴) کتاب البر والصلة : باب ما جاء فی بر الخالة ' صحیح ابن حبان (۴۳۶) مستدرک حاکم (۱۵۵/۴) امام حاکمؒ نے اسے شیخین کی شرط پر صحیح کہا ہے۔]

بِالْحِلَابِ فَآتِي بِهِ أَبَوَيَّ فَيَشْرَبَانِ ثُمَّ أَسْقِي الصِّبْيَةَ وَأَهْلِي وَامْرَأَتِي فَاحْتَبَسْتُ لَيْلَةً فَجِئْتُ فَإِذَا هُمَا نَائِمَانِ قَالَ فَكَرِهْتُ أَنْ أُوقِظَهُمَا وَالصِّبْيَةُ يَتَضَاغَوْنَ عِنْدَ رِجْلَيَّ فَلَمْ يَزَلْ ذَلِكَ دَأْبِي وَدَأْبَهُمَا حَتَّى طَلَعَ الْفَجْرُ اللَّهُمَّ إِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنِّي فَعَلْتُ ذَلِكَ ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ فَافْرُجْ عَنَّا فُرْجَةً نَرَى مِنْهَا السَّمَاءَ قَالَ فَفُرِجَ عَنْهُمْ وَقَالَ الْآخَرُ ......﴾

"تین شخص کہیں باہر جا رہے تھے کہ اچانک بارش ہونے لگی۔ انہوں نے ایک پہاڑ کے غار میں جا کر پناہ لی۔ اتفاق سے پہاڑ کی ایک چٹان اوپر سے لڑھکی (اور اس غار کے منہ کو بند کر دیا جس میں یہ تینوں پناہ لیے ہوئے تھے) اب ایک نے دوسرے سے کہا کہ اپنے سب سے اچھے عمل کا' جو تم نے کبھی کیا ہو' نام لے کر اللہ تعالیٰ سے دعا کرو۔ اس پر ان میں ایک نے یہ دعا کی' اے اللہ! میرے ماں باپ بہت ہی بوڑھے تھے۔ میں اپنے مویشی باہر لے جا کر چراتا تھا۔ پھر جب شام کو واپس آتا تو ان کا دودھ نکالتا اور برتن میں پہلے اپنے والدین کو پیش کرتا۔ جب میرے والدین پی لیتے تو پھر بچوں کو اور اپنی بیوی کو پلاتا۔ اتفاق سے ایک رات واپسی میں دیر ہو گئی اور جب میں گھر پہنچا تو والدین سو چکے تھے۔ اس نے کہا کہ پھر میں نے پسند نہیں کیا کہ انہیں جگاؤں۔ بچے میرے قدموں میں بھوکے پڑے رو رہے تھے۔ میں مسلسل دودھ کا پیالہ لیے والدین کے سامنے اسی طرح کھڑا رہا یہاں تک کہ صبح ہو گئی۔ اے اللہ! اگر تیرے نزدیک بھی میں نے یہ کام صرف تیری رضا حاصل کرنے کے لیے کیا تھا' تو ہمارے لیے اس چٹان کو ہٹا کر اتنا راستہ تو بنا دے کہ ہم آسمان کو دیکھ سکیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا' چنانچہ وہ پتھر (اللہ تعالیٰ کے حکم سے) کچھ ہٹ گیا۔

دوسرے شخص نے دعا کی کہ اے اللہ! تو خوب جانتا ہے کہ مجھے اپنے چچا کی لڑکی سے اتنی زیادہ محبت تھی جتنی ایک مرد کو کسی عورت سے ہو سکتی ہے۔ اس لڑکی نے کہا تم مجھ سے اپنی خواہش اس وقت تک پوری نہیں کر سکتے جب تک مجھے سو اشرفیاں نہ دے دو۔ میں نے انہیں حاصل کرنے کی کوشش کی اور آخر اتنی اشرفیاں جمع کر لیں۔ پھر جب میں اس کی دونوں رانوں کے درمیان بیٹھا تو وہ بولی' اللہ سے ڈر اور مہر کو ناجائز طریقے پر نہ توڑ۔ اس پر میں کھڑا ہو گیا اور میں نے اسے چھوڑ دیا۔ اب اگر تیرے نزدیک بھی میں نے یہ عمل تیری ہی رضا کے لیے کیا تھا تو ہمارے لیے (نکلنے کا) راستہ بنا دے۔ آپ ﷺ نے فرمایا' چنانچہ وہ پتھر دو تہائی ہٹ گیا۔

تیسرے شخص نے دعا کی کہ اے اللہ! تو جانتا ہے کہ میں نے ایک مزدور سے ایک فرق جوار پر کام کرایا

تھا۔ جب میں نے اس کی مزدوری اسے دے دی تو اس نے لینے سے انکار کر دیا۔ میں نے اس جوار کو لے کر بو دیا (جب کھیتی کٹی تو اس میں اتنی جوار پیدا ہوئی کہ) اس سے میں نے ایک بیل اور ایک چرواہا خرید لیا۔ کچھ عرصہ بعد پھر اس نے آ کر مزدوری مانگی کہ خدا کے بندے مجھے میرا حق دے دے۔ میں نے کہا کہ اس بیل اور اس کے چرواہے کے پاس جاؤ کہ یہ تمہاری ہی ملکیت ہے۔ اس نے کہا کہ مجھ سے مذاق کرتے ہو۔ میں نے کہا' میں مذاق نہیں کرتا' واقعی یہ تمہارے ہی ہیں۔ تو اے اللہ! اگر تیرے نزدیک یہ کام میں نے صرف تیری رضا حاصل کرنے کے لیے کیا تھا تو یہاں ہمارے لیے (اس چٹان کو ہٹا کر) راستہ بنا دے۔ چنانچہ وہ غار پورا کھل گیا اور وہ تینوں شخص باہر آ گئے۔"(۱)

والدین کی اطاعت کو نفل نماز پر ترجیح دینی چاہیے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿وَكَانَ جُرَيْجٌ رَجُلًا عَابِدًا فَاتَّخَذَ صَوْمَعَةً فَكَانَ فِيهَا فَأَتَتْهُ أُمُّهُ وَهُوَ يُصَلِّي فَقَالَتْ يَا جُرَيْجُ فَقَالَ يَا رَبِّ أُمِّي وَصَلَاتِي فَأَقْبَلَ عَلَى صَلَاتِهِ فَانْصَرَفَتْ فَلَمَّا كَانَ مِنَ الْغَدِ أَتَتْهُ وَهُوَ يُصَلِّي فَقَالَتْ يَا جُرَيْجُ فَقَالَ يَا رَبِّ أُمِّي وَصَلَاتِي فَأَقْبَلَ عَلَى صَلَاتِهِ فَانْصَرَفَتْ فَلَمَّا كَانَ مِنَ الْغَدِ أَتَتْهُ وَهُوَ يُصَلِّي فَقَالَتْ يَا جُرَيْجُ فَقَالَ أَيْ رَبِّ أُمِّي وَصَلَاتِي فَأَقْبَلَ عَلَى صَلَاتِهِ فَقَالَتِ اللَّهُمَّ لَا تُمِتْهُ حَتَّى يَنْظُرَ إِلَى وُجُوهِ الْمُومِسَاتِ ...... قَالَ لَا أَعِيدُوهَا مِنْ طِينٍ كَمَا كَانَتْ فَفَعَلُوا﴾

"جریج نامی ایک شخص عابد تھا' اس نے ایک عبادت خانہ بنایا اور اسی میں رہتا تھا۔ وہ نماز پڑھ رہا تھا کہ اس کی ماں آئی اور اسے بلایا کہ اے جریج! تو وہ (دل میں) کہنے لگا کہ اے اللہ! میری ماں پکارتی ہے اور میں نماز میں ہوں (میں نماز پڑھتا جاؤں یا اپنی ماں کو جواب دوں)؟ آخر وہ نماز ہی میں رہا تو اس کی ماں واپس چلی گئی۔ پھر جب دوسرا دن ہوا تو وہ پھر آئی اور پکارا کہ اے جریج! وہ بولا کہ اے اللہ! میری ماں پکارتی ہے اور میں نماز میں ہوں' آخر وہ نماز ہی میں رہا پس وہ واپس چلی گئی۔ پھر اس کی ماں تیسرے دن آئی اور بلایا' لیکن جریج نماز میں

---

(۱) [بخاری (۲۲۱۵) کتاب البیوع : باب اذا اشتری شیئا لغیره بغیر اذنه فرضی ' مسلم (۲۷۴۳) کتاب الذکر والدعاء : باب قصة أصحاب الغار الثلاثة والتوسل بصالح الأعمال ' مسند احمد (۵۹۷۴) ابن حبان (۸۹۷) شرح السنة للبغوی (۳۴۲۰)]

ہی رہا تو اس کی ماں نے کہا کہ اے اللہ! اس کو اس وقت تک نہ مارنا جب تک یہ فاحشہ عورتوں کا منہ نہ دیکھ لے (یعنی ان سے اس کا سابقہ نہ پڑے)۔

پھر بنی اسرائیل نے جریج کا اور اس کی عبادت کا چرچا شروع کیا اور بنی اسرائیل میں ایک بدکار عورت تھی جس کی خوبصورتی کی مثال دی جاتی تھی۔ وہ بولی اگر تم کہو تو میں جریج کو ابتلاء یا فتنہ میں ڈالوں۔ پھر وہ عورت جریج کے سامنے گئی لیکن جریج نے اس کی طرف خیال بھی نہ کیا۔ آخر وہ ایک چرواہے کے پاس گئی جو اس کے معبد میں آکر پناہ لیا کرتا تھا اور اس کو اپنے آپ سے ہم بستری کرنے کی اجازت دی تو اس نے صحبت کی۔ وہ حاملہ ہوگئی جب بچہ جنا تو بولی کہ بچہ جریج کا ہے۔ لوگ یہ سن کر اس کے پاس آئے' اس کو نیچے اتارا اور اس کے عبادت خانے کو گرادیا اور اس کو مارنے لگے۔ وہ بولا کہ تمہیں کیا ہوا؟ انہوں نے کہا کہ تو نے اس بدکار عورت سے زنا کیا ہے اور اس نے تجھ سے ایک بچے کو جنم دیا ہے۔

جریج نے کہا کہ وہ بچہ کہاں ہے؟ لوگ اس کو لائے تو جریج نے کہا کہ ذرا مجھے چھوڑو میں نماز پڑھ لوں۔ پھر نماز پڑھی اور اس بچے کے پاس آکر اس کے پیٹ کو ایک ٹھونسا دیا اور بولا کہ اے بچے! تیرا باپ کون ہے؟ وہ بولا کہ فلاں چرواہا ہے۔ یہ سن کر لوگ جریج کی طرف دوڑے اور اس کو چومنے چاٹنے لگے اور کہنے لگے کہ ہم تیرا عبادت خانہ سونے اور چاندی سے بنائے دیتے ہیں۔ وہ بولا کہ نہیں جیسا تھا ویسا ہی مٹی سے پھر بنادو۔ تو لوگوں نے (ویسا ہی عبادت خانہ پھر) بنادیا۔" (۱)

ثابت ہوا کہ نفلی عبادات پر والدین کی اطاعت کو ترجیح دی جائے گی کیونکہ والدین کی اطاعت فرض ہے اور فرض کو نفل پر ترجیح حاصل ہوتی ہے جیسا کہ یہ بات اُصول میں بھی ثابت ہے۔ اس کی مزید تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ صحیح مسلم میں اس حدیث پر امام نوویؒ نے یہ عنوان قائم کیا ہے "نفل نماز وغیرہ پر والدین کی اطاعت کو مقدم کرنے کا بیان۔"

والدین کی اطاعت صرف نیکی کے کاموں میں کی جائے گی

مراد یہ ہے کہ اگر والدین کفر و شرک یا کسی بھی ایسے کام کا حکم دیں جو اللہ تعالیٰ کے احکامات کے خلاف ہو تو پھر اللہ کے حکم کے خلاف ہونے کی وجہ سے والدین کی اطاعت ترک کر دی جائے گی اور اللہ کے حکم پر

---

(۱) [مسلم (۲۵۵۰) کتاب البر والصلة : باب تقديم بر الوالدين على التطوع بالصلاة ' بخاری (۲۴۸۲) کتاب المظالم : باب اذا هدم حائطا فليبن مثله ']

عمل کیا جائے گا۔ چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ وَوَصَّيْنَا الْإِنسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا وَإِن جَاهَدَاكَ لِتُشْرِكَ بِي مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا ﴾ [العنكبوت : ٨]

''اور ہم نے انسان کو اپنے والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی نصیحت کی ہے' ہاں اگر وہ یہ کوشش کریں کہ تو میرے ساتھ اس کو شریک کو بنالے جس کا تجھے علم نہیں تو پھر ان کی اطاعت نہ کرو۔''

اس کی مزید تائید درج ذیل احادیث سے ہوتی ہے:

(1) ارشادِ نبوی ہے کہ

﴿ لَا طَاعَةَ فِي مَعْصِيَةِ اللّٰهِ إِنَّمَا الطَّاعَةُ فِي الْمَعْرُوفِ ﴾

''اللہ کی نافرمانی کے کام میں کسی کی اطاعت نہیں کی جائے گی' اطاعت صرف نیکی کے کام میں ہے۔''(۱)

(2) ایک دوسری روایت میں ہے کہ

﴿ لَا طَاعَةَ لِمَخْلُوقٍ فِي مَعْصِيَةِ الْخَالِقِ ﴾

''خالق کی نافرمانی کے کام میں مخلوق کی اطاعت نہیں کی جائے گی۔''(۲)

یہی وجہ ہے کہ جب حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا تو ان کی والدہ نے کھانا پینا چھوڑ دیا اور فاقے شروع کر دیئے اور سعد رضی اللہ عنہ سے کہا جب تک تو اپنا دین نہیں چھوڑتا میں اسی حالت میں رہوں گی۔ لیکن حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے جو اپنی والدہ کو جواب دیا وہ یقیناً قابل تحسین ہے۔ انہوں نے کہا:

﴿ يَا أُمَّاه لَوْ كَانَتْ لَكِ مِائَةُ نَفْسٍ فَخَرَجَتْ نَفْسًا نَفْسًا مَا تَرَكْتُ دِيْنِيْ هٰذَا فَإِنْ شِئْتِ فَكُلِيْ وَ إِنْ شِئْتِ فَلَا تَأْكُلِيْ ﴾

''اے میری ماں! اگر تمہاری سو جانیں ہوتیں اور وہ (سب بھی میرے سامنے) ایک ایک کر کے نکل

---

(۱) [مسلم (۱۸٤۰) كتاب الامارة : باب وجوب طاعة الأمراء فى غير معصية وتحريمها فى المعصية ' بخارى (٤٣٤٠) كتاب المغازى : باب سرية عبد الله بن حذافة ' ابو داود (٢٠٥٦) كتاب الجهاد : باب فى الطاعة ' نسائى (٤٢١٦) وفى السنن الكبرى (٨٧٢٢/٥) ابن حبان (٤٥٦٧) طيالسى (٨٩) بزار (٥٨٥) أبو عوانة (٤٥١/٤)]

(۲) [صحيح : صحيح الجامع الصغير (٧٥٢٠)]

جاتیں تو پھر بھی میں اپنا یہ دین (اسلام) نہ چھوڑتا۔ اگر تم چاہو تو کھاؤ اور اگر چاہو تو نہ کھاؤ۔"(۱)

والد اور والدہ کے مابین تنازع کی صورت میں کس کی اطاعت کی جائے؟

اگر تو معاملہ خدمت سے متعلقہ ہو تو شریعت نے ماں کی خدمت کو باپ سے تین گناہ بڑھا کر پیش کیا ہے جیسا کہ اس سلسلے میں گزشتہ اوراق میں حدیث گزر چکی ہے' اس لیے ایسے معاملے میں والدہ کی اطاعت کو ترجیح دینی چاہیے۔ لیکن اگر معاملہ تدبیری نوعیت کا اور گھریلو نظم ونسق سے متعلقہ ہو تو پھر والد اطاعت کا زیادہ مستحق ہے کیونکہ مرد کو (شعور وفہم اور قوت وطاقت وغیرہ میں عورت سے بڑھ کر ہونے کی وجہ سے) گھر میں حکمران بنایا گیا ہے جیسا کہ قرآن میں ہے کہ

﴿ الرِّجَالُ قَوّٰامُونَ عَلَى النِّسَاءِ ﴾ [النساء: ٣٤]

"مرد عورتوں پر حاکم ہیں۔"

چونکہ گھر میں حاکم و منتظم باپ ہے اس لیے ایسے معاملات میں باپ کی اطاعت کو ترجیح دی جائے گی کیونکہ اگر ایسے معاملات میں بھی والدہ کو (عورت ہونے کی حیثیت سے کمزور اور مردوں سے کم عقل ہونے کے باوجود) ترجیح دی جائے تو پھر بلا شبہ یہ چیز کسی نقصان کا پیش خیمہ بن سکتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ سے اس بات کی صراحت یوں منقول ہے:

﴿لَنْ يُفْلِحَ قَوْمٌ وَلَّوْا أَمْرَهُمُ امْرَأَةً ﴾

"وہ قوم ہرگز کامیاب نہیں ہوسکتی جس نے اپنے معاملات کا نگران عورت کو بنا لیا۔"(۲)

نکاح کے مسئلے میں والدین کی اطاعت

نکاح کے معاملے میں لڑکا خود مختار ہے' وہ بلوغت و رُشد کی عمر کو پہنچنے کے بعد اپنی شادی کسی بھی ایسی لڑکی سے کر سکتا ہے جس سے شادی کرنے میں کوئی شرعی رکاوٹ نہ ہو۔ اس کا سبب یہ ہے کہ شریعت نے لڑکے کے لیے یہ شرط نہیں لگائی کہ وہ اپنے گھر والوں کی اجازت کے بغیر شادی نہ کرے۔ البتہ اتنا ضرور ہے کہ اسے اپنے والدین کو ہر ممکن طریقے سے راضی کرنے کی کوشش ضرور کرنی چاہیے کیونکہ والدین سے حسن سلوک نہایت اہمیت کا حامل ہے اور اس کی بڑی تاکید ہے۔ لیکن اگر وہ والدین کی اجازت کے بغیر کہیں بھی

---

(۱) [تفسیر قرطبی (۲۹۱/۱۳)]

(۲) [بخاری (٤٤٢٥) کتاب المغازی: باب کتاب النبی إلی کسری وقیصر]

اپنی مرضی سے شادی کر لیتا ہے تو اس کی شادی بہر حال درست ہو گی۔

تاہم اس کے برعکس لڑکی کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے والدین کی اجازت بالخصوص ولی کی رضامندی کے بغیر شادی نہ کرے کیونکہ اس کے لیے ایسا کرنا حرام ہے اور ولی کی اجازت کے بغیر کیا ہوا نکاح اسلام کی نظر میں منعقد نہیں ہوتا بلکہ وہ زنا شمار ہوتا ہے۔ اس کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿لَا نِكَاحَ إِلَّا بِوَلِيٍّ﴾

”ولی (کی اجازت) کے بغیر نکاح نہیں ہوتا۔“ (۱)

(2) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿أَيُّمَا امْرَأَةٍ نَكَحَتْ بِغَيْرِ إِذْنِ مَوَالِيهَا فَنِكَاحُهَا بَاطِلٌ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ فَإِنْ دَخَلَ بِهَا فَالْمَهْرُ لَهَا بِمَا أَصَابَ مِنْهَا فَإِنْ تَشَاجَرُوا فَالسُّلْطَانُ وَلِيُّ مَنْ لَا وَلِيَّ لَهُ﴾

”جس عورت نے اپنے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کیا' اس کا نکاح باطل ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کلمات تین مرتبہ دہرائے۔ (پھر اس ممنوع نکاح کے بعد) اگر مرد اس عورت کے ساتھ ہم بستری کر لے تو اس پر مہر کی ادائیگی واجب ہے کہ جس کے بدلے اس نے عورت کی شرمگاہ کو چھوا۔ اگر اولیاء کا آپس میں اختلاف ہو جائے تو جس کا کوئی ولی نہ ہو اس کا ولی حکمران ہے۔“ (۲)

لیکن اس کا مطلب یہ بھی نہیں کہ شادی میں لڑکی کا کوئی اختیار ہی نہیں اور والدین جہاں چاہیں زبردستی لڑکی کا نکاح کر سکتے ہیں۔ بلکہ اسلام نے جہاں لڑکی کے نکاح کے لیے ولی کی اجازت ورضامندی کو شرط قرار دیا ہے وہاں لڑکی کے اولیاء ووالدین کو بھی اس بات کا پابند ٹھہرایا ہے کہ وہ شادی سے پہلے اس کی

---

(۱) [صحیح : صحیح ابو داود (۱۸۳۶) کتاب النکاح : باب فی الولی ' ابو داود (۲۰۸۵) ترمذی (۱۱۰۱) کتاب النکاح : باب ما جاء لا نکاح الا بولی ' دارمی (۱۳۷/۲) أحمد (۳۹٤/٤) ابن ماجة (۱۸۸۱) کتاب النکاح : باب لا نکاح الا بولی ' ابن الجارود (۷۰۱) أبو یعلی (۱۹۵/۱۳) ابن حبان (۱۲٤۳ ۔ الموارد) دارقطنی (۲۱۸/۳) حاکم (۱۷۰/۲) بیهقی (۱۰۷/۷)]

(۲) [صحیح : صحیح ابو داود (۱۸۳۵) کتاب النکاح : باب فی الولی ' ابو داود (۲۰۸۳) أحمد (٤۷/٦) ترمذی (۱۱۰۲) کتاب النکاح : باب ما جاء لا نکاح الا بولی ' ابن ماجة (۱۸۷۹) کتاب النکاح : باب لا نکاح الا بولی ' ابن الجارود (۷۰۰) دارمی (۷/۳) دارقطنی (۲۲۱/۳) حاکم (۱٦۸/۲) بیهقی (۱۰۵/۷) أبو یعلی (۱٤۷/۸)]

رضامندی حاصل کریں اور اگر بالغ و عاقل لڑکی شادی سے انکار کر دے تو پھر والدین کے لیے ہرگز جائز نہیں کہ جبراً اس کی مرضی کے خلاف اس کا نکاح کریں۔ ارشاد نبوی ہے کہ

﴿لَا تُنْكَحُ الْأَيِّمُ حَتَّى تُسْتَأْمَرَ وَلَا تُنْكَحُ الْبِكْرُ حَتَّى تُسْتَأْذَنَ قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ وَكَيْفَ إِذْنُهَا قَالَ أَنْ تَسْكُتَ﴾

"شوہر دیدہ کا نکاح اس سے امر طلب کرنے سے پہلے نہ کیا جائے اور کنواری کا نکاح اس سے اجازت لیے بغیر نہ کیا جائے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا' اے اللہ کے رسول! کنواری عورت اجازت کیسے دے گی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' اس طرح کہ وہ خاموش رہے۔" (۱)

اسی طرح ایک دوسری حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿وَالْبِكْرُ تُسْتَأْذَنُ فِي نَفْسِهَا وَإِذْنُهَا صُمَاتُهَا﴾

"کنواری سے اجازت لی جائے گی اور اس کی اجازت اس کی خاموشی ہی ہے۔" (۲)

ان صریح احکامات کے باوجود اگر ولی اپنی جوان لڑکی کا نکاح کہیں زبردستی کر دیتا ہے تو شریعت کی رو سے اس لڑکی کو وہ نکاح منسوخ کرانے کا حق حاصل ہے۔

(1) حضرت خنساء بنت خذام انصاریہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ

﴿أَنَّ أَبَاهَا زَوَّجَهَا وَهِيَ ثَيِّبٌ فَكَرِهَتْ ذَلِكَ فَأَتَتْ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَرَدَّ نِكَاحَهُ﴾

"وہ بیوہ تھیں اور ان کے والد نے ان کا نکاح کر دیا جبکہ وہ اسے ناپسند کرتی تھیں۔ چنانچہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں (اور اس بات کا ذکر کیا)۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس (کے والد کا کیا ہوا)

---

(۱) [بخاری (٥١٣٦) کتاب النکاح : باب لا ینکح الأب وغیره البکر والثیب إلا برضاها ' مسلم (١٤١٩) کتاب النکاح : باب استئذان الثیب فی النکاح بالنطق والبکر بالسکوت ' ابو داود (٢٠٩٤) کتاب النکاح : باب فی الاستئمار ' ترمذی (١١٠٩) کتاب النکاح : باب ما جاء فی اکراه الیتیمة علی التزویج ' نسائی (٨٧/٦) ابن ماجة (١٨٧١) کتاب النکاح : باب استئمار البکر والثیب ' بیهقی (١٢٠/٧)]

(۲) [مسلم (١٤٢١) کتاب النکاح : باب استئذان الثیب فی النکاح ' مؤطا (٥٢٤/٢) أحمد (٢٤١/١) دارمی (١٣٨/٢) ابو داود (٢٠٩٨) کتاب النکاح : باب فی الثیب ' ترمذی (١١٠٨) کتاب النکاح : باب ما جاء فی استئمار البکر والثیب ' نسائی (٨٤/٦) ابن ماجة (١٨٧٠) کتاب النکاح : باب استئمار البکر والثیب ' شرح السنة (٢٥/٥) عبدالرزاق (١٢٤/٦)]

نکاح رد کر دیا۔" (۱)

(2) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿أَنَّ جَارِيَةً بِكْرًا أَتَتِ النَّبِيَّ ﷺ فَذَكَرَتْ أَنَّ أَبَاهَا زَوَّجَهَا وَهِيَ كَارِهَةٌ فَخَيَّرَهَا النَّبِيُّ﴾

"ایک کنواری لڑکی نبی کریم ﷺ کے پاس آئی اور ذکر کیا کہ اس کے والد نے اس کا نکاح کر دیا ہے حالانکہ وہ (اس شخص کو) ناپسند کرتی ہے' تو آپ ﷺ نے اسے اختیار دے دیا (کہ وہ نکاح ختم کرنا چاہے تو کر سکتی ہے)۔" (۲)

واضح رہے کہ یہ احادیث اس وقت کے متعلق ہیں کہ جب نکاح کے بعد ابھی رخصتی نہ ہوئی ہو۔ ورنہ نکاح کے بعد علیحدگی صرف خلع یا طلاق کے ذریعے ہی ہو سکتی ہے۔

نیز یہ بھی یاد رہے کہ اگر لڑکی اپنے والدین کے سامنے کسی لڑکے سے شادی کرنے کی خواہش کا اظہار کرتی ہے اور وہ لڑکا دین واخلاق کے اعتبار سے بھی کامل ہے اور اس سے شادی کا خواہشمند بھی ہے اور پھر شرعی طریقے کے مطابق لڑکی کے اولیاء سے رشتہ مانگتا ہے تو لڑکی کے والدین کو بھی چاہیے کہ اس کے ساتھ اپنی لڑکی کا رشتہ کر دیں' اسی میں خیر و بھلائی ہے۔ ارشاد نبوی ہے کہ

﴿إِذَا خَطَبَ إِلَيْكُمْ مَنْ تَرْضَوْنَ دِينَهُ وَخُلُقَهُ فَزَوِّجُوهُ إِلَّا تَفْعَلُوا تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الْأَرْضِ وَفَسَادٌ عَرِيضٌ﴾

"جب تمہارے پاس کوئی ایسا شخص نکاح کا پیغام بھیجے جس کا دین اور اخلاق تم پسند کرتے ہو تو اس سے (اپنی لڑکی کا) نکاح کر دو۔ اگر تم ایسا نہ کرو گے تو زمین میں فتنہ اور بہت بڑا فساد ہو گا۔" (۳)

❑ شادی بیاہ سے متعلقہ تفصیلی مسائل واحکام جاننے کے لیے راقم الحروف کی دیگر مرتب کردہ تین کتب

---

(۱) [بخاری (۵۱۳۸) کتاب النکاح : باب اذا زوج ابنته وھی کارھة فنکاحه مردود ' ابو داود (۲۱۰۱) کتاب النکاح : باب فی الثیب ' ابن ماجه (۱۸۷۳) کتاب النکاح : باب من زوج ابنته وھی کارھة ' نسائی (۸۶/۶) احمد (۳۲۸/۶)]

(۲) [صحیح : صحیح ابو داود (۱۸۴۵) کتاب النکاح : باب فی البکر یزوجھا أبوھا ولا یستامرھا ' ابو داود (۲۰۹۶) ابن ماجة (۱۸۷۵) کتاب النکاح : باب من زوج ابنته وھی کارھة ' نسائی فی السنن الکبری (۲۸۴/۳) أحمد (۲۷۳/۱) دارقطنی (۲۳۴/۳)]

(۳) [حسن : إرواء الغلل (۱۸۶۸) ترمذی (۱۰۸۴) کتاب النکاح : باب ما جاء اذا جاء کم من ترضون دینه فزوجوہ ' ابن ماجه (۱۹۶۷) کتاب النکاح : باب الأکفاء]

① ”نکاح کی کتاب“ ② ” طلاق کی کتاب“ ③ ” فتاویٰ نکاح و طلاق“ ملاحظہ فرمائیے۔

کیا والدین کے حکم پر بیوی کو طلاق دے دینی چاہیے؟

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ

﴿كَانَتْ تَحْتِي امْرَأَةٌ أُحِبُّهَا وَكَانَ أَبِي يَكْرَهُهَا فَأَمَرَنِي أَبِي أَنْ أُطَلِّقَهَا فَأَبَيْتُ فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ طَلِّقْ امْرَأَتَكَ﴾

”میری ایک بیوی تھی‘ میں اس سے (بے حد) محبت کرتا تھا (لیکن) میرے والد اسے ناپسند کرتے تھے لہٰذا میرے والد نے مجھے حکم دیا کہ میں اسے طلاق دے دوں۔ میں نے انکار کر دیا۔ پھر میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ ذکر کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا‘ اے عبداللہ بن عمر! اپنی عورت کو طلاق دے دو۔“ (۱)

(عبدالرحمٰن مبارکپوریؒ) اس حدیث میں واضح دلیل موجود ہے کہ اگر والد حکم دے تو آدمی پر اپنی بیوی کو طلاق دینا واجب ہے خواہ وہ اس سے (کتنی ہی) محبت کرتا ہو...... ماں کا بھی یہی حکم ہے کیونکہ اس کا درجہ والد سے بھی زیادہ ہے۔ (۲)

(شوکانیؒ) اسی کے قائل ہیں۔ (۳)

(راجح) والدین دو صورتوں میں ہی طلاق کا حکم دیں گے۔

① یا تو والد کوئی شرعی سبب بیان کرے گا کہ تمہاری بیوی اخلاقی حوالے سے درست نہیں‘ غیر مردوں سے میل جول رکھتی ہے یا غلط قسم کی سوسائٹی میں اٹھتی بیٹھتی ہے وغیرہ وغیرہ۔ تو ایسی صورت میں بیٹے پر لازم ہے کہ وہ اپنی بیوی کو طلاق دے دے۔

② یا بغیر کسی شرعی سبب کے محض بیٹے کی اپنی بیوی سے بے پناہ محبت دیکھ کر طلاق کا حکم دے گا کہ یہ بیوی سے اتنی محبت کیوں کرتا ہے ہم سے اتنی محبت کیوں نہیں کرتا وغیرہ وغیرہ۔ تو ایسی صورت میں طلاق دینا ضروری نہیں۔ بالخصوص جب اس کی بیوی دینی و اخلاقی اعتبار سے بھی درست ہو۔

---

(۱) [حسن : صحیح ترمذی (۹۵۰) کتاب الطلاق واللعان : باب ما جاء فی الرجل یسئاله أبوه أن یطلق زوجته ‘ ترمذی (۱۱۸۹) ابن ماجة (۲۰۸۸) ابو داود (۵۱۳۸) أحمد (۲۰/۲) ابن حبان (۴۲۶) امام حاکمؒ اور امام ذہبیؒ نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔]

(۲) [تحفة الأحوذی (۴۱۲/۴)]

(۳) [نیل الأوطار (۳۱۳/۴)]

(شیخ ابن عثیمینؒ) انہوں نے اسی کے مطابق فتوی دیا ہے۔(۱)

(احمدؒ) ایک آدمی نے ان سے آکر کہا کہ میرے والد نے مجھے اپنی بیوی کو طلاق دینے کا حکم دیا ہے۔ امام احمدؒ نے کہا کہ تم اسے طلاق مت دو۔ اس آدمی نے کہا کیا نبی کریم ﷺ نے ابن عمر رضی اللہ عنہما کو حکم نہیں دیا تھا کہ وہ اپنی بیوی کو طلاق دے جب عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں اس کا حکم دیا تھا؟ تو امام احمدؒ نے کہا: ((هَلْ أَبُوكَ مِثْلُ عُمَرَ؟)) ''کیا تمہارا باپ عمر رضی اللہ عنہ کی طرح ہے؟''(۲)

لہٰذا اس حدیث کے متعلق یہی کہنا مناسب ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کسی خاص مصلحت وحکمت کے تحت اپنے بیٹے کو طلاق کا حکم دیا ہوگا۔ علاوہ ازیں مسند احمد کی ایک روایت سے بھی یہ اشارہ ملتا ہے جیسا کہ اس میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا ''عبد اللہ نے ایسی عورت سے نکاح کر رکھا ہے ﴿ قَدْ كَرِهْتُهَا لَهُ ﴾ ''جسے میں اس کے لیے ناپسند کرتا ہوں۔''(۳)

اس حدیث کی وضاحت کرتے ہوئے احمد عبد الرحمٰن البناءؒ فرماتے ہیں کہ 'ظاہر ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس عورت کو اس لیے ناپسند کیا کیونکہ ان کے خیال میں وہ ان کے بیٹے کے لیے موزوں نہیں تھی اور اس معاملے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ضرور کسی مصلحت کو ملحوظ رکھا ہوگا بالخصوص اس لیے کہ آپ الہامِ الٰہی کے بھی حامل تھے۔(۴)

نیز ابراہیم علیہ السلام نے جو اسماعیل علیہ السلام کو اپنے دروازے کی چوکھٹ بدلنے (یعنی اپنی بیوی کو طلاق دینے) کا حکم دیا تھا اس کا بھی ایک خاص سبب تھا۔ وہ یہ کہ وہ عورت شکر گزار نہ تھی۔(۵)

(سعودی مجلس افتاء) اگر آپ کی بیوی کے احوال درست ہیں' آپ اس سے محبت کرتے ہیں' وہ آپ کی والدہ کی نافرمانی بھی نہیں کرتی' آپ کی والدہ محض ذاتی ناپسندیدگی کی بنا پر آپ کو اسے طلاق دینے پر مجبور کرتی ہے تو آپ پر اس معاملے میں اپنی والدہ کی اطاعت ضروری نہیں کیونکہ نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے کہ ''اطاعت صرف معروف میں ہے۔'' آپ پر لازم ہے کہ اپنی والدہ کے ساتھ حسن

---

(۱) [فتاوی المرأة المسلمة (۲/۷۵٦)]

(۲) [أیضا]

(۳) [أحمد (۲/٤۲)]

(٤) [الفتح الربانی (۱۷/٤)]

(۵) [بخاری (۳۳٦٤) کتاب أحادیث الأنبیا : باب]

سلوک سے پیش آئیں' اس کے ساتھ صلہ رحمی کریں اور حسب استطاعت اسے راضی کرنے کی کوشش کریں مگر اپنی بیوی کو طلاق نہ دیں۔(۱)

جہاد کے لیے والدین کی اجازت کا حکم

جہاد کے لیے والدین کی اجازت ضروری ہے' ہاں جب جہاد فرض عین ہو جائے تو پھر اجازت لینے کی کوئی ضرورت نہیں بلکہ اس صورت میں خود والدین پر بھی جہاد فرض ہے۔ جہاد تین صورتوں میں فرض عین ہوتا ہے:

1. جب حربی دشمن سے جنگ کے لیے انسان میدان میں اتر آئے۔
2. جب کفار ملک پر حملہ آور ہو جائیں۔
3. جب حاکم وقت سب کو جہاد کے لیے نکلنے کا حکم دے۔(۲)

جہاد کے لیے والدین کی اجازت کے ضروری ہونے سے متعلقہ دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ

''میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ کون سا عمل اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' وقت پر نماز ادا کرنا۔ عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا' پھر کونسا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا والدین کے ساتھ نیک سلوک کرنا۔ انہوں نے پھر دریافت کیا' پھر کونسا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' جہاد فی سبیل اللہ۔''(۳)

(شوکانیؒ) فرماتے ہیں کہ ثابت ہوا کہ والدین کے حقوق جہاد پر مقدم ہیں۔ لیکن یہ اس وقت ہے جب جہاد

---

(۱) [ملخصا ' فتاوی اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والافتاء (۳۰/۲۰)]

(۲) [اس پر تمام فقہاء کا اتفاق ہے۔ مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: المغنی لابن قدامة (۳٤٦/۸) بدائع الصنائع (ص/۹۸) تبيين الحقائق (۲٤۱/۳) فتح القدير (۲۷۸/٤) الدر المختار (۲۳۹/۳) آثار الحرب (ص/۸۷)]

(۳) [بخاری (۵۲۷) کتاب مواقيت الصلاة : باب فضل الصلاة لوقتها ' مسلم (۸۵) کتاب الايمان : باب بيان كون الايمان بالله تعالى أفضل الأعمال ' ترمذی (۱۷۳) کتاب الصلاة : باب ما جاء في الوقت الأول من الفضل ' نسائی (۶۰۹) دارمی (۱۲۲۵) أبو يعلى (۵۲۸۶) أبو عوانة (۶۳/۱) طبرانی کبیر (۹۸۰۶) دارقطنی (۲٤٦/۱) ابن حبان (۱٤۷٦)]

فرض عین نہ ہو۔(۱)

(2) حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

﴿جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَاسْتَأْذَنَهُ فِي الْجِهَادِ فَقَالَ أَحَيٌّ وَالِدَاكَ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَفِيهِمَا فَجَاهِدْ﴾

''ایک شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور وہ جہاد میں شرکت کی اجازت طلب کر رہا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کیا تیرے والدین زندہ ہیں؟ وہ بولا ہاں' آپ ﷺ نے فرمایا' تو تم ان دونوں (کی خدمت) میں جدو جہد کرو۔''(۲)

(3) ایک روایت میں ہے کہ اس شخص نے آکر کہا:

﴿يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي جِئْتُ أُرِيدُ الْجِهَادَ مَعَكَ أَبْتَغِي وَجْهَ اللَّهِ وَالدَّارَ الْآخِرَةَ وَلَقَدْ أَتَيْتُ وَإِنَّ وَالِدَيَّ لَيَبْكِيَانِ قَالَ فَارْجِعْ إِلَيْهِمَا فَأَضْحِكْهُمَا كَمَا أَبْكَيْتَهُمَا﴾

''اے اللہ کے رسول! میں آپ کے پاس اس لیے آیا ہوں تاکہ آپ کے ساتھ مل کر جہاد کروں اور اللہ کی خوشنودی اور آخرت کا گھر حاصل کر لوں' لیکن جب میں آیا تو میرے والدین رو رہے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا' تو ان کے پاس واپس جاؤ اور انہیں اسی طرح خوش کر جیسے تو نے انہیں رلایا ہے۔''(۳)

(4) حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

﴿أَنَّ رَجُلًا هَاجَرَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ مِنَ الْيَمَنِ فَقَالَ هَلْ لَكَ أَحَدٌ بِالْيَمَنِ قَالَ أَبَوَايَ قَالَ أَذِنَا لَكَ قَالَ لَا قَالَ ارْجِعْ إِلَيْهِمَا فَاسْتَأْذِنْهُمَا فَإِنْ أَذِنَا لَكَ فَجَاهِدْ وَإِلَّا فَبِرَّهُمَا﴾

''ایک آدمی یمن سے ہجرت کر کے رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کیا یمن میں تمہارا کوئی رشتہ دار ہے؟ اس نے کہا میرے والدین ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا' انہوں نے تمہیں اجازت دی

---

(۱) [نیل الأوطار (٦٨٦/٤)]

(۲) [بخاری (٣٠٠٤) کتاب الجهاد والسیر : باب الجهاد بإذن الأبوین ' مسلم (٢٥٤٩) ترمذی (١٦٧١) نسائی (١٠/٦) حمیدی (٩٨٥) ابن حبان (٣١٨'٣٢٠) بیهقی (٢٥/٩)]

(۳) [**صحیح** : صحیح ابن ماجة (٢٢٤٢) ابو داود (٢٥٢٨) کتاب الجهاد : باب فی الرجل یغز و وأبواه کارهان ' احمد (١٦٠/٢) نسائی (١٤٣/٧) ابن ماجة (٢٧٨٢) الأدب المفرد للبخاری (١٩) ابن حبان (٤١٩) حاکم (١٥٢/٤) عبدالرزاق (٩٢٨٥) حمیدی (٥٨٤) مسلم (٢٥٤٩) شرح السنة (٣٧٨/١٠)]

ہے؟اس نے کہا' نہیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا' ان کے پاس واپس جاؤ' ان سے اجازت مانگو' پھر اگر وہ دونوں تمہیں اجازت دے دیں تو جہاد کرو ورنہ ان کے ساتھ نیکی اور حسن سلوک کرو۔" (۱)

(5) حضرت معاویہ بن جاہمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

"بلاشبہ جاہمہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! میں نے جہاد میں جانے کا ارادہ کیا ہے اور میں آپ سے مشورہ لینے آیا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا' کیا تیری ماں موجود ہے۔ اس نے عرض کیا' ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا' اس کی خدمت کو لازم پکڑ کیونکہ اس کے قدموں کے نیچے جنت ہے۔" (۲)

(جمہور) جہاد کے لیے والدین کی اجازت لینا واجب ہے اور ان دونوں یا ان میں سے ایک کی اجازت کے بغیر حرام ہے کیونکہ ان کے ساتھ حسن سلوک کرنا فرض عین ہے اور جہاد فرض کفایہ لیکن جب جہاد فرض عین ہو جائے پھر کسی اجازت کی ضرورت نہیں۔(۳)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، امام مالکؒ، امام اوزاعیؒ اور امام شافعیؒ کا یہی مؤقف ہے۔(٤)

(اوزاعیؒ) فرائض چھوڑنے میں والدین کی اطاعت نہیں کی جائے گی کیونکہ جب عبادت متعین (فرض عین) ہو جائے تو والدین کی اجازت کا کوئی اعتبار نہیں ہو گا جیسا کہ نماز (کی ادائیگی میں والدین سے اجازت نہیں مانگی جائے گی)۔(٥)

(بغویؒ) جب جہاد فرض عین نہ ہو اور والدین مسلمان ہوں تو ان کی اجازت کے بغیر نہ نکلے لیکن جب جہاد فرض عین ہو جائے تو پھر کسی اجازت کی ضرورت نہیں اور جب والدین کافر ہوں تو فرض عین یا فرض کفایہ دونوں صورتوں میں جہاد کے لیے بغیر اجازت جانا درست ہے۔(٦)

---

(۱) [صحيح : صحيح ابو داود (۲۲۰۷) احمد (۷٥/۳) ابو داود (۲٥۳۰) كتاب الجهاد : باب في الرجل يغزو وأبواه كارهان ' حاكم (۱۰۳/۲) ابن حبان (٤۲۲) بيهقي (۲٦/۹)]

(۲) [حسن صحيح : صحيح نسائي ' نسائي (۳۱۰٤) كتاب الجهاد : باب الرخصة في التخلف لمن له والدة ' حقوق النساء في الاسلام (ص / ۱۹٥)]

(۳) [نيل الأوطار (٦۸۷/٤) المغني (۲٦/۱۳)]

(٤) [أيضا]

(٥) [المغني (۲۷/۱۳)]

(٦) [شرح السنة (٥۲٥/٥)]

(ابن رشدؒ) عام فقہاء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جہاد کے لیے والدین کی اجازت شرط ہے' ہاں اگر جہاد فرض عین ہو جائے (تو پھر اجازت ضروری نہیں)۔(۱)

(شیخ ابو بکر جابر الجزائری) ماں باپ یا ان میں سے کوئی ایک زندہ ہے تو (جہاد کے لیے) ان کی رضا حاصل کرنی چاہیے۔(۲)

❑ بعض علماء کا یہ مؤقف ہے کہ والدین سے اجازت لینا یا نہ لینا مسلمانوں کے امیر پر منحصر ہے اگر وہ کہے تو اجازت لی جائے جیسا کہ احادیث میں موجود ہے اور اگر وہ نہ کہے تو اجازت نہ لی جائے جیسا کہ اکثر و بیشتر صحابہ کرام کے متعلق غزوات میں شرکت منقول ہے مثلاً غزوہ بدر' احد' احزاب وغیرہ لیکن کسی کو آپ ﷺ نے یہ نہیں کہا کہ واپس جاؤ اور اجازت لے کر آؤ۔ (واللہ اعلم)

والدین کی اجازت کے بغیر حج کا حکم

(نوویؒ) والدین کو حق حاصل ہے کہ وہ اپنی اولاد کو نفلی حج سے روکیں اور ایسا کرنے سے وہ گناہگار نہیں ہوں گے' لیکن والدین کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ اولاد کو فرضی حج سے منع کریں اور اگر وہ فرضی حج سے منع کریں گے تو گناہگار ہوں گے۔ اس لیے جب بیٹا والدین کی اجازت کے بغیر حج ادا کرے تو اس کا یہ حج مطلقاً صحیح ہو گا (اگرچہ وہ نفلی حج میں گناہگار ہو گا)۔(۳)

پہلے ماں کی طرف سے حج کیا جائے یا باپ کی طرف سے؟

(شیخ ابن عثیمینؒ) پہلے اپنی والدہ کی جانب سے حج کرو کیونکہ ماں نیکی و حسن سلوک کی باپ سے زیادہ حق دار ہے' یہ تو فرضی حج میں ہے' لیکن اگر ماں کی طرف سے نفلی حج ہو اور باپ کا فرضی تو پھر والد کا حج پہلے کیا جائے گا کیونکہ یہ فرضی ہے (اور فرض کو نفل پر ترجیح حاصل ہے)۔(٤)

اگر والد اپنی بیٹی کو مخلوط جگہ میں کام کرنے پر مجبور کرے؟

(سعودی مجلس افتاء) سکولوں وغیرہ میں مرد اور عورتوں کے مابین اختلاط عظیم قسم کی برائیوں اور دین و دنیا

---

(۱) [بدایة المجتهد (۱/۷۵۸)]

(۲) [منهاج المسلم' مترجم (ص / ۵۰۸)]

(۳) [فتاوى الامام النووى (ص / ۹٤)]

(٤) [مجموع الفتاوى ابن عثيمين (۲۱/۱۳٤)]

کی بڑی خرابیوں میں شامل ہوتا ہے' لٰہذا عورت کے لیے مردوزن میں اختلاط والی جگہ میں پڑھنا' یا کام کرنا جائز نہیں اور نہ ہی اس کے ولی اور ذمہ دار کے لیے اسے اس کی اجازت دینا (یا اس پر مجبور کرنا) جائز ہے۔(۱)

اور اگر عورت کو اس کا شوہر یا باپ ایسی جگہ پر ملازمت کرنے پر مجبور کرتا ہے تو وہ اس کی اطاعت نہ کرنے پر گناہگار نہیں ہوگی کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ "خالق کی نافرمانی والے کام میں مخلوق کی اطاعت جائز نہیں۔"

والدین کمانے کے قابل نہ ہوں تو ان کے اخراجات کا بندوبست اولاد کے ذمہ ہے

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ﴾ [الإسراء : ۲۳]

"تیرے رب نے فیصلہ کیا ہے کہ خاص اسی کی عبادت کرو اور والدین کے ساتھ احسان کرو۔" یقیناً بوقتِ ضرورت انہیں خرچہ مہیا کرنا بھی احسان میں سے ہی ہے۔

(2) ایک اور آیت میں ہے کہ

﴿ وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوْفًا ﴾ [لقمان : ۱۰]

"دنیا میں معروف طریقے سے ان کا ساتھ دو۔"

بلا شبہ دنیاوی ضروریات خرچے کے بغیر پوری ہو ہی نہیں سکتیں۔

(3) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ إِنَّ أَطْيَبَ مَا أَكَلَ الرَّجُلُ مِنْ كَسْبِهِ وَوَلَدُهُ مِنْ كَسْبِهِ فَكُلُوا مِنْ أَمْوَالِهِمْ ﴾

"بلا شبہ سب سے پاکیزہ چیز وہ ہے جو انسان اپنی کمائی سے کھائے اور اس کی اولاد اس کی کمائی سے ہی ہے لٰہذا تم ان کے اموال کھاؤ۔"(۲)

(4) عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

---

(۱) [فتاوی اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والافتاء (۱۲/۱۵٦)]

(۲) [صحيح : إرواء الغليل (۱٦۲٦) صحيح ابو داود (۳۰۱۳ ' ۳۰۱٤) كتاب البيوع : باب الرجل يا كل من مال ولده ' ابو داود (۳۵۲۸ ' ۳۵۲۹) ' نسائی (٤٤٤۹) كتاب البيوع : باب الحث على الكسب ' ابن ماجة (۲۲۹۰) كتاب التجارات : باب ما للرجل من مال ولده ' ترمذی (۱۳۵۸) كتاب الأحكام : باب ما جاء أن الوالد يأخذ من مال ولده]

﴿ أَنتَ وَمَالُكَ لِأَبِيكَ ﴾ ”تم اور تمہارا مال (دونوں) تمہارے والد کے لیے ہے۔“ (۱)

اہل علم کا کہنا ہے کہ اس حدیث کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ والد اپنی اولاد کے مال سے جب چاہے اور جو چاہے لے سکتا ہے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب والد کو کسی چیز کی ضرورت ہو اور وہ چیز بچے کے پاس زائد ہو یا اس کا اس کے بغیر گزارہ ہو سکتا ہو تو والد اس سے وہ چیز لے کر اپنی ضرورت پوری کر سکتا ہے۔ اس کی تائید اس روایت سے بھی ہوتی ہے جس میں مذکور ہے کہ

﴿ إِنَّ أَوْلَادَكُمْ هِبَةُ اللَّهِ لَكُمْ ...... فَهُمْ وَ أَمْوَالُكُمْ لَكُمْ إِذَا احْتَجْتُمْ إِلَيْهِ ﴾

”بلا شبہ تمہاری اولاد تمہارے لیے اللہ تعالیٰ کا عطیہ ہے ...... پس وہ اور ان کے اموال تمہارے لیے ہیں جبکہ تم اس کے محتاج ہو۔“ (۲)

(البانیؒ) اس حدیث سے وضاحت ہوتی ہے کہ والد اپنے بیٹے کے مال سے جو کچھ بھی چاہے نہیں لے سکتا' بلکہ وہ صرف وہی چیز لے سکتا ہے جس کا (فی الحقیقت) محتاج ہو۔ (۳)

(ابن منذرؒ) اہل علم نے اجماع کیا ہے کہ ایسے تنگ دست والدین جن کا نہ تو کوئی ذریعہ معاش ہو اور نہ ہی کوئی مال ہو تو ان کا خرچہ اولاد کے مال میں سے واجب ہے اور اسی طرح ...... انسان پر اپنے ان (چھوٹے) بچوں کا خرچہ بھی واجب ہے جن کے پاس ابھی کوئی مال نہیں۔ (٤)

(ابن قدامہؒ) اسی کے قائل ہیں۔ (٥)

وجوبِ نفقہ کی شرائط:

واضح رہے کہ نفقہ کے وجوب کے لیے مندرجہ ذیل شرائط کا موجود ہونا ضروری ہے:

① اولاد یا والدین فقراء و تنگ دست ہوں' ان کے پاس کوئی مال نہ ہو اور نہ ہی کوئی ایسا ذریعہ معاش ہو جس کے ذریعے وہ دوسروں کے (اپنے اوپر) خرچہ کرنے سے مستغنی ہو سکتے ہوں۔

---

(۱) [صحیح : إرواء الغلیل (۸۳۸) صحیح ابو داود (۳۰۱۵) کتاب البیوع : باب فی الرجل یأکل من مال ولده ' أحمد (۲۱٤/۲) ابو داود (۳۵۳۰)]

(۲) [صحیح : السلسلة الصحیحة (۲۵٦٤)]

(۳) [نظم الفرائد (۳۱/۲)]

(٤) [المغنی لابن قدامة (۳۷۳/۱۱)]

(٥) [أیضا]

② جس پر خرچہ واجب ہو رہا ہے اس کے پاس اپنے نفس کے خرچہ سے زائد مال موجود ہو۔(۱)
جیسا کہ مندرجہ ذیل دلائل سے ثابت ہوتا ہے:

(1) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿إِذَا كَانَ أَحَدُكُمْ فَقِيرًا فَلْيَبْدَأْ بِنَفْسِهِ فَإِنْ كَانَ فَضْلًا فَعَلَى عِيَالِهِ فَإِنْ كَانَ فَضْلًا فَعَلَى قَرَابَتِهِ﴾

"تم میں سے جب کوئی فقیر ہو تو (خرچ میں) اپنے نفس سے ابتدا کرے' اگر زائد مال موجود ہو تو اپنے اہل و عیال پر (خرچ کرے) اور اگر اور بھی زائد مال ہو تو اپنے اقرباء پر (خرچ کرے)۔"(۲)

(2) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿أَمَرَ النَّبِيُّ ﷺ بِالصَّدَقَةِ فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللَّهِ عِنْدِي دِينَارٌ فَقَالَ تَصَدَّقْ بِهِ عَلَى نَفْسِكَ قَالَ عِنْدِي آخَرُ قَالَ تَصَدَّقْ بِهِ عَلَى وَلَدِكَ﴾

"نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں صدقہ کرنے کا حکم دیا تو ایک آدمی نے عرض کیا' اے اللہ کے رسول! میرے پاس ایک دینار ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' اسے اپنے آپ پر خرچ کر۔ اس نے عرض کیا' میرے پاس ایک اور ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے اپنی اولاد پر خرچ کر۔"(۳)

والدین کی نافرمانی کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿إِنَّ اللَّهَ حَرَّمَ عَلَيْكُمْ عُقُوقَ الْأُمَّهَاتِ وَمَنْعًا وَهَاتِ وَوَأْدَ الْبَنَاتِ وَكَرِهَ لَكُمْ قِيلَ وَقَالَ وَكَثْرَةَ السُّؤَالِ وَإِضَاعَةَ الْمَالِ﴾

"بے شک اللہ تعالیٰ نے تم پر ماؤں کی نافرمانی' (چیز ہوتے ہوئے بھی) نہ دینا اور (حق نہ رکھتے ہوئے بھی) مانگنا اور بیٹیوں کو زندہ درگور کرنا حرام کیا ہے اور تمہارے لیے فضول بولنا' بہت زیادہ سوال کرنا اور مال

---

(۱) [المغنی لابن قدامة (۳۷۴/۱۱)]

(۲) [صحيح : صحیح ابو داود ' ابو داود (۳۹۵۷) کتاب العتق : باب فی بیع المدبر ' ارواء الغليل (۲۱٦٥) صحیح الجامع الصغیر (۷٤۷) صحیح ابن خزيمة (۲٤٤٥)]

(۳) [حسن : صحیح ابو داود (۱٤۸۳) کتاب الزكاة : باب فی صلة الرحم ' ابو داود (۱٦۹۱)]

کو ضائع کرنا ناپسند کیا ہے۔" (۱)

والدین کی نافرمانی کبیرہ گناہ ہے

(1) حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ أَلَا أُنَبِّئُكُمْ بِأَكْبَرِ الْكَبَائِرِ قُلْنَا بَلَى يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ الْإِشْرَاكُ بِاللّٰهِ وَعُقُوقُ الْوَالِدَيْنِ ﴾

"کیا میں تمہیں سب سے بڑے کبیرہ گناہ کے متعلق نہ بتاؤں۔ (ابو بکرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ) ہم نے کہا ضرور اے اللہ کے رسول! تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' اللہ کے ساتھ شرک کرنا اور والدین کی نافرمانی کرنا۔" (۲)

(2) ایک دوسری روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ الْكَبَائِرُ الْإِشْرَاكُ بِاللّٰهِ وَعُقُوقُ الْوَالِدَيْنِ وَقَتْلُ النَّفْسِ وَالْيَمِينُ الْغَمُوسُ ﴾

"کبیرہ گناہ یہ ہیں: اللہ کے ساتھ شرک کرنا' والدین کی نافرمانی کرنا' ناحق کسی جان کو قتل کرنا اور جھوٹی قسم کھانا۔" (۳)

والدین کا نافرمان جنت میں داخل نہیں ہو گا

(1) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ ثَلَاثَةٌ لَا يَنْظُرُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ إِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ الْعَاقُّ لِوَالِدَيْهِ وَالْمَرْأَةُ الْمُتَرَجِّلَةُ وَالدَّيُّوثُ وَثَلَاثَةٌ لَا يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ الْعَاقُّ لِوَالِدَيْهِ وَالْمُدْمِنُ عَلَى الْخَمْرِ وَالْمَنَّانُ بِمَا أَعْطَى ﴾

"تین آدمیوں کی طرف روزِ قیامت اللہ تعالیٰ نظر رحمت نہیں فرمائیں گے: ① والدین کا نافرمان ② مردوں کی مشابہت کرنے والی عورت ③ اور دیوث (جو اپنے گھر میں بے حیائی کو برقرار رکھے)۔ اور تین آدمی جنت میں داخل نہیں ہوں گے: ① والدین کا نافرمان ② ہمیشہ شراب نوشی کرنے والا

---

(۱) [بخاری (۵۹۷۵) کتاب الأدب : باب عقوق الوالدین من الکبائر ' مسلم (۵۹۳) کتاب الأقضیة : باب النهي عن کثرة المسائل من غیر حاجة ' الأدب المفرد للبخاری (٤٦٠) دارمی (۲۷۵۱) طبرانی کبیر (۸۹۷/۲۰) شرح السنة للبغوی (۳٤۲٦) مسند احمد (۱۸۱۷۱)]

(۲) [بخاری (۵۹۷٦) کتاب الأدب : باب عقوق الوالدین من الکبائر ' مسلم (۸۷) کتاب الایمان : باب بیان الکبائر وأکبرها]

(۳) [بخاری (٦٦۷۵) کتاب الأیمان والنذور : باب الیمین الغموس]

③ اور کچھ دے کر احسان جتلانے والا۔‘‘(۱)

(2) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ ثَلَاثَةٌ قَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمُ الْجَنَّةَ مُدْمِنُ الْخَمْرِ وَالْعَاقُّ وَالدَّيُّوثُ الَّذِي يُقِرُّ فِي أَهْلِهِ الْخَبَثَ ﴾

’’تین آدمیوں پر اللہ تعالیٰ نے جنت حرام کر دی ہے: ① ہمیشہ شراب نوشی کرنے والا ② والدین کا نافرمان ③ اور دیوث ‘جو اپنے اہل و عیال میں خباثت (یعنی بے حیائی و فحاشی) کو برقرار رکھتا ہے۔‘‘(۲)

(3) ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا‘ میرے پاس جبرئیل علیہ السلام آئے اور انہوں نے کہا:

﴿ مَنْ أَدْرَكَ أَبَوَيْهِ أَوْ أَحَدَهُمَا فَلَمْ يَبَرَّهُمَا فَدَخَلَ النَّارَ فَأَبْعَدَهُ اللّٰهُ ‘ قُلْ آمِيْنَ ‘ فَقُلْتُ آمِيْنَ ﴾

’’جس نے اپنے والدین دونوں یا ان میں سے ایک کو پایا مگر ان کے ساتھ نیک سلوک نہ کیا وہ دوزخ میں داخل ہوا اور اللہ تعالیٰ اسے (اپنی رحمت سے) دور کر دے ‘آپ آمین کہیے۔ تو میں نے آمین کہہ دیا۔‘‘(۳)

والدین کے نافرمان کی نہ نفلی عبادت قبول ہوتی ہے اور نہ فرضی

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ ثَلَاثَةٌ لَا يَقْبَلُ اللّٰهُ مِنْهُمْ صَرْفًا وَلَا عَدْلًا : عَاقٌّ وَ مَنَّانٌ وَمُكَذِّبٌ بِالْقَدَرِ ﴾

’’تین آدمی ایسے ہیں جن کی اللہ تعالیٰ نہ تو نفلی عبادت قبول فرماتے ہیں اور نہ ہی فرضی: ① والدین کا نافرمان ② احسان جتلانے والا ③ اور تقدیر کو جھٹلانے والا۔‘‘(٤)

---

(۱) [حسن صحیح : صحیح نسائی ‘ نسائی (۲٥٦۲) کتاب الزکاة : باب المنان بما أعطی ‘ صحیح الجامع الصغیر (۳۰۷۱) صحیح الترغیب (۲۰۷۰) کتاب البر والصلة : باب الترهیب من عقوق الوالدین ‘ السلسلة الصحیحة (٦۷٤) غایة المرام (۲۷۸)]

(۲) [حسن لغیرہ : صحیح الترغیب (۲٥۱۲) کتاب البر والصلة : باب الترهیب من عقوق الوالدین ‘ مسند احمد (٦۹/۲) نسائی (۸۰/٥) بزار فی کشف الأستار (۱۸۷٥) مستدرك حاکم (۷۲/۱) امام حاکم ؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔]

(۳) [حسن صحیح : صحیح الترغیب (۲٤۹۲) کتاب البر والصلة : باب الترغیب فی بر الوالدین وصلتهما ‘ صحیح ابن حبان (۲۳۷۸)]

(٤) [حسن : صحیح الترغیب (۲٥۱۳) کتاب البر والصلة : باب الترهیب من عقوق الوالدین ‘ ابن أبی عاصم فی کتاب السنة (۳۲۳)]

والدین کو لعنت ملامت کرنے والا خود لعنتی ہے

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ وَلَعَنَ اللّٰهُ مَنْ لَعَنَ وَالِدَيْهِ ﴾

"اللہ اس پر لعنت کرے جس نے اپنے والدین پر لعنت کی۔"(۱)

والدین کا نافرمان ذلیل ورسوا ہوگا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ رَغِمَ أَنْفُهُ ثُمَّ رَغِمَ أَنْفُهُ ثُمَّ رَغِمَ أَنْفُهُ قِيلَ مَنْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ مَنْ أَدْرَكَ وَالِدَيْهِ عِنْدَ الْكِبَرِ أَحَدَهُمَا أَوْ كِلَيْهِمَا ثُمَّ لَمْ يَدْخُلِ الْجَنَّةَ ﴾

"خاک آلود ہو اس کی ناک' پھر خاک آلود ہو اس کی ناک' پھر خاک آلود ہو اس کی ناک۔ کہا گیا کہ اے اللہ کے رسول! کس کی ناک؟ فرمایا' جو اپنے ماں باپ دونوں کو یا ان میں سے ایک کو بوڑھا پائے' پھر (ان کی خدمت کر کے) جنت میں داخل نہ ہو۔"(۲)

غیر مسلم والدین سے بھی حسن سلوک سے پیش آنا چاہیے

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما بیان کرتی ہیں کہ

﴿ قَدِمَتْ عَلَيَّ أُمِّي وَ هِيَ مُشْرِكَةٌ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ ' فَاسْتَفْتَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قُلْتُ : إِنَّ أُمِّي قَدِمَتْ وَ هِيَ رَاغِبَةٌ ' أَفَأَصِلُ أُمِّي ؟ قَالَ : نَعَمْ ' صِلِي أُمَّكِ ﴾

"عہدِ رسالت میں میری والدہ (قتیلہ بنت عبد العزیٰ) جو مشرکہ تھیں' میرے ہاں آئیں۔ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا' میری والدہ آئی ہیں اور وہ میرے ساتھ ملاقات کی بہت خواہش مند ہیں' تو کیا میں اپنی والدہ کے ساتھ صلہ رحمی کر سکتی ہوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں' اپنی والدہ کے ساتھ صلہ رحمی کر۔"(۳)

---

(۱) [مسلم (۱۹۷۸) کتاب الأضاحی : باب تحریم الذبح لغیر اللہ تعالی ولعن فاعله ' صحیح الجامع الصغیر (۵۱۱۲) الأدب المفرد (۱۷) ' (۲۰/۱)]

(۲) [مسلم (۲۵۵۱) کتاب البر والصلة والآداب : باب رغم أنف من أدرك أبویه أو أحدهما عند الكبر فلم یدخل الجنة ' مسند احمد (۸۵٦۵)]

(۳) [بخاری (۲٦۲۰) کتاب الهبة : باب الهدیة للمشرکین ' مسلم (۱۰۰۳) کتاب الزکاة : باب فضل النفقة والصدقة علی الأقربین والزوج والأولاد والوالدین ولو کانوا مشرکین ' ابو داود (۱٦٦۸) کتاب الزکاة : باب الصدقة علی أهل الذمة ' ابن حبان (۴۵۲) طیالسی (۱٦۴۳) احمد (۲٦۹۸۱)]

والدین کا حق کیسے ادا ہو؟

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ لَا يَجْزِي وَلَدٌ وَالِدًا إِلَّا أَنْ يَجِدَهُ مَمْلُوكًا فَيَشْتَرِيَهُ فَيُعْتِقَهُ ﴾

"بیٹا (اپنے) باپ کا حق ادا نہیں کر سکتا' الا کہ وہ باپ کو غلام پائے اور اسے خرید کر آزاد کر دے۔"(۱)

چونکہ اب غلامی والا معاملہ موجود نہیں اس لیے اب والدین کا حق ادا کرنے کی صورت یہ ہو سکتی ہے کہ کسی شخص کا والد بے گناہ ہونے کے باوجود قید میں ہو تو وہ اس کی رہائی کی رقم ادا کر کے اسے آزاد کرا دے۔ (واللہ اعلم)

ناراضگی کی حالت میں والدہ کی وفات

(شیخ ابن جبرینؒ) کسی نے دریافت کیا کہ تقریباً چھ سال پہلے رمضان المبارک میں میری والدہ کا انتقال ہوا۔ میں بچپن میں اکثر اوقات اس سے جھگڑتی اور بحث و مباحثہ کرتی رہتی تھی۔ لہٰذا جب وہ فوت ہوئی تو مجھ سے ناراض تھی۔ عمر میں اضافے کے ساتھ عقل و شعور میں بھی اضافہ ہوا تو اب میں اپنے اس رویے پر نادم ہوں اور سوائے ندامت و استغفار اور والدہ کے لیے اللہ کے حضور رحمت و غفران کی دعا کے اور کر بھی کچھ نہیں سکتی۔ کیا یہ سب کچھ اس امر کے لیے کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ میرے گزشتہ گناہوں کو معاف فرما دے اور روزِ قیامت مجھ پر رحم فرمائے۔

تو شیخ نے جواب دیا کہ

شاید آپ والدہ کی زندگی میں کم عمری کے ساتھ ساتھ عدمِ واقفیت اور جہالت کا بھی شکار رہی ہیں۔ اگر یہ بات درست ہے تو آپ معذور ہیں۔ عقل و شعور آ جانے کے بعد جب آپ اپنے گزشتہ طرزِ عمل پر نادم اور معافی کی خواستگار ہیں تو انشاء اللہ آپ کا یہ رویہ گزشتہ کوتاہی کا ازالہ کر دے گا' اس لیے کہ توبہ گزشتہ گناہوں کو مٹا دیتی ہے۔ آپ کا والدہ کے لیے دعا و استغفار کرنا اور اس کی طرف سے صدقات و خیرات کرنا یہ ایسے اعمال ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کی وجہ سے آپ کے گزشتہ گناہوں کو معاف فرما دے گا۔(۲)

---

(۱) [مسلم (۱۵۱۰) کتاب العتق : باب فضل عتق الوالد ' ابو داود (۵۱۳۷) کتاب الأدب : باب فی بر الوالدین ' ترمذی (۱۹۰۶) کتاب البر والصلة : باب ما جاء فی حق الوالدین ' ابن ماجه (۳۶۵۹) کتاب الأدب : باب بر الوالدین]

(۲) [فتاوی برائے خواتین ' مطبوعہ دارالسلام (ص / ۲۹۸)]

کیا شوہر بیوی کو اس کے والدین کے ساتھ صلہ رحمی سے روک سکتا ہے؟

(شیخ صالح بن فوزان) صلہ رحمی (رشتہ داری ملانا) واجب ہے اور شوہر کے لیے جائز نہیں کہ وہ اپنی بیوی کو اس سے روکے کیونکہ قطع رحمی (رشتہ داری توڑنا) کبیرہ گناہ ہے اور بیوی کے لیے جائز نہیں کہ وہ اس معاملے میں شوہر کی اطاعت کرے' اس لیے کہ خالق کی نافرمانی والے کام میں مخلوق کی اطاعت جائز نہیں۔ لہٰذا وہ اپنے خاص مال کے ساتھ اپنے والدین سے صلہ رحمی کرے' انہیں کچھ پیسے بھیجتی رہے اور ان سے ملاقات کے لیے بھی جاتی رہے۔ البتہ اگر ان سے ملاقات شوہر کے حق میں نقصان دہ ہو مثلاً یہ خدشہ ہو کہ عورت کا کوئی قریبی اسے شوہر کے خلاف بھڑکائے گا تو پھر شوہر کو حق حاصل ہے کہ وہ بیوی کو اس کے والدین سے ملنے سے روکے' تاہم وہ بغیر ملاقات کے بھی ان کے ساتھ کسی ایسے ذریعے سے صلہ رحمی کی بدستور کوشش کرتی رہے جس میں کسی کا کوئی نقصان نہ ہو۔ (واللہ اعلم)(۱)

والدین کے بعد ان کے دوستوں سے صلہ رحمی کرنا بھی بہت بڑی نیکی ہے

(1) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ

﴿ أَنَّهُ كَانَ إِذَا خَرَجَ إِلَى مَكَّةَ كَانَ لَهُ حِمَارٌ يَتَرَوَّحُ عَلَيْهِ إِذَا مَلَّ رُكُوبَ الرَّاحِلَةِ وَعِمَامَةٌ يَشُدُّ بِهَا رَأْسَهُ فَبَيْنَا هُوَ يَوْمًا عَلَى ذَلِكَ الْحِمَارِ إِذْ مَرَّ بِهِ أَعْرَابِيٌّ فَقَالَ أَلَسْتَ ابْنَ فُلَانِ بْنِ فُلَانٍ قَالَ بَلَى فَأَعْطَاهُ الْحِمَارَ وَقَالَ ارْكَبْ هَذَا وَالْعِمَامَةَ قَالَ اشْدُدْ بِهَا رَأْسَكَ فَقَالَ لَهُ بَعْضُ أَصْحَابِهِ غَفَرَ اللَّهُ لَكَ أَعْطَيْتَ هَذَا الْأَعْرَابِيَّ حِمَارًا كُنْتَ تَرَوَّحُ عَلَيْهِ وَعِمَامَةً كُنْتَ تَشُدُّ بِهَا رَأْسَكَ فَقَالَ إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ إِنَّ مِنْ أَبَرِّ الْبِرِّ صِلَةَ الرَّجُلِ أَهْلَ وُدِّ أَبِيهِ بَعْدَ أَنْ يُوَلِّيَ وَإِنَّ أَبَاهُ كَانَ صَدِيقًا لِعُمَرَ ﴾

"جب وہ مکہ کو جاتے تو اپنے ساتھ ایک گدھا تفریح کے لیے رکھتے اور جب اونٹ کی سواری سے تھک جاتے تو اس پر سوار ہو جاتے اور ایک عمامہ (پگڑی) رکھتے جو سر پر باندھتے تھے۔ ایک دن وہ گدھے پر جا رہے تھے کہ اتنے میں ایک دیہاتی آیا۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تو فلاں بن فلاں نہیں ہے؟ وہ بولا کہ ہاں۔ تو عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اس کو گدھا دے دیا اور کہا کہ اس پر چڑھ جا اور عمامہ بھی دے دیا اور کہا کہ اسے اپنے سر پر باندھ لے۔ عبداللہ رضی اللہ عنہ کے بعض ساتھی بولے کہ تم نے اپنی تفریح کا گدھا (اسے) دے دیا اور عمامہ بھی

---

(۱) [فتاوی المرأة المسلمة' مرتب ابو محمد أشرف (ص/ ۹۵۷)]

دے دیا جو تم اپنے سر پر باندھتے تھے اللہ تعالیٰ تمہیں بخشے۔ انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا' آپ فرماتے تھے کہ بڑی نیکی یہ ہے کہ آدمی اپنے باپ کے فوت ہو جانے کے بعد اس کے دوستوں سے (اچھا) سلوک کرے۔ اور اس دیہاتی کا باپ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دوست تھا۔" (۱)

(2) ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ مَنْ أَحَبَّ أَنْ يَّصِلَ أَبَاهُ فِي قَبْرِهِ فَلْيَصِلْ إِخْوَانَ أَبِيهِ بَعْدَهُ ﴾

"جو اپنے باپ سے اس کی قبر میں صلہ رحمی کرنا پسند کرتا ہے وہ اس (کی وفات) کے بعد اس کے بھائیوں سے صلہ رحمی کرے۔" (۲)

والدین کے حقوق سے متعلقہ چند ضعیف روایات

(1) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ دُعَاءُ الْوَالِدِ لِوَلَدِهِ مِثْلُ دُعَاءِ النَّبِيِّ لِأُمَّتِهِ ﴾

"والد کی اپنے بیٹے کے لیے دعا اس طرح ہے جیسے نبی ﷺ کی اپنی امت کے لیے دعا ہے۔" (۳)

(2) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ مَنْ قَبَّلَ بَيْنَ عَيْنَيْ أُمِّهِ كَانَ لَهُ سِتْرًا مِّنَ النَّارِ ﴾

"جس نے اپنی ماں کی دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا تو اس کے لیے (یہ عمل) دوزخ سے رکاوٹ ہو گا۔" (٤)

(3) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

---

(۱) [مسلم (۲۵۵۲) كتاب البر والصلة والآداب : باب فضل صلة أصدقاء الأب والأم ونحوهما ' الأدب المفرد للبخاری (٤١) ابو داود (٥١٤٣) كتاب الأدب : باب فی بر الوالدین ' ترمذی (۱۹۰۳) كتاب البر والصلة : باب ما جاء فی اكرام صديق الوالد ' ابن حبان (٤٣٠) شرح السنة للبغوی (٣٤٤٥) بيهقی (١٨٠/٤)]

(۲) [حسن : صحيح الترغيب (٢٥٠٦) كتاب البر والصلة : باب الترغيب فی بر الوالدين وصلتهما وتاكيد طاعتهما ' صحيح ابن حبان (٤٣٣)]

(۳) [موضوع : السلسلة الضعيفة (٢٠٣/٢)]

(٤) [موضوع : السلسلة الضعيفة (١٢٤٥)]

﴿ بَرُّوْا آبَائَكُمْ تَبَرُّكُمْ أَبْنَائُكُمْ ﴾

''اپنے والدین سے نیکی کرو' تمہاری اولاد تم سے نیکی کرے گی۔''(۱)

(4) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ مَا مِنْ وَلَدٍ بَارٍّ يَنْظُرُ إِلَى وَالِدَيْهِ نَظْرَةَ رَحْمَةٍ إِلَّا كَتَبَ اللّٰهُ لَهُ بِكُلِّ نَظْرَةٍ حَجَّةً مَبْرُوْرَةً قَالُوْا وَ إِنْ نَظَرَ كُلَّ يَوْمٍ مِائَةَ مَرَّةٍ ؟ قَالَ نَعَمْ ' اللّٰهُ أَكْبَرُ وَ أَطْيَبُ ﴾

''جو کوئی بچہ اپنے والدین کی طرف رحمت کی نظر سے دیکھتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لیے ہر نظر کے بدلے ایک حج مبرور کا ثواب لکھ دیتا ہے۔ صحابہ نے عرض کیا' خواہ وہ ہر روز سو **(100)** مرتبہ دیکھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا' ہاں۔ اللہ تعالیٰ سب سے بڑا اور سب سے زیادہ پاکیزہ ہے۔''(۲)

(5) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ إِنَّ الْعَبْدَ لَيَمُوْتُ وَالِدَاهُ أَوْ أَحَدُهُمَا وَ إِنَّهُ لَعَاقٌّ فَلَا يَزَالُ يَدْعُوْ لَهُمَا حَتّٰى يُكْتَبَ عِنْدَ اللّٰهِ بَارًا ﴾

''کسی بندے کے والدین یا ان میں سے کوئی ایک فوت ہو جائے اور وہ ان کا نافرمان ہو۔ پھر وہ ان دونوں کے لیے ہمیشہ دعا کرتا رہے تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک فرمانبردار لکھ دیا جاتا ہے۔''(۳)

(6) حضرت ابو اُمامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے آکر عرض کیا' اے اللہ کے رسول! والدین کا اپنی اولاد پر کیا حق ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

﴿ هُمَا جَنَّتُكَ وَ نَارُكَ ﴾

''وہ تمہاری جنت ہیں (بشرطیکہ تم ان کی اطاعت کرو) اور تمہاری جہنم ہیں (اگر تم ان کی نافرمانی کرو)۔''(٤)

---

(۱) [**ضعيف** : السلسلة الضعيفة (۲۰۳۹)]

(۲) [**موضوع** : المشكاة للألبانى (٤٩٤٤) السلسلة الضعيفة (۳۲۷٤) ' (۲٤۲/٦) ضعيف الجامع الصغير (١٤٤٧)]

(۳) [**ضعيف** : السلسلة الضعيفة (۹۱۵)]

(٤) [**ضعيف** : ضعيف الجامع الصغير (٦٠٩٨) ضعيف ابن ماجه ' ابن ماجه (٣٦٦٢) كتاب الأدب : باب بر الوالدين ' ضعيف الترغيب (١٤٧٦)]

باب الصبر علی وفاۃ الاولاد   اولاد کی وفات پر صبر کا بیان

اولاد کی وفات پر صبر کرنا چاہیے اور انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھنا چاہیے

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ إِنَّمَا يُوَفَّى الصَّابِرُونَ أَجْرَهُم بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴾ [الزمر: ١٠]

"صبر کرنے والوں کو ان کا اجر بغیر حساب کے عطا کیا جائے گا۔"

(2) ایک دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا کہ

﴿ يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ اصْبِرُواْ وَصَابِرُواْ ﴾ [آل عمران: ٢٠٠]

"اے ایمان والو! صبر کرو اور ایک دوسرے کو صبر کی تلقین کرو۔"

(3) سورۂ بقرہ میں ہے کہ

﴿وَلَنَبْلُوَنَّكُم بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوفْ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الأَمَوَالِ وَالأنفُسِ وَالثَّمَرَاتِ وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ ' الَّذِينَ إِذَا أَصَابَتْهُم مُّصِيبَةٌ قَالُواْ إِنَّا لِلّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعونَ ' أُولَئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُونَ ﴾ [البقرة: ١٠٠ - ١٠٦]

"ہم کسی نہ کسی طرح تمہاری آزمائش ضرور کریں گے' دشمن کے ڈر سے' بھوک پیاس سے' مال و جان اور پھلوں کی کمی سے' اور ان صبر کرنے والوں کو خوشخبری دے دیجیے جنہیں جب کوئی مصیبت آتی ہے تو کہہ دیا کرتے ہیں کہ " إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ " (ہم تو خود اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہیں اور ہم اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں)۔ ان پر ان کے رب کی نوازشیں اور رحمتیں ہیں اور یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔"

(4) " إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ " کے ساتھ یہ الفاظ پڑھنا بھی مسنون ہے " اَللّٰهُمَّ أْجُرْنِيْ فِيْ مُصِيْبَتِيْ وَاَخْلِفْ لِيْ خَيْرًا مِّنْهَا " (یعنی اے اللہ! مجھے میری مصیبت میں اجر عطا فرما اور مجھے بدلے میں اس سے بہتر عطا کر۔) جیسا کہ حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿مَا مِنْ مُسْلِمٍ تُصِيبُهُ مُصِيبَةٌ فَيَقُولُ مَا أَمَرَهُ اللَّهُ "إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ اللَّهُمَّ أْجُرْنِي فِي مُصِيبَتِي وَأَخْلِفْ لِي خَيْرًا مِنْهَا "إِلَّا أَخْلَفَ اللَّهُ لَهُ خَيْرًا مِنْهَا قَالَتْ فَلَمَّا مَاتَ أَبُو سَلَمَةَ قُلْتُ أَيُّ الْمُسْلِمِينَ خَيْرٌ مِنْ أَبِي سَلَمَةَ أَوَّلُ بَيْتٍ هَاجَرَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ ثُمَّ

إِنِّي قُلْتُهَا فَأَخْلَفَ اللَّهُ لِي رَسُولَ اللَّهِ ﷺ﴾

”جس مسلمان کو کوئی مصیبت پہنچتی ہے پھر وہ یہ کہتا ہے کہ ”ہم تو خود اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہیں اور ہم اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔اے اللہ! مجھے میری مصیبت میں اجر عطا فرما اور مجھے بدلے میں اس سے بہتر عطا کر۔“ تو اللہ تعالیٰ اسے اس چیز کے بدلے میں اس سے بہتر عطا فرما دیتے ہیں۔اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ جب ابو سلمہ فوت ہوئے تو میں نے سوچا' ابو سلمہ سے کون مسلمان بہتر ہو سکتا ہے؟ وہ تو گھر کا پہلا شخص ہے جس نے رسول اللہ ﷺ کی طرف ہجرت کی۔ پھر میں یہ کلمات کہتی رہی تو اللہ تعالیٰ نے مجھے (اس کے) بدلے میں رسول اللہ ﷺ عطا فرما دیئے۔“ (۱)

یقیناً اسی طرح اگر کوئی انسان اولاد کی وفات پر صبر سے کام لیتا ہوا مسلسل یہ دعا پڑھتا رہے گا تو اللہ تعالیٰ ضرور اسے بدلے میں بہتر اولاد عطا فرمائیں گے۔

صبر وہ قابل قبول ہے جو وفات کے فوراً بعد کیا جائے

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿مَرَّ النَّبِيُّ ﷺ بِامْرَأَةٍ تَبْكِي عِنْدَ قَبْرٍ فَقَالَ اتَّقِي اللَّهَ وَاصْبِرِي قَالَتْ إِلَيْكَ عَنِّي فَإِنَّكَ لَمْ تُصَبْ بِمُصِيبَتِي وَلَمْ تَعْرِفْهُ فَقِيلَ لَهَا إِنَّهُ النَّبِيُّ ﷺ فَأَتَتْ بَابَ النَّبِيِّ ﷺ فَلَمْ تَجِدْ عِنْدَهُ بَوَّابِينَ فَقَالَتْ لَمْ أَعْرِفْكَ فَقَالَ "إِنَّمَا الصَّبْرُ عِنْدَ الصَّدْمَةِ الْأُولَى"﴾

”رسول اللہ ﷺ کا گزر ایک عورت پر ہوا جو ایک قبر کے پاس بیٹھ کر رو رہی تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا' اللہ تعالیٰ سے ڈر جا اور صبر کر۔ اس نے کہا مجھ سے دور ہو جاؤ یہ مصیبت تم پڑی ہوتی تو پتہ چلتا۔ اس نے آپ ﷺ کو نہ پہچانا۔ پھر جب لوگوں نے اسے بتایا کہ یہ نبی کریم ﷺ تھے تو وہ (گھبرا گئی اور) آپ ﷺ کے دروازے پر پہنچی۔ وہاں اسے کوئی دربان نہ ملا۔ پھر اس نے عرض کیا میں آپ کو پہچان نہیں سکی تھی۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا' صبر تو جب صدمہ شروع ہو اس وقت کرنا چاہیے۔ (۲)

---

(۱) [مسلم (۹۱۸) کتاب الجنائز : باب ما يقال عند المصيبة' احمد (۱٦۳٤۳) تحفة الأشراف (۱۸۲٤۸)]

(۲) [بخاری (۱۲۸۳) کتاب الجنائز : باب زيارة القبور' مسلم (۹۲٦) کتاب الجنائز : باب في الصبر على المصيبة عند الصدمة الأولى' ترمذی (۹۸۸) کتاب الجنائز : باب ما جاء أن الصبر في الصدمة الأولى' نسائی (۱۸٦۸) وفي السنن الكبرى (۱/۱۹۹٦) ابن حبان (۲۸۹۵) شرح السنة للبغوی (۱۵۳۹) بیهقی (۳/٦۵)]

اولاد کی وفات پر رونا پیٹنا اور نوحہ خوانی حرام ہے

(1) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَطَمَ الْخُدُودَ وَشَقَّ الْجُيُوبَ وَدَعَا بِدَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ﴾

''جس نے (کسی کی موت پر) رخساروں کو پیٹا' گریبان کو پھاڑا اور جاہلیت کی باتیں بکیں وہ ہم میں سے نہیں۔'' (۱)

(2) حضرت اُم عطیہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ

﴿أَخَذَ عَلَيْنَا النَّبِيُّ ﷺ عِنْدَ الْبَيْعَةِ أَنْ لَا نَنُوحَ فَمَا وَفَتْ مِنَّا امْرَأَةٌ غَيْرَ خَمْسِ نِسْوَةٍ﴾

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیعت کے موقع پر ہم سے یہ عہد لیا تھا کہ ہم نوحہ نہیں کریں گی۔ لیکن اس اقرار کو پانچ عورتوں کے سوا کسی نے پورا نہیں کیا۔'' (۲)

(3) حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿أَنَا بَرِيءٌ مِمَّا بَرِئَ مِنْهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَإِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ بَرِئَ مِنَ الصَّالِقَةِ وَالْحَالِقَةِ وَالشَّاقَّةِ﴾

''میں اس سے بری ہوں جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بری ہیں اور بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مصیبت کے وقت اونچی آواز نکالنے والی' پریشانی کے وقت اپنے سر کے بال منڈوانے والی اور آفت کے وقت اپنے کپڑے پھاڑنے والی عورت سے بری ہیں۔'' (۳)

---

(۱) [بخاری (۱۲۹٤) کتاب الجنائز : باب لیس منا من شق الجیوب' مسلم (۱۰۳) کتاب الإیمان : باب تحریم ضرب الخدود وشق الجیوب' ترمذی (۹۹۹) کتاب الجنائز : باب ما جاء فی النهی عن ضرب الخدود وشق الجیوب' ابن ماجة (۱۵۸٤) کتاب الجنائز : باب ما جاء فی النهی عن ضرب الخدود وشق الجیوب' احمد (٤۳۲/۱) أبو یعلی (۵۲۰۱) نسائی (۲۰/٤) شرح السنة (۲۸۸/۳)]

(۲) [بخاری (۱۳۰٦) کتاب الجنائز : باب ما ینهی من النوح والبکاء والزجر علی ذلك ' مسلم (۹۳٦) کتاب الجنائز : باب المیت یعذب ببکاء أهله علیه ' نسائی (٤۱۹۱) وفی السنن الکبری (۷۸۰۳/٤) أبو داود (۳۱۲۷) احمد (۲۰۸۱۷)]

(۳) [مسلم (۱۰٤) کتاب الإیمان : باب تحریم ضرب الخدود ' بخاری (۱۲۹٦) کتاب الجنائز : باب ما ینهی عن الحلق عند المصیبة ' أبو داود (۳۱۳۰) نسائی (۲۰/٤)]

(4) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

﴿ لَمَّا ماتَ إبراهيمُ ابنُ رسولِ اللهِ ا صَاحَ أسامةُ بنُ زيدٍ ' فقالَ رسولُ اللهِ : لَيسَ هَذَا مِنِّى ' ولَيسَ بِصَائحٍ حَقٌّ ' القَلبُ يَحزَنُ والعينُ تَدمَعُ ' ولا يُغضِبُ الرَّبَّ ﴾

''جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بیٹا ابراہیم فوت ہوا تو حضرت اُسامہ بن زید (شدتِ غم سے) چیخ پڑے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں اور چیخنے والے کا کوئی حق نہیں۔ دل غمگین ہوتا ہے اور آنکھ آنسو بہاتی ہے لیکن پروردگار کو غضبناک نہیں کرنا چاہیے۔''(۱)

(5) حضرت ابومالک اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ النَّائِحَةُ إِذَا لَمْ تَتُبْ قَبْلَ مَوْتِهَا تُقَامُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَعَلَيْهَا سِرْبَالٌ مِنْ قَطِرَانٍ وَدِرْعٌ مِنْ جَرَبٍ ﴾

''نوحہ کرنے والی عورت اگر اپنی موت سے پہلے توبہ نہیں کرے گی تو روزِ قیامت اس حال میں اٹھائی جائے گی کہ اس پر گندھک کا کرتا اور خارش کی قمیص ہو گی۔''(۲)

(شوکانیؒ) نوحہ وغیرہ جیسے تمام افعال حرام ہیں۔(۳)

اولاد کی وفات پر اگر بلا اختیار آنسو بہہ پڑیں تو کوئی حرج نہیں

(1) حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اپنی ایک بیٹی کے بچے کو موت و حیات کی کشمکش میں دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں بہہ پڑیں۔ پھر سعد رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس (رونے) کے متعلق پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ هَذِهِ رَحْمَةٌ جَعَلَهَا اللَّهُ فِي قُلُوبِ عِبَادِهِ وَإِنَّمَا يَرْحَمُ اللَّهُ مِنْ عِبَادِهِ الرُّحَمَاءَ ﴾

''یہ رحمت ہے کہ جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے دلوں میں پیدا کیا ہے اور بے شک اللہ تعالیٰ اپنے

---

(۱) [حسن : أحكام الجنائز وبدعها (ص / ۳۹) ابن حبان (۷٤۳) حاكم (۳۸۲/۱)]

(۲) [مسلم (۹۳٤) كتاب الجنائز : باب التشديد فى النياحة ' ابن أبى شيبة (۳۹۰/۳) طبرانى كبير (۳٤۲٥) ' (۳٤۲٦) ابن حبان (۳۱٤۳) مستدرك حاكم (۱٤۱۳/۱) شرح السنة للبغوى (۱٥۳۳) بيهقى (٦۳/٤) أحمد (۳٤۲/٥)]

(۳) [نيل الأوطار (٥٤/۳)]

بندوں میں سے اُن پر ہی رحم فرماتے ہیں جو لوگ خود رحم کرنے والے ہیں۔" (۱)

(2) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

﴿شَهِدْنَا بِنْتًا لِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ قَالَ وَرَسُولُ اللَّهِ ﷺ جَالِسٌ عَلَى الْقَبْرِ قَالَ فَرَأَيْتُ عَيْنَيْهِ تَدْمَعَانِ﴾

"ہم نبی کریم ﷺ کی ایک بیٹی (حضرت اُم کلثوم رضی اللہ عنہا) کے جنازے میں حاضر تھے۔ رسول اللہ ﷺ قبر پر بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ کی دونوں آنکھیں آنسوؤں سے بھر آئی ہیں۔" (۲)

(3) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کسی مرض میں مبتلا ہوئے۔ نبی کریم ﷺ عیادت کی غرض سے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم کے ساتھ ان کے ہاں تشریف لے گئے۔ جب آپ ﷺ اندر گئے تو انہیں تیمارداروں کے ہجوم میں پایا۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ وفات ہو گئی؟ لوگوں نے کہا نہیں اے اللہ کے رسول!

﴿فَبَكَى النَّبِيُّ ﷺ فَلَمَّا رَأَى الْقَوْمُ بُكَاءَ النَّبِيِّ ﷺ بَكَوْا فَقَالَ أَلَا تَسْمَعُونَ "إِنَّ اللَّهَ لَا يُعَذِّبُ بِدَمْعِ الْعَيْنِ وَلَا بِحُزْنِ الْقَلْبِ وَلَكِنْ يُعَذِّبُ بِهَذَا وَأَشَارَ إِلَى لِسَانِهِ أَوْ يَرْحَمُ" وَإِنَّ الْمَيِّتَ يُعَذَّبُ بِبُكَاءِ أَهْلِهِ عَلَيْهِ وَكَانَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَضْرِبُ فِيهِ بِالْعَصَا وَيَرْمِي بِالْحِجَارَةِ وَيَحْثِي بِالتُّرَابِ﴾

"نبی کریم ﷺ (ان کے مرض کی شدت کو دیکھ کر) رو پڑے۔ لوگوں نے جب رسول اللہ ﷺ کو روتے ہوئے دیکھا تو وہ سب بھی رو پڑے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ سنو! اللہ تعالیٰ آنکھوں سے آنسو نکلنے کی وجہ سے عذاب نہیں دے گا اور نہ ہی دل کے غم کی وجہ سے۔ ہاں وہ اس کی وجہ سے عذاب دے گا' آپ ﷺ نے اپنی زبان کی طرف اشارہ کیا (اور اگر زبان سے اچھی بات نکلے تو) یہ اس کی رحمت کا بھی

---

(۱) [بخاری (۱۲۸٤) کتاب الجنائز : باب قول النبی یعذب المیت ببعض بکاء أهله علیه' مسلم (۹۲۳) کتاب الجنائز : باب البکاء علی المیت' أحمد (۲۰٤/٥) أبو داود (۳۱۲٥) کتاب الجنائز : باب فی البکاء علی المیت' ابن ماجة (۱٥۸۸) کتاب الجنائز : باب ما جاء فی البکاء علی المیت' ابن أبی شیبة (۳۹۲/۳) ابن حبان (۳۱٥۸) بیهقی (٦۸/٤) عبد الرزاق (٦٦۷۰)]

(۲) [بخاری (۱۲۸٥) کتاب الجنائز : باب قول النبی یعذب المیت ببعض بکاء أهله علیه]

باعث بنتی ہے اور میت کو اس کے گھر والوں کے نوحہ وماتم کی وجہ سے بھی عذاب ہوتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ میت پر ماتم کرنے پر ڈنڈے سے مارتے' پتھر پھینکتے اور رونے والوں کے منہ میں مٹی ڈال دیتے۔"(١)

(ابن قدامہؒ) مجرد رونا جس میں نوحہ اور چیخ وپکار نہ ہو مکروہ نہیں۔(٢)

اولاد کی وفات پر صبر کی فضیلت

(1) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿لَا يَمُوتُ لِمُسْلِمٍ ثَلَاثَةٌ مِنَ الْوَلَدِ فَيَلِجَ النَّارَ إِلَّا تَحِلَّةَ الْقَسَمِ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ وَإِنْ مِنْكُمْ إِلَّا وَارِدُهَا﴾

"کسی مسلمان کے جب تین بچے فوت ہو جائیں تو وہ صرف قسم پوری کرنے کے لیے دوزخ میں داخل ہوگا۔ ابو عبداللہ (یعنی امام بخاریؒ قسم پوری کرنے کی وضاحت میں) فرماتے ہیں کہ (اس سے قرآن کی یہ آیت مراد ہے) تم میں سے ہر ایک کو دوزخ کے اوپر سے گزرنا ہوگا (یعنی پل صراط چونکہ جہنم پر ہے اور جنت میں جانے والے بھی اسی پر سے گزریں گے' تو حدیث میں قسم سے یہی گزرنا ہی مراد ہے)۔"(٣)

(2) حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ مَا مِنَ النَّاسِ مِنْ مُسْلِمٍ يُتَوَفَّى لَهُ ثَلَاثٌ لَمْ يَبْلُغُوا الْحِنْثَ إِلَّا أَدْخَلَهُ اللَّهُ الْجَنَّةَ بِفَضْلِ رَحْمَتِهِ إِيَّاهُمْ ﴾

"کسی مسلمان کے اگر تین بچے فوت ہو جائیں جو بلوغت کو نہ پہنچے ہوں تو اللہ تعالیٰ اس رحمت کے نتیجے میں جو وہ ان بچوں سے رکھتا ہے مسلمان (بچے کے باپ اور ماں) کو بھی جنت میں داخل کر دے گا۔"(٤)

---

(١) [بخاری (١٣٠٤) کتاب الجنائز : البکاء عندالمریض' مسلم (٩٢٤) کتاب الجنائز : باب البکاء علی المیت' شرح السنة للبغوی (١٥٢٩) ابن حبان (٣١٥٩) بیهقی (١٥٢٩)]

(٢) [المغنی لابن قدامة (٤٨٧/٣)]

(٣) [بخاری (١٢٥١) کتاب الجنائز : باب فضل من مات له ولد فاحتسب ' مسلم (٢٦٣٢) کتاب البر والصلة والآداب : باب فضل من یموت له ولد فیحتسبه ' ترمذی (١٠٦٠) کتاب الجنائز : باب ما جاء فی ثواب من قدم ولدا ' ابن ماجة (١٦٠٣) کتاب الجنائز : باب ما جاء فی ثواب من أصیب بولده ' ابن حبان (٢٩٤١) شرح السنة للبغوی (١٥٤٢) بیهقی (٦٧/٤)]

(٤) [بخاری (١٢٤٨) کتاب الجنائز : باب فضل من مات له ولد فاحتسب ' نسائی (٢٤/٤) ابن ماجه (١٦٠٥) کتاب الجنائز : باب ما جاء فی ثواب من أصیب بولده]

(3) حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

﴿جَاءَتْ امْرَأَةٌ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ ذَهَبَ الرِّجَالُ بِحَدِيثِكَ فَاجْعَلْ لَنَا مِنْ نَفْسِكَ يَوْمًا نَأْتِيكَ فِيهِ تُعَلِّمُنَا مِمَّا عَلَّمَكَ اللَّهُ فَقَالَ اجْتَمِعْنَ فِي يَوْمِ كَذَا وَكَذَا فِي مَكَانِ كَذَا وَكَذَا فَاجْتَمَعْنَ فَأَتَاهُنَّ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَعَلَّمَهُنَّ مِمَّا عَلَّمَهُ اللَّهُ ثُمَّ قَالَ مَا مِنْكُنَّ امْرَأَةٌ تُقَدِّمُ بَيْنَ يَدَيْهَا مِنْ وَلَدِهَا ثَلَاثَةً إِلَّا كَانَ لَهَا حِجَابًا مِنَ النَّارِ فَقَالَتْ امْرَأَةٌ مِنْهُنَّ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَوْ اثْنَيْنِ قَالَ فَأَعَادَتْهَا مَرَّتَيْنِ ثُمَّ قَالَ وَاثْنَيْنِ وَاثْنَيْنِ وَاثْنَيْنِ﴾

"ایک عورت رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اس نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! مرد حضرات تو فرامین حاصل کرتے ہیں۔ ہمارے لیے بھی ایک دن مقرر فرمائیں تاکہ اس دن ہم آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوں اور آپ ہمیں ان احکام سے آگاہ فرمائیں جن سے اللہ نے آپ کو آگاہ کیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا' تم فلاں دن فلاں مقام میں جمع ہو جاؤ چنانچہ وہ (اس دن) جمع ہو گئیں۔ رسول اللہ ﷺ ان کے ہاں تشریف لے گئے۔ آپ ﷺ نے انہیں اللہ تعالیٰ کے فرمودات کی تعلیمات سے باخبر فرمایا۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا' تم میں سے جو عورت اپنی اولاد سے تین بچوں کو آگے بھیج دے تو (وہ) بچے اس کے لیے دوزخ سے پردہ بنیں گے۔ ان میں سے ایک عورت نے دریافت کیا' اے اللہ کے رسول! یہ (حکم) دو بچوں کے لیے (بھی) ہے؟ اس نے دوبارہ یہ سوال کیا۔ آپ ﷺ نے اثبات میں جواب دیتے ہوئے (تین مرتبہ) دو بچوں' دو بچوں' دو بچوں کا ذکر کیا۔" (۱)

(4) حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿إِذَا مَاتَ وَلَدُ الْعَبْدِ قَالَ اللَّهُ لِمَلَائِكَتِهِ قَبَضْتُمْ وَلَدَ عَبْدِي فَيَقُولُونَ نَعَمْ فَيَقُولُ قَبَضْتُمْ ثَمَرَةَ فُؤَادِهِ فَيَقُولُونَ نَعَمْ فَيَقُولُ مَاذَا قَالَ عَبْدِي فَيَقُولُونَ حَمِدَكَ وَاسْتَرْجَعَ فَيَقُولُ اللَّهُ ابْنُوا لِعَبْدِي بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ وَسَمُّوهُ بَيْتَ الْحَمْدِ﴾

"جب کسی شخص کا بچہ فوت ہو جاتا ہے تو اللہ اپنے فرشتوں سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں کہ کیا تم نے

---

(۱) [بخاری (۷۳۱۰) كتاب الاعتصام بالكتاب والسنة : باب تعليم النبي أمته من الرجل والنساء مما علمه الله ' مسلم (۲۶۳۲) كتاب البر والصلة والآداب : باب فضل من يموت له ولد فيحتسبه' مؤطا (۵۵٤) احمد (۸۹۲۵) تحفة الأشراف (۱۳۲۳٤)]

میرے بندے کی روح کو قبض کیا ہے؟ وہ اثبات میں جواب دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ دریافت فرماتے ہیں کہ کیا تم نے اس کے دل کے پھل کو قبض کیا ہے؟ وہ اقرار کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ دریافت فرماتے ہیں کہ میرے بندے نے کیا کہا؟ وہ جواب دیتے ہیں' اس نے تیری حمد وثناء کی اور انا للہ وانا الیہ راجعون کے کلمات پڑھے۔ اللہ تعالیٰ حکم دیتے ہیں کہ میرے بندے کے لیے جنت میں گھر تعمیر کرو اور اس کا نام بیت الحمد رکھو۔"(۱)

(5) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ مَا لِعَبْدِي الْمُؤْمِنِ عِنْدِي جَزَاءٌ إِذَا قَبَضْتُ صَفِيَّهُ مِنْ أَهْلِ الدُّنْيَا ثُمَّ احْتَسَبَهُ إِلَّا الْجَنَّةُ ﴾

"میرے ہاں میرے مومن بندے کے لیے اس کے علاوہ کوئی بدلہ نہیں ہے کہ جب میں اہل دنیا میں سے اس کے محبوب انسان کو فوت کر دوں اور وہ اس کی وفات پر صبر کرے تو اس کے لیے جنت ہے۔"(۲)

(6) حضرت قرہ مزنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

﴿أَنَّ رَجُلًا كَانَ يَأْتِي النَّبِيَّ ﷺ وَمَعَهُ ابْنٌ لَهُ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ أَتُحِبُّهُ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَحَبَّكَ اللَّهُ كَمَا أُحِبُّهُ فَفَقَدَهُ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ لِي مَا فَعَلَ ابْنُ فُلَانٍ قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ مَاتَ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ لِأَبِيهِ أَمَا تُحِبُّ أَنْ لَا تَأْتِيَ بَابًا مِنْ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ إِلَّا وَجَدْتَهُ يَنْتَظِرُكَ فَقَالَ الرَّجُلُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَلَهُ خَاصَّةً أَمْ لِكُلِّنَا قَالَ بَلْ لِكُلِّكُمْ ﴾

"ایک شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا' اس کے ساتھ اس کا بیٹا بھی تھا۔ آپ ﷺ نے اس سے دریافت فرمایا کہ کیا تو اس سے محبت کرتا ہے؟ اس نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! اللہ تعالیٰ آپ سے اس طرح محبت کرے جس طرح میں اس سے محبت کرتا ہوں۔ پھر نبی کریم ﷺ نے اس شخص کو (چند روز) نہ دیکھا تو پوچھا فلاں کے بیٹے کا کیا حال ہے۔ صحابہ کرام نے عرض کیا' اے اللہ کے رسول! وہ فوت ہو گیا ہے۔ آپ ﷺ نے اس شخص سے کہا' کیا تجھے یہ بات پسند نہیں ہے کہ تم جنت کے جس دروازے پر بھی پہنچو تو تم اس کو (وہاں) اپنے انتظار میں پاؤ؟ ایک شخص نے دریافت کیا کہ اے اللہ کے رسول! (یہ حکم) اس کے لیے خاص ہے یا ہم سب کے لیے ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا' بلکہ تم سب کے لیے ہے۔"(۳)

---

(۱) [حسن : السلسلة الصحيحة (١٤٠٨) هداية الرواة (١٦٧٧) ' (٢٣٠/٢) ترمذی (١٠٢١) كتاب الجنائز : باب فضل المصيبة اذا احتسب]

(۲) [بخاری (٦٤٢٤) كتاب الرقاق : باب العمل الذى يبتغى به وجه الله]

(۳) [صحيح : هداية الرواة (٢٣٩/٢) ' (١٦٩٧) مسند احمد (٣٥/٥)]

(7) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

﴿ أَنَّ رَجُلًا قَالَ لَهُ : مَاتَ ابْنٌ لِي فَوَجَدْتُ عَلَيْهِ هَلْ سَمِعْتَ مِنْ خَلِيْلِكَ شَيْئًا يَطِيبُ بِأَنْفُسِنَا عَنْ مَوْتَانَا ؟ قَالَ نَعَمْ ، سَمِعْتُهُ ﷺ يَقُوْلُ : صِغَارُهُمْ دَعَامِيصُ الْجَنَّةِ يَلْقَى أَحَدُهُمْ أَبَاهُ فَيَأْخُذُ بِنَاحِيَةِ ثَوْبِهِ فَلَا يُفَارِقُهُ حَتَّى يُدْخِلَهُ الْجَنَّةَ ﴾

"ایک شخص نے ان سے بیان کیا کہ میرا بیٹا فوت ہو گیا ہے مجھے (اس کی وفات سے) شدید غم لاحق ہے۔ کیا آپ نے اپنے خلیل رسول اللہ ﷺ سے کوئی کلمہ سنا ہے جو ہمیں فوت ہونے والے عزیزوں کی جانب سے سکون عطا کرے؟ انہوں نے اثبات میں جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ چھوٹے بچے جنت میں بلا رکاوٹ چلتے پھرتے ہوں گے' وہ اپنے والد سے ملیں گے' اس کے لباس کو پکڑے رکھیں گے' اس سے جدا نہیں ہوں گے جب تک اس کو جنت میں داخل نہیں کرائیں گے۔"(۱)

(8) ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"جس مسلمان کے تین نابالغ بچے فوت ہوئے اللہ تعالیٰ اپنے فضل و رحمت سے انہیں اور ان کے والدین کو جنت میں داخل فرمائیں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا' وہ جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازے پر ہوں گے۔ پھر ان سے کہا جائے گا کہ جنت میں داخل ہو جاؤ۔ وہ کہیں گے ﴿ حَتَّى يَجِيءَ أَبَوَانَا ' فَيُقَالُ لَهُمْ : ادْخُلُوا الْجَنَّةَ أَنْتُمْ وَأَبَوَاكُمْ بِفَضْلِ رَحْمَتِهِ ﴾ "(ہم اس وقت تک داخل نہیں ہوں گے) جب تک ہمارے والدین نہیں آ جاتے۔ پس ان سے کہا جائے گا کہ تم اللہ کی رحمت و فضل کے ساتھ اپنے والدین سمیت جنت میں داخل ہو جاؤ۔"(۲)

مسلمانوں کے نابالغ فوت شدہ بچے جنت میں ہوں گے

(1) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ مَا مِنَ النَّاسِ مُسْلِمٌ يَمُوتُ لَهُ ثَلَاثَةٌ مِنَ الْوَلَدِ لَمْ يَبْلُغُوا الْحِنْثَ إِلَّا أَدْخَلَهُ اللَّهُ الْجَنَّةَ بِفَضْلِ رَحْمَتِهِ إِيَّاهُمْ ﴾

"جس مسلمان کے بھی تین نابالغ بچے مر جائیں تو اللہ تعالیٰ ان بچوں پر اپنے فضل و رحمت کی وجہ سے

---

(۱) [مسلم (۲٦۳۵) کتاب البر والصلة والآداب : باب فضل من يموت له ولد فيحتسبه ' مسند احمد (۴۸۸/۲-۵۱۰)]

(۲) [صحيح : أحكام الجنائز وبدعها (ص / ۳٤) نسائی (۲٦۵/۱) بيهقی (٦۸/٤)]

اسے جنت میں داخل فرمادیں گے۔"(۱)

(2) حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

﴿ لَمَّا تُوُفِّيَ إِبْرَاهِيمُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِنَّ لَهُ مُرْضِعًا فِي الْجَنَّةِ ﴾

"جب ابراہیم (آپ ﷺ کا صاحبزادہ) فوت ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا' بے شک جنت میں اس کے لیے ایک دودھ پلانے والی ہے۔"(۲)

(علی رضی اللہ عنہ) ان سے روایت کیا گیا ہے کہ انہوں نے فرمایا مسلمانوں کی اولاد جنتی ہے اور پھر یہ آیت تلاوت فرمائی:

﴿وَالَّذِينَ آمَنُوا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُم بِإِيمَانٍ أَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَا أَلَتْنَاهُم مِّنْ عَمَلِهِم مِّن شَيْءٍ ﴾ [الطور: ۲۱]

"اور جو لوگ ایمان لائے اور ان کی اولاد نے بھی ایمان میں ان کی پیروی کی' ہم ان کی اولاد کو ان تک پہنچادیں گے اور ان کے عمل سے ہم کچھ کم نہ کریں گے۔"(۳)

(نووی) علمائے اسلام کی ایک بڑی تعداد کا اس پر اجماع ہے کہ جو مسلمان بچہ فوت ہو جائے وہ جنتی ہے۔(٤)

مشرکین کے نابالغ فوت شدہ بچے کہاں ہوں گے؟

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

﴿ سُئِلَ النَّبِيُّ ﷺ عَنْ ذَرَارِيِّ الْمُشْرِكِينَ فَقَالَ اللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا كَانُوا عَامِلِينَ ﴾

"نبی کریم ﷺ سے مشرکین کے نابالغ بچوں کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ ﷺ۔ نے فرمایا' اللہ خوب جانتا ہے جو بھی وہ عمل کرنے والے ہوئے۔"(۵)

---

(۱) [بخاری (۱۳۸۱) کتاب الجنائز : باب ما قيل فی أولاد المسلمين]

(۲) [بخاری (۱۳۸۲) کتاب الجنائز : باب ما قيل فی أولاد المسلمين ']

(۳) [كما فی فتح الباری (قبل الحديث / ۱۳۸۱)]

(٤) [شرح مسلم للنووی (۲۵٦/۸)]

(۵) [بخاری (۱۳۸٤) کتاب الجنائز : باب ما قيل فی أولاد المشركين ' مسلم (۲٦۵۸) کتاب القدر : باب معنی كل مولود يولد على الفطرة وحكم موت أطفال الكفار و أطفال المسلمين ' ترمذی (۲۱۳۸) کتاب القدر : باب ما جاء كل مولود يولد على الفطرة ' ابن حبان (۱۲۸) عبد الرزاق (۲۰۰۸۷) طيالسی (۲٤۳۳) أبو نعيم فی حلية الأولياء (۲٦/۹)]

(نوویؒ) صحیح مذہب محققین کا ہے اور وہ یہ ہے کہ مشرکین کی فوت ہونے والی نابالغ اولاد جنتی ہے۔(۱)

مسلمانوں کے نابالغ بچوں کے کفن دفن اور نماز جنازہ کا حکم

- مسلمانوں کے نابالغ فوت شدہ بچوں کو غسل دیا جاسکتا ہے (لیکن واجب نہیں)۔
- انہیں کفن پہنایا جاسکتا ہے (مگر واجب نہیں)۔
- ان کی نماز جنازہ ادا کی جاسکتی ہے۔
- یہ یادرہے کہ ان کی نماز جنازہ بالغ افراد کی طرح واجب نہیں' یعنی اگر انہیں بغیر نماز جنازہ کے ہی دفن کر دیا جائے تو بھی درست ہے' کیونکہ نبی کریم ﷺ سے نابالغ بچوں کی نماز جنازہ پڑھنا اور نہ پڑھنا دونوں طرح ثابت ہے۔

اس کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿وَالطِّفْلُ يُصَلَّى عَلَيْهِ﴾

''بچے کی نماز جنازہ پڑھی جاسکتی ہے۔''(۲)

(2) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ

﴿ مَاتَ إِبْرَاهِيمُ بْنُ النَّبِيِّ ﷺ وَهُوَ ابْنُ ثَمَانِيَةَ عَشَرَ شَهْرًا فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ﴾

''نبی کریم ﷺ کا لخت جگر ابراہیم فوت ہوا اور وہ 18 ماہ کا تھا۔ پس آپ ﷺ نے اس کی نماز جنازہ نہیں پڑھائی۔''(۳)

---

(۱) [شرح مسلم للنووی (۲۰۶/۸)]

(۲) [صحیح : صحیح أبو داود (۲۷۲۳) کتاب الجنائز : باب المشی امام الجنازة ' أبو داود (۳۱۸۰) کتاب الجنائز : باب المشی أمام الجنازة ' ترمذی (۱۰۳۶) کتاب الجنائز : باب ما جاء فی ترك الصلاة علی الشهيد ' نسائی (۵٦/٤) ابن ماجة (۱۵۰۷) کتاب الجنائز : باب ما جاء فی الصلاة علی الطفل ' شرح معانی الآثار (٤٨٢/١) حاکم (۳۵۵/۱) بیهقی (٢٤/٤) ابن أبی شیبة (۲۸۰/۳)]

(۳) [حسن : صحیح ابو داود ' ابو داود (۳۱۸۷) کتاب الجنائز : باب فی الصلاة علی الطفل ' مسند احمد (۲۶۷/٦) شیخ البانیؒ نے اس کی سند کو حسن کہا ہے۔ جبکہ حافظ ابن حزمؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔]

❁ بچے کے جنازے میں عام دعاؤں کے ساتھ یہ دعا بھی پڑھی جاسکتی ہے۔ حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا کہ بچے کی نماز جنازہ میں پہلے سورۂ فاتحہ پڑھی جائے پھر یہ دعا پڑھی جائے:

﴿ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ لَنَا سَلَفًا وَفَرَطًا وَ أَجْرًا ﴾

''اے اللہ! اس بچے کو ہمارے لئے پیشوا' میر سامان اور باعث اجر بنا۔''(۱)

مشرکین کی نابالغ اولاد کے کفن دفن اور نماز جنازہ کا حکم

(شیخ ابن بازؒ) جب کوئی غیر مکلف (بچہ) کافر والدین کے پاس فوت ہو جائے تو دنیا کے احکام میں اس کا حکم وہی ہے جو اس کے والدین کا ہے لہٰذا نہ اسے غسل دیا جائے گا' نہ اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی اور نہ ہی اسے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جائے گا البتہ آخرت میں اس کا معاملہ اللہ کی طرف ہے۔(۲)

(شیخ ابن عثیمینؒ) جب کفار کے ایسے بچے فوت ہوں جو ابھی بلوغت کی عمر کو نہیں پہنچے اور ان کے والدین کافر ہوں تو ان کا حکم کفار والا ہی ہے یعنی نہ انہیں غسل دیا جائے گا' نہ کفن پہنایا جائے گا' نہ ان کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی اور نہ ہی انہیں مسلمانوں کے ساتھ دفن کیا جائے گا کیونکہ اُن کے والدین کافر ہیں۔ یہ دنیا میں ہے البتہ آخرت کے متعلق اللہ تعالیٰ ہی زیادہ جانتے ہیں کہ وہ کیا عمل کرنے والے تھے۔(۳)

---

(۱) [بخاری (قبل الحدیث / ۱۳۳۵) کتاب الجنائز : باب قراءة فاتحة الکتاب]

(۲) [فتاوی إسلامية (۶۵/۲)]

(۳) [فتاوی إسلامية (۶۵/۲)]

باب ایصال الثواب فوت شدگان کو ثواب پہنچانے کا بیان

فوت شدہ اولاد یا والدین کو ثواب پہنچانے کے لیے جو جائز طریقے شریعت میں موجود ہیں، انہیں بالاختصار مختلف عنوانات کے تحت آئندہ سطور میں ذکر کیا جا رہا ہے، لیکن یہ بات یاد رہے کہ اگر فوت ہونے والا مشرک ہو اور حالتِ شرک میں ہی فوت ہو جائے یا بے نماز ہو اور اسی حال میں فوت ہو جائے تو ایسے شخص کی وفات کے بعد اس کے لیے کیا جانے والا کوئی بھی عمل اسے فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔ کیونکہ مشرک کے متعلق اللہ تعالیٰ نے قرآن میں دوٹوک الفاظ میں فرما دیا ہے کہ اسے ہرگز نہیں بخشا جائے گا اور مستقل بے نماز چونکہ اہل علم کے زیادہ صحیح قول کے مطابق دائرۂ اسلام سے ہی خارج ہے اس لیے ایسے شخص کو بھی یقیناً کوئی بھی عمل فائدہ نہیں دے گا۔ علاوہ ازیں مسلم میت کو فائدہ پہنچانے والے وہ اعمال جو خالصتاً کتاب و سنت سے ثابت ہیں ان کا بیان حسب ذیل ہے۔

① دعا کرنا

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ وَالَّذِينَ جَاءُوا مِن بَعْدِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًّا لِّلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا إِنَّكَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ ﴾ [الحشر: ۱۰]

”اور جو ان کے بعد آئیں گے وہ کہیں گے اے ہمارے پروردگار! ہمیں بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو بھی جو ہم سے پہلے ایمان لا چکے ہیں اور ایمان داروں کی طرف سے ہمارے دل میں کینہ (اور دشمنی) نہ ڈال، اے ہمارے رب! بے شک تو شفقت و مہربانی کرنے والا ہے۔“

معلوم ہوا کہ فوت ہونے والے کے لیے اس کی اولاد یا والدین یا کوئی بھی مسلمان دعا کر سکتا ہے۔

(2) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ إِنِّي أُمِرْتُ أَنْ أَدْعُوَ لَهُمْ ﴾

”بلاشبہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں ان (اہل قبور) کے لیے دعا کروں۔“ (۱)

---

(۱) [صحیح: أحكام الجنائز وبدعها (ص/ ۲۳۹) احمد (۲۵۲/۶)]

② روزوں کی قضائی

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ مَنْ مَاتَ وَعَلَيْهِ صِيَامٌ صَامَ عَنْهُ وَلِيُّهُ ﴾

”جو شخص فوت ہو جائے اور اس کے ذمہ کچھ روزے ہوں تو اس کا ولی اس کی طرف سے روزے رکھے۔“(۱)

③ نذر پوری کرنا

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ

﴿ إِنَّ أُمِّي مَاتَتْ وَعَلَيْهَا نَذْرٌ لَمْ تَقْضِهِ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ اقْضِهِ عَنْهَا ﴾

”بلا شبہ میری والدہ وفات پا گئی ہے اور اس کے ذمے نذر ہے (تو میں کیا کروں)؟ آپ ﷺ نے فرمایا، تم اس کی طرف سے نذر پوری کر دو۔“(۲)

④ حج کرنا

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

﴿ بَيْنَا أَنَا جَالِسٌ عِنْدَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ إِذْ أَتَتْهُ امْرَأَةٌ فَقَالَتْ إِنِّي تَصَدَّقْتُ عَلَى أُمِّي بِجَارِيَةٍ وَإِنَّهَا مَاتَتْ قَالَ فَقَالَ وَجَبَ أَجْرُكِ وَرَدَّهَا عَلَيْكِ الْمِيرَاثُ قَالَتْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّهُ كَانَ عَلَيْهَا صَوْمُ شَهْرٍ أَفَأَصُومُ عَنْهَا قَالَ صُومِي عَنْهَا قَالَتْ "إِنَّهَا لَمْ تَحُجَّ قَطُّ أَفَأَحُجُّ عَنْهَا قَالَ حُجِّي عَنْهَا" ﴾

”ایک دفعہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ آپ ﷺ کے پاس ایک عورت آئی اور اس نے کہا میں نے اپنی والدہ پر ایک لونڈی صدقہ کی تھی لیکن وہ (میری والدہ) فوت ہو گئی۔ راوی نے کہا کہ

---

(۱) [بخاری (۱۹۵۲) كتاب الصوم : باب من مات عليه صوم، مسلم (۱۱٤۷) أحمد (٦٩/٦) أبو داود (۲٤۰۰) بيهقى (۲٥٥/٤) مشكل الآثار (۱٤۰/۳) أبو يعلى (٤٤۱۷) ابن خزيمة (۲۰٥۲) ابن حبان (۳٥۷٤۔ الإحسان) دار قطنى (۱۹٤/۲) بيهقى (۲٥٥/٤) شرح السنة (٥۰۹/۳)]

(۲) [**صحيح** : صحيح ابو داود (۲۸۲۸) كتاب الأيمان والنذور : باب قضاء النذر عن الميت، ابو داود (۳۳۰۷) نسائى (۱۳۰/۲) ترمذى (۳۷٥/۲) بيهقى (۲٥٦/٤) طيالسى (۲۷/۷) أحمد (۱۸۹۳)]

آپ ﷺ نے فرمایا کہ تجھے اجر ضرور ملے گا اور اس نے وہ لونڈی تجھ پر میراث کی صورت میں لوٹا دی ہے۔ پھر اس نے کہا اے اللہ کے رسول! میری والدہ کے ذمے ایک ماہ کے روزے تھے کیا میں اس کی طرف سے روزے رکھوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تو اس کی طرف سے روزے رکھ لے۔ پھر اس نے کہا کہ اس نے کبھی حج نہیں کیا' کیا میں اس کی طرف سے حج کر لوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تو اس کی طرف سے حج کر لے۔"(۱)

⑤ صدقہ کرنا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

﴿ أَنَّ رَجُلًا قَالَ لِلنَّبِيِّ ﷺ إِنَّ أُمِّي افْتُلِتَتْ نَفْسُهَا وَأَظُنُّهَا لَوْ تَكَلَّمَتْ تَصَدَّقَتْ فَهَلْ لَهَا أَجْرٌ إِنْ تَصَدَّقْتُ عَنْهَا قَالَ نَعَمْ ﴾

"ایک آدمی نے نبی کریم ﷺ سے دریافت کیا کہ میری والدہ اچانک فوت ہو گئی ہے اور میرا خیال ہے کہ اگر اسے بات کرنے کا موقع ملتا تو وہ ضرور صدقہ و خیرات کرتی۔ اگر میں اس کی طرف سے صدقہ کروں تو کیا اسے اجر ملے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا' ہاں۔"(۲)

⑥ صدقہ جاریہ

(1) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿إِذَا مَاتَ الْإِنْسَانُ انْقَطَعَ عَنْهُ عَمَلُهُ إِلَّا مِنْ ثَلَاثَةٍ إِلَّا مِنْ صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ أَوْ عِلْمٍ يُنْتَفَعُ بِهِ أَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ يَدْعُو لَهُ ﴾

---

(۱) [مسلم (۱۱۴۹) كتاب الصيام : باب قضاء الصيام عن الميت ' ابو داود (۲۸۷۷) كتاب الوصايا : باب في الرجل يهب الهبة ثم يوصى له بها أو يرثها ' ترمذى (۶۶۷) كتاب الزكاة : باب ما جاء في المتصدق يرث صدقته ' نسائى فى السنن الكبرى (۶۷/۴) ابن ماجة (۱۷۵۹) كتاب الصيام : باب من مات وعليه صيام من نذر' حاكم (۳۴۷/۴) احمد (۳۵۱/۵_۳۶۱)]

(۲) [بخارى (۱۳۸۸) كتاب الجنائز : باب موت الفجأة البغتة ' مسلم (۱۰۰۴) كتاب الزكاة : باب وصول ثواب الصدقة عن الميت إليه' ابن ماجة (۲۷۱۷) كتاب الوصايا : باب من مات ولم يوص هل يتصدق عنه' نسائى (۳۶۵۱) ابن حبان (۳۳۵۳) ابن خزيمة (۲۴۹۹) بيهقى (۲۷۷/۶) مؤطا (۱۴۹۰)]

”جب انسان فوت ہو جاتا ہے تو تین اعمال کے سوا اس کے تمام اعمال منقطع ہو جاتے ہیں:

1- صدقہ جاریہ۔

2- ایسا علم جس سے لوگ فائدہ اٹھاتے ہوں۔

3- نیک و صالح اولاد جو اس کے لیے دعا کرتی رہے۔(۱)

(2) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ إِنَّ مِمَّا يَلْحَقُ الْمُؤْمِنَ مِنْ عَمَلِهِ وَحَسَنَاتِهِ بَعْدَ مَوْتِهِ عِلْمًا عَلَّمَهُ وَنَشَرَهُ وَوَلَدًا صَالِحًا تَرَكَهُ وَمُصْحَفًا وَرَّثَهُ أَوْ مَسْجِدًا بَنَاهُ أَوْ بَيْتًا لِابْنِ السَّبِيلِ بَنَاهُ أَوْ نَهْرًا أَجْرَاهُ أَوْ صَدَقَةً أَخْرَجَهَا مِنْ مَالِهِ فِي صِحَّتِهِ وَحَيَاتِهِ يَلْحَقُهُ مِنْ بَعْدِ مَوْتِهِ ﴾

”مومن آدمی کو وفات کے بعد جن اعمال و حسنات کا ثواب ملتا رہتا ہے ان میں:

1- وہ علم ہے جسے اس نے لوگوں کو سکھایا اور اس کی نشر و اشاعت کی۔

2- نیک اولاد جسے وہ اپنے پیچھے چھوڑ گیا۔

3- قرآن جسے دوسروں کو سکھا کر اس کا وارث بنا گیا۔

4- وہ مسجد یا مسافر خانہ جسے وہ تعمیر کرا گیا۔

5- ایسی نہر جسے وہ جاری کرا گیا

6- اور وہ صدقہ جسے وہ اپنی زندگی میں صحت و تندرستی کی حالت میں نکالتا رہا۔

ان تمام اعمال کا ثواب اسے مرنے کے بعد بھی ملتا رہتا ہے۔“(۲)

⑦ قرض ادا کرنا

والدین یا اولاد کی طرف سے یا کسی بھی مسلمان شخص کی طرف سے قرض کی ادائیگی مرنے کے بعد اسے فائدہ دیتی ہے۔ جیسا کہ حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

---

(۱) [مسلم (۱۶۳۱) كتاب الوصية : باب ما يلحق الإنسان من الثواب بعد الميت' الأدب المفرد للبخاري (۳۸) أبو داود (۲۸۸۰) نسائي (۱۲۹/۲) مشكل الآثار (۸۵/۱) بيهقي (۲۷۸/۶) أحمد (۳۷۲/۲) ابن حبان (۳۰۱٦) بغوی (۱۳۹) نسائي في السنن الكبرى (٦٤٧٨/٤)]

(۲) [حسن : صحيح ابن ماجة (۱۹۸) مقدمه : باب ثواب معلم الناس الخير' ابن ماجة (۲٤۲)]

﴿ كُنَّا جُلُوسًا عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ إِذْ أُتِيَ بِجَنَازَةٍ فَقَالُوا صَلِّ عَلَيْهَا فَقَالَ هَلْ عَلَيْهِ دَيْنٌ قَالُوا لَا قَالَ فَهَلْ تَرَكَ شَيْئًا قَالُوا لَا فَصَلَّى عَلَيْهِ ثُمَّ أُتِيَ بِجَنَازَةٍ أُخْرَى فَقَالُوا يَا رَسُولَ اللّٰهِ صَلِّ عَلَيْهَا قَالَ هَلْ عَلَيْهِ دَيْنٌ قِيلَ نَعَمْ قَالَ فَهَلْ تَرَكَ شَيْئًا قَالُوا ثَلَاثَةَ دَنَانِيرَ فَصَلَّى عَلَيْهَا ثُمَّ أُتِيَ بِالثَّالِثَةِ فَقَالُوا صَلِّ عَلَيْهَا قَالَ هَلْ تَرَكَ شَيْئًا قَالُوا لَا قَالَ "فَهَلْ عَلَيْهِ دَيْنٌ قَالُوا ثَلَاثَةُ دَنَانِيرَ قَالَ صَلُّوا عَلَى صَاحِبِكُمْ قَالَ أَبُو قَتَادَةَ صَلِّ عَلَيْهِ يَا رَسُولَ اللّٰهِ وَعَلَيَّ دَيْنُهُ فَصَلَّى عَلَيْهِ" ﴾

''ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں موجود تھے کہ ایک جنازہ لایا گیا۔ لوگوں نے آپ ﷺ سے عرض کیا کہ اس کی نماز پڑھا دیجئے۔ اس پر آپ ﷺ نے پوچھا' کیا اس پر کوئی قرض ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ نہیں کوئی قرض نہیں ہے۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ میت نے کچھ مال چھوڑا بھی ہے؟ لوگوں نے عرض کیا کہ کوئی مال نہیں چھوڑا۔ آپ ﷺ نے اس کی نماز جنازہ پڑھا دی۔

اس کے بعد ایک دوسرا جنازہ لایا گیا۔ لوگوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! آپ اس کی نماز جنازہ پڑھا دیجئے۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ میت پر کسی کا قرض بھی ہے؟ عرض کیا گیا کہ ہے۔ پھر آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ اس نے کچھ مال بھی چھوڑا ہے؟ لوگوں نے کہا کہ تین دینار چھوڑے ہیں۔ آپ ﷺ نے اس کی بھی نماز جنازہ پڑھا دی۔

پھر تیسرا جنازہ لایا گیا۔ لوگوں نے آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ اس کی نماز پڑھا دیجئے۔ آپ ﷺ نے اس کے متعلق بھی وہی دریافت فرمایا کہ کیا اس نے کوئی مال ترکے میں چھوڑا ہے؟ لوگوں نے کہا کہ نہیں۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ اس پر کسی کا قرض بھی ہے؟ لوگوں نے کہا کہ ہاں تین دینار قرض ہے۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا' پھر تم اپنے ساتھی کی خود ہی نماز جنازہ پڑھ لو۔ ابو قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اے اللہ کے رسول! آپ ﷺ اس کی نماز جنازہ پڑھا دیجئے' اس کا قرض میں ادا کردوں گا۔ پھر آپ ﷺ نے اس کی نماز جنازہ پڑھادی۔'' (۱)

---

(۱) [بخاری (۲۲۸۹) کتاب الحوالات : باب إذا حال دين الميت على رجل جاز' أحمد (۴۷/۴) نسائی (۲۷۸/۱) دارمی (۲۶۳/۲) ابن ماجة (۷۵/۲)]

⑧ صالح اولاد کا ہر نیک عمل

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ لَيْسَ لِلْإِنسَانِ إِلَّا مَا سَعَىٰ ﴾ [النجم: ٣٩]

"انسان کے لیے صرف وہی ہے جس کی اس نے کوشش کی۔"

اور اولاد انسان کی کوشش و کمائی میں سے ہی ہے جیسا کہ حدیث نبوی میں ہے کہ

﴿ إِنَّ مِنْ أَطْيَبِ مَا أَكَلَ الرَّجُلُ مِنْ كَسْبِهِ وَوَلَدُهُ مِنْ كَسْبِهِ ﴾

"بے شک سب سے پاکیزہ چیز جسے انسان کھاتا ہے وہ اس کی (اپنے ہاتھوں کی) کمائی ہے اور اس کی اولاد بھی اس کی کمائی میں سے ہی ہے۔" (١)

اسی طرح ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ إِنَّ الرَّجُلَ لَتُرْفَعُ دَرَجَتُهُ فِي الْجَنَّةِ فَيَقُولُ أَنَّى هَذَا فَيُقَالُ بِاسْتِغْفَارِ وَلَدِكَ لَكَ ﴾

"بلا شبہ اللہ تعالیٰ جنت میں نیک بندے کا درجہ بلند فرماتے ہیں تو بندہ عرض کرتا ہے کہ اے اللہ! یہ درجہ مجھے کیوں دیا گیا؟ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے' یہ درجہ تجھے تیرے لیے تیرے بیٹے کے استغفار کے ذریعے حاصل ہوا ہے۔" (٢)

❏ یہ ہیں وہ چند مسنون اعمال جو فوت شدگان کو ایصالِ ثواب کے لیے شریعتِ اسلامیہ نے ہمیں بتائے ہیں۔ ان کے علاوہ ایسے اعمال جو کتاب و سنت سے ثابت تو نہیں لیکن ایصالِ ثواب کی غرض سے معاشرے میں رواج پا چکے ہیں مثلاً گھروں میں قرآن خوانی کرانا' ختم دلانا' آیت کریمہ پڑھوانا' ہر جمعرات کو گھر یا قبرستان میں مٹھائی وغیرہ تقسیم کرنا اور برسی منانا وغیرہ۔ یہ وہ اعمال ہیں جو دین میں خود ساختہ ایجاد کا مظہر ہیں اور یاد رہے کہ دین میں ہر خود ساختہ چیز بدعت کہلاتی ہے اور بدعات سے بچنے کا اللہ کے رسول ﷺ نے

---

(١) [صحيح: صحيح ابو داود (٣٠١٣) أبو داود (٣٥٢٨) كتاب البيوع: باب في الرجل يا كل من مال ولده' نسائي (٢١١/٢) ترمذي (٢٨٧/٢) دارمي (٢٤٧/٢) ابن ماجة (٢/٢) حاكم (٤٦/٢) طيالسي (٢٠٠٠) أحمد (٤١/٦)]

(٢) [حسن: الصحيحة (١٥٩٨) هداية الرواة (٤٥٥/٢) ابن ماجة (٣٦٦٠) كتاب الأدب: باب بر الوالدين' احمد (٥٠٩/٢)]

نہایت تاکید سے حکم دیا ہے۔ فرمایا:

﴿فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الْمَهْدِيِّينَ الرَّاشِدِينَ تَمَسَّكُوا بِهَا وَعَضُّوا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ وَإِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْأُمُورِ فَإِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ﴾

''تم میری سنت اور میرے ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کے طریقے کو لازم پکڑو اور اسے مضبوطی سے تھامے رکھو اور دین میں نئے نئے ایجاد ہونے والے کاموں سے بچو کیونکہ دین میں ہر نیا کام بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔'' (۱)

لہٰذا ایسی تمام بدعی رسومات سے کنارہ کش ہو کر اپنے والدین یا اولاد کو ثواب پہنچانے کے لیے صرف وہی اعمال اختیار کرنے چاہییں جو مسنون ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین!)

❑ میت کو نفع پہنچانے والے اعمال کی مزید تفصیل کے لیے راقم الحروف کی کتاب ''جنازے کی کتاب'' ملاحظہ فرمائیے۔

(۱) [صحیح : صحیح الجامع الصغیر (۲۵۴۹) صحیح ابو داود' ابو داود (۴۶۰۷) کتاب السنة : باب فی لزوم السنة ' ابن ماجه (۴۲) مقدمة : باب اتباع سنة الخلفاء الراشدین المهدیین ' ترمذی (۲۶۷۶) کتاب العلم : باب ما جاء فی الأخذ بالسنة واجتناب البدع' نسائی (۱۵۷۸) المشکاة (۱۶۵) صحیح الترغیب والترهیب (۳۷) کتاب السنة : باب الترغیب فی اتباع الکتاب والسنة ' السلسلة الصحیحة (۹۳۷)]

باب المسائل المتفرقة — متفرق مسائل کا بیان

عطیہ وہدیہ وغیرہ دینے میں اولاد کے درمیان عدل کرنا واجب ہے

(1) حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

﴿ أَنَّ أَبَاهُ أَتَى بِهِ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ إِنِّي نَحَلْتُ ابْنِي هَذَا غُلَامًا فَقَالَ أَكُلَّ وَلَدِكَ نَحَلْتَ مِثْلَهُ قَالَ لَا قَالَ فَارْجِعْهُ ﴾

"ان کے والد انہیں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لائے اور عرض کیا کہ میں نے اپنے اس بیٹے کو ایک غلام بطور ہدیہ دیا ہے۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کیا ایسا ہی غلام اپنے دوسرے لڑکوں کو بھی دیا ہے؟ انہوں نے کہا کہ نہیں' تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ پھر (اس سے بھی) واپس لے لو۔"

(2) ایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْدِلُوا بَيْنَ أَوْلَادِكُمْ ﴾

"اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اپنی اولاد کے درمیان عدل کرو۔" (۱)

(3) حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے مروی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے تین مرتبہ فرمایا:

﴿ اعْدِلُوا بَيْنَ أَوْلَادِكُمْ ﴾

"اپنی اولاد کے درمیان انصاف کرو۔" (۲)

(امام ابن قیمؒ) حدیث میں حکم وجوب کے لیے ہے اور اُن حضرات کا قول انتہائی تعجب خیز ہے جو کہتے ہیں کہ یہ حکم وجوب کے لیے نہیں بلکہ استحباب کے لیے ہے۔ (۳)

---

(۱) [بخاری (۲۵۸۶، ۲۵۸۷) کتاب الهبة وفضلها والتحريض عليها : باب الهبة للولد ' مسلم (۱۶۲۳) كتاب الهبات : باب كراهة تفضيل بعض الأولاد فى الهبة ' احمد (۲۶۸/٤) مؤطا (۷۵۱/۲) ترمذی (۱۳٦۷) كتاب الأحكام : باب ما جاء فى النحل والتسوية بين الأولاد ' ابن ماجة (۲۳۷٦) كتاب الأحكام : باب الرجل ينحل ولده ' حمیدی (٤۱۱/۲) شرح معانى الآثار (۸٤/٤) دار قطنی (٤۲/۳) بیهقی (۱۷٦/٦) شرح السنة (٤۲۵/٤)]

(۲) [**صحيح** : صحيح ابو داود (۳۰۲۸) كتاب البيوع : باب فى الرجل يفضل بعض ولده فى النحل ' ابو داود (۳۵٤٤) نسائی (۲٦۲/٦) احمد (۲۷۵/٤)]

(۳) [تحفة المودود (ص / ۲۰۰) أعلام الموقعين (۳۲۹/۲) اغاثة اللهفان (٥٤٠/١)]

(امام بخاریؒ) فرماتے ہیں کہ اپنے بعض لڑکوں کو اگر (کسی نے) کوئی چیز بطورِ ہبہ دی تو جب تک انصاف کے ساتھ تمام لڑکوں کو برابر نہ دے یہ ہبہ جائز نہیں ہو گا۔(۱)

(شیخ ابن بازؒ) اولاد میں سے بعض کو بعض دوسروں پر فضیلت دینا منع ہے اور ان کے درمیان عدل کرنا واجب ہے خواہ وہ لڑکے ہوں یا لڑکیاں۔(۲)

(شیخ ابن عثیمینؒ) انسان کے لیے جائز نہیں کہ وہ اپنی اولاد میں سے ایک کو دوسرے پر فضیلت دے۔(۳)

(شیخ ابن جبرین) والد پر لازم ہے کہ وہ اپنی اولاد کے درمیان عدل وانصاف سے کام لے اور ان میں سے کسی کو بھی کسی دوسرے پر کچھ دینے 'نہ دینے' کوئی ہدیہ وعطیہ وغیرہ عطا کرنے میں فضیلت نہ دے۔(٤)

معلوم ہوا کہ والد پر واجب ہے کہ وہ اپنی ساری اولاد کے درمیان عدل کرے۔ اگر ایک کو کچھ دے تو باقی بیٹوں یا بیٹیوں کو بھی وہ چیز دے ورنہ ایک کو بھی نہ دے اور اگر والد ایسا نہیں کرتا بلکہ اپنے بعض بچوں کو بعض دوسروں پر فوقیت وفضیلت دیتا ہے تو بلاشبہ روزِ قیامت بارگاہِ الٰہی میں اس کا جواب دہ ہو گا۔

اگر کوئی بچہ زیادہ فرمانبردار ہو تو کیا والد اسے دوسرے بچوں سے زیادہ دے سکتا ہے؟

(شیخ ابن بازؒ) کسی نے دریافت کیا کہ کچھ بچے اپنے والدین کے ساتھ حسن سلوک اور صلہ رحمی کرنے میں دوسروں سے امتیاز رکھتے ہیں' جس کی وجہ سے والد بھی اس کے ساتھ حسن سلوک اور عطیہ وتحائف دینے میں خصوصی معاملات کرتا ہے کیونکہ اس نے بھی اپنے والد کے ساتھ صلہ رحمی میں ممتاز حیثیت رکھی ہے' تو کیا اس امتیاز کی بنا پر اس کی صلہ رحمی کے عوض اسے تحفہ اور عطیہ دینے میں خصوصی رعایت دینا عدل وانصاف ہے؟

شیخ نے جواب دیا:

اس میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ اولاد میں سے کچھ بچے بہتر اور اچھے ہوتے ہیں اور اس کا علم بھی ہر ایک کو ہے' لیکن اس وجہ سے والد کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ کسی کو دوسرے پر ترجیح دے بلکہ اسے نبی

---

(۱) [بخاری (قبل الحدیث/ ۲۵۸٦)]

(۲) [الفتاوی الجامعة للمرأة المسلمة (۳/ ۱۱۵-۱۱٦)]

(۳) [فتاوی اسلامية (۳/ ۳۰)]

(٤) [فتاوی المرأة المسلمة (ص/ ۹۳۵)]

کریم ﷺ کے فرمان پر عمل کرتے ہوئے عدل وانصاف کا مظاہرہ کرنا چاہیے۔ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

﴿ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْدِلُوا بَيْنَ أَوْلَادِكُمْ ﴾

"اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اپنی اولاد کے درمیان عدل کرو۔" (۱)

لہٰذا والد کے لیے جائز نہیں کہ وہ کسی ایک بچے کو دوسرے سے امتیازی حیثیت دیتا ہوا اس کے ساتھ دوسرے سے بہتر سلوک کرے' بلکہ واجب یہ ہے کہ وہ اولاد میں سب کے ساتھ عدل وانصاف سے کام لے بلکہ اسے سب کو نصیحت کرنی چاہیے' تاکہ وہ نیکی و حسن سلوک اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کریں۔

لیکن اسے عطیہ دینے میں کسی بھی بچے کے درمیان فضیلت سے کام نہیں لینا چاہیے اور نہ ہی وہ بعض کے لیے وصیت کرے اور بعض کو کچھ نہ دے' بلکہ وہ سب وراثت میں برابر کے شریک ہیں اور انہیں عطیہ ومیراث میں سے حصے ملیں گے جو شریعتِ اسلامیہ نے ان کے لیے مقرر کر دیئے ہیں' اُسے ان کے مابین عدل سے کام لینا ہو گا جیسا کہ شریعتِ اسلامیہ میں موجود ہے لہٰذا مرد کو عورت سے دُگنا ملے گا۔

اگر وہ بیٹوں کو ایک ہزار دے تو بیٹی کو پانچ سو ملے گا اور اگر وہ عقل مند' ہوشیار اور بالغ ہوتے ہوئے ایک دوسرے کو معاف کر دیں اور واضح طور پر اجازت دیں کہ ہمارے بھائی کو اتنا دے دو تو کوئی حرج نہیں۔ لہٰذا اگر بغیر کسی چھپاؤ اور خوف وخدشہ کے کہتے ہیں کہ ہماری طرف سے آپ اسے گاڑی یا فلاں چیز دے سکتے ہیں تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

مقصد یہ ہے کہ عدل وانصاف کی کوشش کرنی چاہیے' لیکن جب اولاد عاقل وبالغ ہو خواہ بیٹے ہوں یا بیٹیاں اور وہ کسی ایک کو کسی خاص سبب کی بنا پر کوئی چیز دینے کی اجازت دے دیں تو اس میں کوئی حرج نہیں' یہ ان کا حق ہے۔ (۲)

کیا والد اپنے بیٹے کو دیا ہوا عطیہ واپس لے سکتا ہے؟

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ لَا يَحِلُّ لِرَجُلٍ أَنْ يُعْطِيَ عَطِيَّةً أَوْ يَهَبَ هِبَةً فَيَرْجِعَ فِيهَا إِلَّا الْوَالِدَ فِيمَا يُعْطِي وَلَدَهُ وَمَثَلُ الَّذِي يُعْطِي الْعَطِيَّةَ ثُمَّ يَرْجِعُ فِيهَا كَمَثَلِ الْكَلْبِ يَأْكُلُ فَإِذَا شَبِعَ قَاءَ ثُمَّ عَادَ فِي قَيْئِهِ ﴾

---

(۱) [بخاری (۲۵۸۷) کتاب الهبة وفضلها والتحريض عليها : باب الهبة للولد]

(۲) [مجموع الفتاوی لابن باز (۲۳۴/۹)]

''کسی بھی آدمی کے لیے حلال نہیں کہ وہ (کسی کو) کوئی عطیہ دے یا کوئی چیز ہبہ کرے' پھر اسے واپس لے' البتہ والد اپنے بیٹے کو دیا ہوا عطیہ واپس لے سکتا ہے۔ ایسے شخص کی مثال جو عطیہ دے کر واپس لیتا ہے اُس کتے کی مانند ہے جو کھاتا ہے اور جب سیر ہو جاتا ہے تو قے کر دیتا ہے اور پھر اپنی قے کو چاٹ لیتا ہے۔'' (۱)

(شیخ ابن بازؒ) جب عطیہ واپس لینے میں کوئی مصلحت ہو اور بیٹا اسے واپس کرنے کی استطاعت بھی رکھتا ہو تو ایسا کرنا جائز ہے (یعنی اس صورت میں والد اپنے بیٹے کو دیا ہوا عطیہ واپس لے سکتا ہے)۔ (۲)

باپ کی حرام کمائی سے کھانا

(شیخ ابن عثیمینؒ) اگر والد کی کمائی حرام ہو تو اسے نصیحت کرنی واجب ہے' اگر استطاعت ہو تو خود اسے نصیحت کریں یا پھر اہل علم کے تعاون سے اسے نصیحت کروائیں اور اسے اس کے حرام ہونے کا یقین دلوائیں' یا پھر اپنے دوست احباب کا تعاون حاصل کریں جو اسے مطمئن کر سکیں تاکہ وہ اس حرام کمائی سے بچ جائے۔ اور اگر ایسا نہ ہو سکے تو پھر تمہارے لیے ضرورت کے مطابق وہ مال کھانا جائز ہے اور اس حالت میں اس کا تم پر کوئی گناہ نہیں' مگر یہ صحیح نہیں کہ تم اس مال کو جائز سمجھتے ہوئے اپنی ضرورت سے بھی زیادہ لے لو۔ (۳)

کیونکہ اگر کوئی ضرورت سے زیادہ حرام مال سے کھائے گا تو درج ذیل احادیث کا مصداق ٹھہرے گا:

(1) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿أَيُّهَا النَّاسُ ! "إِنَّ اللَّهَ طَيِّبٌ لَا يَقْبَلُ إِلَّا طَيِّبًا" وَإِنَّ اللَّهَ أَمَرَ الْمُؤْمِنِينَ بِمَا أَمَرَ بِهِ الْمُرْسَلِينَ فَقَالَ "**يَاأَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا إِنِّي بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ**" وَقَالَ "**يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُلُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ**" ثُمَّ ذَكَرَ الرَّجُلَ يُطِيلُ السَّفَرَ أَشْعَثَ أَغْبَرَ يَمُدُّ يَدَيْهِ إِلَى السَّمَاءِ يَا رَبِّ يَا رَبِّ وَمَطْعَمُهُ حَرَامٌ وَمَشْرَبُهُ حَرَامٌ وَمَلْبَسُهُ

---

(۱) [**صحیح** : صحیح ابو داود ' ابو داود (۳۵۳۹) كتاب الاجارة : باب الرجوع فى الهبة ' ابن ماجه (۲۳۷۷) كتاب الهبات : باب من أعطى ولده ثم رجع فيه ' نسائى (۳٦۹۰) كتاب الهبة : باب رجوع الوالد فيما يعطى ولده ' ترمذى (۱۲۹۸) كتاب البيوع : باب ما جاء فى الرجوع فى الهبة ' ارواء الغليل (۱٦۲٤) صحيح الجامع الصغير (۷٦۵۵) صحيح الترغيب (۲٦۱۲)]

(۲) [مجموع الفتاوى لابن باز (۹/۳۰۰)]

(۳) [فتاوى اسلامية (۳/٤۵۲)]

حَرَامٌ وَغُذِيَ بِالْحَرَامِ فَأَنَّى يُسْتَجَابُ لِذَلِكَ ﴾

"اے لوگو! بے شک اللہ تعالیٰ پاک ہے اور صرف پاک چیز کو ہی قبول کرتا ہے اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو بھی وہی حکم دیا ہے جو رسولوں کو دیا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ "اے رسولو! پاکیزہ اشیاء سے کھاؤ اور نیک عمل کرو' یقیناً میں جانتا ہوں جو تم عمل کرتے ہو۔" اور (ایک دوسرے مقام پر) فرمایا کہ "اے ایمان والو! پاکیزہ رزق میں سے کھاؤ جو ہم نے تمہیں دیا ہے۔" پھر آپ ﷺ نے ایک ایسے آدمی کا ذکر کیا جو طویل سفر کرتا ہے' اس کے بال پراگندہ ہیں' (جسم) غبار آلود ہے' وہ آسمان کی طرف اپنے ہاتھ پھیلاتا ہے (اور کہتا ہے کہ) اے میرے رب! اے میرے رب! لیکن اس کا کھانا بھی حرام کا ہے' اس کا پینا بھی حرام ہے' اس کا لباس بھی حرام کا ہے اور اسے غذا بھی حرام کی دی جاتی ہے تو اس کی دعا کیسے قبول کی جائے۔"(۱)

(2) حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ إِنَّهُ لَا يَرْبُو لَحْمٌ نَبَتَ مِنْ سُحْتٍ إِلَّا كَانَتِ النَّارُ أَوْلَى بِهِ ﴾

"(جسم کا) جو گوشت بھی حرام سے اُگتا ہے آگ اس کی زیادہ مستحق ہے (یعنی وہ آگ میں جائے گا)۔"(۲)

زندگی میں جائیداد کی تقسیم

اگر کوئی شخص کسی وجہ سے اپنی زندگی میں ہی اپنی کل جائیداد بچوں میں تقسیم کرنے کا ارادہ رکھتا ہو تو اسے اولاً یہ یاد رکھنا چاہیے کہ وہ کل کو خود بھی اس مال کا محتاج ہو سکتا ہے جو وہ اپنی زندگی میں ہی تقسیم کرنے پر تلا ہوا ہے اور پھر عین ممکن ہے کہ کوئی بچہ بھی اس کا سہارا بننے کو تیار نہ ہو۔ اس لیے زیادہ مناسب یہی ہے کہ زندگی میں اپنی کل جائیداد تقسیم نہ کی جائے۔

دوسری بات یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی زندگی میں اپنی کل یا بعض جائیداد تقسیم کرتا بھی ہے تو یہ وراثت کے اُصولوں پر نہیں بلکہ ہبہ کے قوانین کے مطابق تقسیم کی جائے گی۔ کیونکہ وراثت صرف وہ مال

---

(۱) [مسلم (۱۰۱۵) کتاب الزکاة : باب قبول الصدقة من الکسب الطیب وتربیتها ' ترمذی (۲۹۸۹) کتاب تفسیر القرآن : باب ومن سورة البقرة ' احمد (۸۳۵۶)]

(۲) [صحیح : صحیح ترمذی (۶۱۴) کتاب الصلاة : باب ما ذکر فی فضل الصلاة ' صحیح الجامع الصغیر (۴۵۱۹) صحیح الجامع الصغیر (۸۶۷)]

ہے جو وفات کے بعد کوئی اپنے پیچھے چھوڑ جاتا ہے۔ جیسا کہ قرآن میں ہے کہ

﴿لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالأَقْرَبُونَ وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالأَقْرَبُونَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ أَوْ كَثُرَ نَصِيبًا مَّفْرُوضًا﴾ [النساء: ۷]

"مردوں کے لیے اس میں سے حصہ ہے جسے والدین اور قریبی رشتہ داروں نے چھوڑا ہے اور عورتوں کے لیے بھی اس میں سے حصہ ہے جو والدین یا قریبی رشتہ داروں نے چھوڑا ہے' وہ کم ہو یا زیادہ' یہ حصہ (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) مقرر کردہ ہے۔"

اس آیت میں مذکور یہ الفاظ "جسے والدین اور قریبی رشتہ داروں نے چھوڑا ہے" اس بات کا واضح ثبوت ہیں کہ وراثت کا مال صرف وہ ہے جسے فوت ہونے والا پیچھے چھوڑ جائے لہٰذا صرف اسی مال کی تقسیم اُصولِ میراث کے طریق پر ہوگی۔ اور اگر کوئی شخص اپنی زندگی میں ہی اپنی جائیداد کی تقسیم وراثت کے اصولوں پر کرتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کا نافرمان ہے۔

زندگی میں بچوں کے درمیان تقسیم کی جانے والی جائیداد ہبہ کہلائے گی اور اولاد کو کوئی بھی چیز ہبہ کرنے کا اُصول یہ ہے کہ جو چیز ایک کو دی جائے وہی چیز باقی سب بچوں کو بھی دی جائے اور اگر اتنی استطاعت نہ ہو تو ایک کو بھی نہ دی جائے۔(۱)

البتہ اتنی گنجائش ضرور ہے کہ اگر کوئی بچہ زیادہ تنگدست' غریب اور محتاج ہو تو باقی بچوں کے مشورے اور اجازت و رضامندی سے اسے دوسروں سے زیادہ دیا جاسکتا ہے۔ کیونکہ یہ ان کا حق ہے اور جب وہ اپنا حق اس کے لیے خود چھوڑنے پر تیار ہو جائیں تو اس میں کوئی مانع نہیں۔

نافرمان اولاد کو عاق کرنا

اولاد جتنی بھی نافرمان ہو اسے عاق کرنا یعنی وراثت سے محروم کرنا ایک غیر شرعی طریقہ ہے' اسلام میں اس کا کوئی تصور موجود نہیں' شریعت میں جس کسی کا جو حصہ مقرر کر دیا گیا ہے اسے کوئی ختم نہیں کر سکتا حتی کہ خود والد بھی اس حق سے تہی دامن ہے۔ لیکن اس کا مطلب یہ بھی نہیں اولاد کی نافرمانی انہیں کچھ نقصان نہیں دے گی خواہ وہ نافرمانی میں جتنے بھی بڑھتے جائیں' بلکہ اولاد اگر والدین کی نافرمان ہے تو انہیں

---

(۱) [اس کے دلائل کے لیے اسی باب کا پہلا مسئلہ ملاحظہ فرمائیے۔]

اس کی سزا آخرت کے ساتھ ساتھ دنیا میں بھی بھگتنا ہوگی اور وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں والدین کی نافرمانی کی وجہ سے گناہ گار ضرور ہوں گے۔ لیکن ان کے گناہگار ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ وراثت سے ہی محروم کر دیئے جائیں۔ شریعت کی نظر میں وراثت سے محرومی صرف اس وجہ سے ہو سکتی ہے کہ بچے کا دین باپ کے دین سے مختلف ہو یعنی بچہ کافر اور باپ مسلمان ہو یا باپ کافر اور بچہ مسلمان ہو' اسی طرح اس وجہ سے کہ بچے نے باپ کو قتل کیا ہو۔ اس کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ لَا يَرِثُ الْمُسْلِمُ الْكَافِرَ وَلَا الْكَافِرُ الْمُسْلِمَ ﴾

''نہ تو کوئی مسلمان کسی کافر کا وارث بن سکتا ہے اور نہ کوئی کافر کسی مسلمان کا۔''(۱)

(2) حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ لَا يَتَوَارَثُ أَهْلُ مِلَّتَيْنِ شَتَّى ﴾

''دو مختلف دین والے ایک دوسرے کے وارث نہیں بن سکتے۔''(۲)

(3) حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ وَلَا يَرِثُ الْقَاتِلُ شَيْئًا ﴾

''قاتل کسی چیز کا وارث نہیں بن سکتا۔''(۳)

---

(۱) [بخاری (٦٧٦٤) کتاب الفرائض : باب لا یرث المسلم الکافر ' مسلم (١٦١٤) کتاب الفرائض : باب ' ابو داود (٢٩٠٩) کتاب الفرائض : باب هل یرث المسلم الکافر ' ترمذی (٢١٠٧) کتاب الفرائض : باب ما جاء فی ابطال المیراث بین المسلم والکافر ' ابن ماجه (٢٧٢٩) کتاب الفرائض : باب میراث أهل الاسلام من أهل الشرك ' مؤطا (٥١٩/٢) طیالسی (١٤٣٥) مسند احمد (٢٠٠/٥) بیهقی (٢١٧/٦) دارقطنی (٦١/٤)]

(۲) [حسن صحیح : صحیح ابو داود ' ابو داود (٢٩١١) کتاب الفرائض : باب هل یرث المسلم الکافر ' ابن ماجه (٢٧٣١) کتاب الفرائض : باب میراث أهل الاسلام من أهل الشرك ' ترمذی (٢١٠٨) کتاب الفرائض : باب لا یتوارث أهل ملتین ' المشکاة (٣٠٤٦) ارواء الغلیل (١٦٦٨) مسند احمد (١٧٨/٢) دارقطنی (٧٥/٤)]

(۳) [حسن : صحیح ابو داود ' ابو داود (٤٥٦٤) کتاب الدیات : باب دیات الأعضاء ' صحیح الجامع الصغیر (٥٤٢١) المشکاة (٣٥٠٠)]

بے نماز بیٹے کو وراثت سے محروم کرنا

اگر والد کی وفات تک بے نماز بیٹا خالص توبہ کر کے نماز کی پابندی شروع نہیں کرتا تو وراثت سے اسے کوئی حصہ نہیں ملے گا' کیونکہ وہ بے نماز ہونے کی وجہ سے دائرہ اسلام سے خارج ہے اور جو دائرہ اسلام سے خارج ہو وہ کسی بھی مسلمان کا وارث نہیں بن سکتا۔ ارشادِ نبوی ہے کہ

"نہ تو کوئی کافر کسی مسلمان کا وارث بن سکتا ہے اور نہ ہی کوئی مسلمان کسی کافر کا۔"(۱)

بیٹی کو اس لیے وراثت سے حصہ نہ دینا کہ کہیں اس کا شوہر نہ لے لے

(سعودی مجلس افتاء) کسی نے دریافت کیا کہ بعض لوگ اس خوف سے اپنی بیٹی کو وراثت سے حصہ نہیں دیتے کہ کہیں بیٹی کا حصہ اس کا خاوند نہ لے لے' کیا ایسا کرنا جائز ہے؟

تو مجلس افتاء نے جواب دیا کہ

اللہ تعالیٰ نے سورۂ نساء میں ہر وارث کا حصہ بیان کیا ہے' ان ورثاء میں بیٹیاں بھی شامل ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ہر حق دار کو اس کا حق ادا کرنے کی وصیت کی ہے اور میراث کی پہلی آیت ختم کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿تِلْكَ حُدُودُ اللّٰهِ وَمَن يُطِعِ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ يُدْخِلْهُ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا وَذَلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ' وَمَن يَعْصِ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ وَيَتَعَدَّ حُدُودَهُ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيهَا وَلَهُ عَذَابٌ مُّهِينٌ﴾ [النساء: ١٣-١٤]

"یہ اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدیں ہیں' اور جو کوئی بھی اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرے گا اللہ تعالیٰ اسے جنتوں میں داخل کرے گا' جن کے نیچے سے نہریں جاری ہوں گی' جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔ اور جو کوئی بھی اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا اور اس کی مقرر کردہ حدوں سے تجاوز کرے گا اللہ تعالیٰ اسے جہنم میں ڈالے گا جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے رہے گا' ایسوں کے لیے ہی ذلت ورسوائی والا عذاب ہے۔"

اور اللہ تعالیٰ نے سورۂ نساء کی آخری آیت ختم کرتے ہوئے فرمایا:

---

(۱) [صحیح: ارواء الغلیل (١٦٧٥) صحیح الجامع الصغیر (٧٦٨٥)]

﴿ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ أَن تَضِلُّوا وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴾ [النساء : ١٧٦]

"اللہ تعالیٰ تمہارے لیے بیان فرمارہا ہے کہ ایسا نہ ہو کہ تم بہک جاؤ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز سے واقف ہے۔"

لہٰذا جس کسی نے بھی بیٹی یا کسی اور کو (کسی وجہ سے بھی) اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ حق سے اس کی (دلی) رضامندی کے بغیر محروم رکھا تو اس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی' اپنی خواہشات کی پیروی کی' اس پر مبغوض عصبیت اور جاہلی حمیت کا غلبہ ہے اور اگر اس نے توبہ نہ کی اور حق داروں (خواہ بیٹے ہوں یا بیٹیاں) کو ان کے حق نہ دیئے تو اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی توفیق بخشنے والا ہے۔(١)

اگر کسی کو کوئی لاوارث بچہ ملے تو وہ کیا کرے؟

(شیخ صالح بن فوزانؒ) گمشدہ لاوارث بچے کے احکام کا لقطہ یعنی گمشدہ اشیاء کے احکام سے بہت بڑا تعلق ہے' اس لیے کہ لقطہ گمشدہ اموال کے ساتھ خاص ہے اور لقیط گمشدہ انسان کو کہا جاتا ہے' جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اسلامی احکام ضروریاتِ زندگی اور اس کے ہر مفید شعبے کو شامل ہیں۔

دنیا تو یتیموں' لاوارث بچوں اور بوڑھوں کی دیکھ بھال اور پناہ گزین کیمپوں کے ذریعے سے آج متعارف ہو رہی ہے' لیکن اسلام نے تو آج سے چودہ سو سال قبل ہی اس سے بھی زیادہ اس کی طرف توجہ دلائی اس کے احکام بتائے جن میں لقیط یعنی لاوارث پھینکے ہوئے یا پھر اپنے والدین سے گمشدہ بچے کی دیکھ بھال شامل ہے' ان دونوں حالتوں میں بچے کے نسب کا کوئی علم نہیں ہوتا۔

لہٰذا ہر اس شخص پر جو بھی کسی لاوارث بچے کو پائے واجب ہے کہ وہ اسے حاصل کرے اور اس کی دیکھ بھال اور پرورش کرے۔ یہ دیکھ بھال فرض کفایہ ہے' یعنی کچھ لوگوں کے کرنے سے باقیوں سے ذمہ داری ساقط ہو جاتی ہے' لیکن اگر سب ہی اسے ترک کر دیں اور کوئی بھی اس بچے کو حاصل نہ کرے تو سب گناہگار ہوں گے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَى ﴾ [المائدة : ٢]

"اور نیکی و بھلائی کے کاموں میں ایک دوسرے کا تعاون کرو۔"

تو اس آیت کا عموم لقیط یعنی گمشدہ بچے کو لینے پر دلالت کرتا ہے' اس لیے کہ یہ بھی خیر و بھلائی پر

---

(١) [فتاوى اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والافتاء (٤٩٣/١٦)]

تعاون ہے اور پھر اس بچے کو لینے میں ایک جان کو زندہ کرنا اور جان بچانا بھی ہے اس لیے ایسا کرنا واجب ہے جس طرح ضرورت کے وقت اسے کھانا کھلانا اور ڈوبتے وقت غرق ہونے سے بچانا واجب ہے اسی طرح اسے اٹھانا اور اس کی پرورش و تربیت کرنا بھی واجب ہے۔

لقیط یعنی گمشدہ لاوارث بچہ سب احکام میں آزاد ہے اس لیے کہ اصل چیز تو آزادی ہی ہے اور غلامی تو ایک عارضی چیز ہے اس لیے اگر علم نہ ہو سکے تو غلام نہیں بلکہ وہ آزاد ہوگا اور جو مال اور رقم وغیرہ اس کے پاس ہو یا اس کے ارد گرد سے ملے ظاہر پر عمل کرتے ہوئے وہ اس کی ملکیت ہوگی اور ایسے بچے کو اٹھانے والا اس کا سرپرست ہونے کے ناطے اس پر احسن انداز سے خرچ کرے۔ لیکن اگر اس بچے کے ساتھ اسے کچھ بھی نہ ملے تو اس پر بیت المال سے خرچ کیا جائے گا اس لیے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لاوارث بچہ اٹھانے والے سے کہا تھا:

"جاؤ وہ بچہ آزاد ہے اور اس کی ولاء تجھے حاصل ہے اور اس کا نفقہ و خرچہ ہم (یعنی بیت المال) پر ہوگا۔"

اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا:

"اس کی رضاعت ہمارے ذمہ ہے (یعنی رضاعت کا خرچہ بیت المال برداشت کرے گا)۔"

لہٰذا اٹھانے والے پر نہ تو خرچہ واجب ہے اور نہ ہی اس کی رضاعت' بلکہ یہ بیت المال پر واجب ہوگی' لیکن اگر بیت المال نہ ہو تو مسلمانوں میں سے جسے علم ہو اس پر اس کا خرچہ واجب ہوگا۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ "اور خیر و بھلائی کے کاموں میں ایک دوسرے کا تعاون کرو۔" اور اس لیے بھی کہ اگر اس پر خرچہ نہ کیا جائے تو وہ ہلاک ہو جائے گا اور اس لیے بھی کہ اس پر خرچ کرنا خیر خواہی ہے جس طرح مہمان کی میزبانی کی جاتی ہے اور دینی لحاظ سے اس کا حکم یہ ہے کہ اگر وہ دارالاسلام یا پھر ایسے کافر ملک میں جہاں پر اکثریت مسلمانوں کی ہو تو وہ بچہ مسلمان ہوگا اس لیے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

﴿ كُلُّ مَوْلُودٍ يُولَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ ﴾

"ہر بچے کی پیدائش (اسلامی) فطرت پر ہوتی ہے۔" (۱)

اور اگر وہ بچہ خالصتاً کفار کے ملک میں پایا جائے یا پھر اس ملک میں مسلمانوں کی تعداد قلیل ہو تو ملک کے

---

(۱) [بخاری (۱۳۸۵) کتاب الجنائز : باب ما قیل فی أولاد المشرکین ' احمد (۷۱۸٤) عبد الرزاق (۲۰۰۸۷) طیالسی (۲٤۳۳)]

ماتحت وہ بچہ بھی کافر شمار ہوگا' اسے اٹھانے والا شخص اگر امانت دار ہو تو اس پر اس کی پرورش کی ذمہ داری ہوگی' کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جب علم ہوا کہ ابو جمیلہ صالح شخص ہے تو لاوارث بچے کو اسی کے پاس رکھنے کا فیصلہ فرمایا اور مزید فرمایا کہ ''اس کی ولایت تجھے ہی ملے گی۔'' اس لیے کہ اس نے اسے اٹھانے میں سبقت لی ہے لہٰذا وہی اس کا زیادہ حقدار ہے۔ اور لاوارث بچے کو اٹھانے والا ہی اس کے ساتھ موجود رقم میں سے اس پر خرچ کرے گا اس لیے کہ وہی اس کا ولی ہے اور خرچ کرنے میں معروف اور احسن انداز اختیار کرنا ہوگا۔

اگر لاوارث بچے کو اٹھانے والا پرورش کرنے کا اہل نہ ہو مثلاً وہ کافر یا فاسق ہو تو بچہ مسلمان ہونے کی صورت میں اس کے پاس نہیں رہنے دیا جائے گا' اس لیے کہ کافر و فاسق کی مسلمان پر ولایت ثابت نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ وہ بچے کو دین اسلام سے پھیرنے کا ذریعہ بنے گا۔ اسی طرح اگر بچے کو اٹھانے والا ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونے والا خانہ بدوش ہو تو اس کے پاس بھی بچہ نہیں رہنے دیا جائے گا اس لیے کہ اس میں بچے کے لیے تکلیف اور تنگی ہے۔ لہٰذا بچہ اس سے حاصل کر کے شہر میں رکھا جائے گا کیونکہ بچے کا شہر میں رہنا اس کے دین و دنیا دونوں کے لیے بہتر ہے اور بچے کے خاندان اور نسب کو تلاش کرنے میں زیادہ آسان ہے۔

لاوارث بچے کی اگر (بعد میں) کوئی اولاد نہ ہو تو اس کی وراثت اور اسی طرح اگر اس پر کوئی شخص جرم کرے تو اس کی دیت دونوں چیزیں بیت المال کی ہوں گی' اور اگر اس کی بیوی ہو تو اسے چوتھا حصہ ملے گا...... اور اگر کوئی مرد یا عورت یہ اقرار کرے کہ لاوارث بچہ اس کا ہے تو بچہ اس کی طرف ہی منسوب ہوگا' اس لیے کہ بچے کی مصلحت اسی میں ہے کہ اس کا نسب مل جائے اور اس کا کسی دوسرے کو کوئی نقصان نہیں' لیکن شرط یہ ہے کہ اس کے نسب کا دعویٰ کرنے والا منفرد شخص ہو اور یہ بھی ممکن ہو کہ بچہ اسی کا ہے۔

لیکن اگر اس کے نسب کا دعویٰ کرنے والے ایک سے زیادہ ہوں تو صاحبِ دلیل کو مقدم کیا جائے گا اور اگر ان میں سے کسی ایک کے پاس بھی دلیل نہ ہو یا پھر دلائل آپس میں تعارض رکھتے ہوں تو بچے کو ان کے ساتھ قیافہ شناس پر پیش کیا جائے گا اور پھر قیافہ شناس بچے کو جس کے ساتھ ملحق کرے گا بچہ اسی کی طرف منسوب ہوگا۔ اس لیے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی صحابہ کرام کی موجودگی میں یہی فیصلہ کیا تھا اور اس لیے بھی کہ قیافہ شناس لوگ قوم میں سب سے زیادہ نسب کو جانتے ہیں اور اس میں صرف ایک قیافہ شناس ہی کافی ہوگا اور اس میں یہ شرط ہے کہ قیافہ شناس مرد ہو' عادل ہو اور اس کے قیافہ کے صحیح ہونے کا

(پہلے) تجربہ بھی کیا جا چکا ہو۔(۱)

ماں کا بچوں کو بعض کاموں سے روکنے کے لیے قسمیں دینا

(شیخ ابن باز) کسی عورت نے دریافت کیا کہ میرے بچے ہیں' میں اکثر اوقات انہیں قسم دیتی رہتی ہوں کہ وہ یوں نہ کریں مگر وہ میرا حکم تسلیم نہیں کرتے' کیا اس حالت میں مجھ پر کفارہ واجب ہوگا؟

شیخ نے جواب دیا کہ

جب آپ اپنی اولاد یا کسی اور کو ارادتاً و قصداً کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے کی قسم دیں اور وہ اس پر عمل نہ کریں تو آپ پر قسم کا کفارہ واجب ہوگا' کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللَّهُ بِاللَّغْوِ فِي أَيْمَانِكُمْ وَلَكِن يُؤَاخِذُكُم بِمَا عَقَّدتُّمُ الْأَيْمَانَ فَكَفَّارَتُهُ إِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسَاكِينَ مِنْ أَوْسَطِ مَا تُطْعِمُونَ أَهْلِيكُمْ أَوْ كِسْوَتُهُمْ أَوْ تَحْرِيرُ رَقَبَةٍ فَمَن لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ ذَٰلِكَ كَفَّارَةُ أَيْمَانِكُمْ إِذَا حَلَفْتُمْ وَاحْفَظُوا أَيْمَانَكُمْ كَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ﴾ [المائدة : ۸۹]

"اللہ تعالیٰ تم سے تمہاری لغو قسموں پر مؤاخذہ نہیں کرے گا' لیکن جن قسموں کو تم مضبوط کر چکے ہو ان پر تم سے مؤاخذہ کرے گا۔ سو اس کا کفارہ دس مسکینوں کو درمیانے درجے کا کھانا کھلانا ہے جو تم اپنے گھر والوں کو کھلایا کرتے ہو' یا انہیں کپڑے دینا یا غلام آزاد کرنا ہے لیکن جو شخص اس کی طاقت نہ رکھتا ہو تو اس پر تین دن کے روزے ہیں۔ یہ تمہاری قسموں کا کفارہ ہے جبکہ تم قسم اٹھاؤ اور اپنی قسموں کی حفاظت کرو۔"

اسی طرح اگر آپ کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے کے بارے میں قسم اٹھائیں پھر دیکھیں کہ مصلحت اس میں نہیں بلکہ دوسرے کام میں ہے تو ایسی قسم کے توڑ دینے میں کوئی حرج نہیں' ہاں اس کا کفارہ ادا کرنا واجب ہوگا کیونکہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

"جب تو قسم اٹھائے پھر اس کام کے مقابلے میں دوسرے کام کو بہتر سمجھے تو قسم کا کفارہ ادا کر کے بہتر کام کر لے۔"(۲)

---

(۱) [الملخص الفقهي للشيخ صالح آل فوزان (ص / ۱۵۵)]

(۲) [دیکھئے: فتاوی برائے خواتین' مطبوعہ دارالسلام (ص / ۴۰۲)]

کیا ماں کی غفلت کے باعث بچے کی موت قابل سزا جرم ہے؟

(سعودی مجلس افتاء) کسی نے دریافت کیا کہ ایک عورت کے پاس اس کی دو سالہ بچی بیٹھی ہوئی تھی' اس کے پاس ہی قہوہ دانی اور چائے دانی پڑی تھی' بچی کھیلنے لگی جبکہ اس کی ماں بچی سے دوسری جانب متوجہ ہو کر کپ دھونے لگی۔ بچی اچانک قہوہ دانی کے پاس پہنچی اور اسے پکڑ لیا وہ اس کے اوپر گر گئی۔ قہوہ انتہائی گرم تھا۔ جب بچی گری تو قہوہ اس کی انتڑیوں کے اندر تک اتر گیا جس کے چوبیس گھنٹے بعد بچی دم توڑ گئی۔ خاتون یہ پوچھنا چاہتی ہے' کیا اس پر کفارہ واجب ہے؟ اگر ہے تو کتنا؟

تو مجلس افتاء نے جواب دیا کہ

سائلہ اصل حالات وواقعات سے بخوبی آگاہ ہے' اگر ظن غالب کی رو سے بچی کی موت میں اس کی کوتاہی کا عمل دخل ہے تو اس پر کفارہ ادا کرنا واجب ہے' جو کہ گردن آزاد کرنا ہے اور اگر یہ ناممکن ہو تو مسلسل دو ماہ روزے رکھنے ہوں گے۔(۱)

کیا ماں کو زکوٰۃ دینا جائز ہے؟

(شیخ ابن بازؒ) کسی نے دریافت کیا کہ کیا کوئی شخص اپنی ماں کو زکوٰۃ دے سکتا ہے؟ تو شیخ نے جواب دیا کہ

مسلمان شخص اپنے والدین یا اولاد کو زکوٰۃ نہیں دے سکتا۔ اگر وہ صاحبِ استطاعت ہے تو اپنے ضرورت مند والدین اور بچوں پر اپنے ذاتی مال سے خرچ کرے۔ اور اللہ ہی توفیق دینے والا ہے۔(۲)

والدین کو زکوٰۃ دینے کی ایک جائز صورت (فتویٰ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ)

(ابن تیمیہؒ) والدین اور اولاد کو زکوٰۃ کا مال دینا اس وقت جائز ہے جبکہ وہ فقیر ہوں اور یہ شخص ان کے نفقہ سے عاجز ہو۔(۳)

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں کہ

والدین اگر مقروض ہوں یا مکاتب ہوں تو اس صورت میں زیادہ ظاہر یہ ہے کہ انہیں زکوٰۃ دینا جائز

---

(۱) [أيضا]

(۲) [أيضا (ص/ ۱٤٠)]

(۳) [الاختيارات الفقهية (ص/٦١-٦٢)]

ہے۔اور اگر والدین فقیر ہوں اور یہ ان کے نفقہ سے عاجز ہو تو زیادہ قوی بات یہی ہے کہ وہ اس حال میں انہیں زکوٰۃ دے سکتا ہے۔(۱)

کیا آدمی اپنی جوان بیٹی کا بوسہ لے سکتا ہے؟

(شیخ ابن بازؒ) کسی نے دریافت کیا کہ کیا آدمی کے لیے اپنی بیٹی کا بوسہ لینا جائز ہے جبکہ وہ بڑی ہو چکی ہو اور سن بلوغت سے متجاوز ہو' قطع نظر اس سے کہ شادی شدہ ہو یا غیر شادی شدہ ہو اور بوسہ رخساروں پر لیا جائے یا ہونٹوں پر اور اگر بیٹی باپ کے ان مقامات پر بوسہ لیتی ہے تو کیا حکم ہے؟

شیخ نے جواب دیا کہ

اس میں کوئی حرج نہیں کہ آدمی بغیر شہوت کے اپنی بڑی بیٹی کا بوسہ لے یا چھوٹی کا'البتہ بیٹی بڑی ہو تو صرف رخساروں پر بوسہ لیا جا سکتا ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے کہ انہوں نے اپنی بیٹی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ان کے رخسار پر بوسہ لیا اور چونکہ ہونٹوں پر بوسہ لینا جنسی شہوت اُبھارنے کا سبب بن سکتا ہے اس لیے اس کا ترک کرنا ہی اولیٰ و بہتر اور زیادہ باعثِ احتیاط ہے۔ اسی طرح بیٹی کے لیے بھی اپنے باپ کے ناک یا سر کا بوسہ لینا جائز ہے بشرطیکہ شہوت کے ساتھ نہ ہو اور اگر شہوت کے ساتھ ہو گا تو فتنہ کے مادے کو مٹانے اور فحاشی تک پہنچانے والے ذرائع کو بند کرنے کی وجہ سے سب پر (یعنی باپ اور بیٹی دونوں پر ایک دوسرے کا بوسہ لینا) حرام ہے۔(۲)

(شیخ عبداللہ بن حمیدؒ) کسی نے دریافت کیا کہ میں نے سنا ہے کہ باپ اپنی بیٹی کا اور بیٹی اپنے باپ کا چہرے پر بوسہ نہیں لے سکتی اور نہ ہی کوئی عورت اپنے بیٹے کے چہرے کا بوسہ لے سکتی ہے بلکہ صرف اس کے لیے بیٹے کے سر کا بوسہ لینا جائز ہے' تو اس سلسلے میں ہم (آپ سے) افادے کے طلبگار ہیں؟

شیخ نے جواب دیا کہ

جو کچھ آپ نے سنا ہے وہ صحیح ہے' کسی مرد کے لیے جائز نہیں کہ وہ اپنی ماں کا اس کے ہونٹوں پر بوسہ لے اور نہ ہی کسی ماں کے لیے جائز ہے کہ وہ اپنے (جوان) بیٹے کا اس کے ہونٹوں پر بوسہ لے۔ اسی طرح کسی

---

(۱) [مجموع الفتاوی لابن تیمیة (۹۰/۲۵) علاوہ ازیں زکوٰۃ کسے دی جا سکتی ہے اور کسے نہیں؟ اس کے متعلق تفصیل جاننے کے لیے راقم الحروف کی کتاب " زکوۃ کی کتاب " کا مطالعہ کیجئے۔]

(۲) [دیکھئے: فتاوی المرأة المسلمة' مرتب ابو محمد اشرف (ص/ ۵٤۷)]

باپ کے لیے اپنی (جوان) بیٹی کا' کسی بھائی کے لیے اپنی (جوان) بہن کا' یا اپنی پھوپھی کا' یا اپنی خالہ کا یا اپنی کسی بھی محرم رشتہ دار عورت کا ہونٹوں پر بوسہ لینا جائز نہیں۔ بلکہ ہونٹوں پر بوسہ لینا صرف شوہر کے ساتھ خاص ہے کیونکہ یہ شہوت کو اُبھارتا ہے خواہ کسی حالت میں بھی ہو اور یہ چیز صرف شوہر کے لیے ہے۔ البتہ اگر والدہ اپنے بیٹے کے سر یا پیشانی کا بوسہ لے تو اس میں کوئی حرج نہیں' اسی طرح بیٹا اپنی ماں کے سر' پیشانی یا اس جیسی کسی چیز کا بوسہ لے تو کوئی حرج نہیں۔ لیکن ہونٹوں کے ساتھ ہونٹوں کا بوسہ لینا کسی بھی آدمی کے لیے جائز نہیں کہ وہ اس طرح اپنی کسی بھی محرم رشتہ دار عورت کا بوسہ لے' کیونکہ ہونٹوں کا معاملہ صرف شوہر کے ساتھ خاص ہے۔ (واللہ اعلم) (۱)

اپنی بیٹی کا کسی بے نماز سے نکاح کر دینا

اہل علم کی متفقہ رائے کے مطابق دائمی طور پر بے نماز شخص چونکہ دین اسلام سے خارج ہے' اس لیے کسی بھی مسلمان کے لیے جائز نہیں کہ وہ اپنی نمازی بیٹی کی شادی کسی بے نماز سے کرے کیونکہ کافر ہونے کی وجہ سے کسی بھی مسلمان عورت کا اس سے نکاح جائز نہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ فَإِنْ عَلِمْتُمُوهُنَّ مُؤْمِنَاتٍ فَلَا تَرْجِعُوهُنَّ إِلَى الْكُفَّارِ لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّونَ لَهُنَّ ﴾ [الممتحنة : ١٠]

"اگر تمہیں یہ علم ہو جائے کہ وہ عورتیں مومن ہیں تو پھر انہیں کفار کی طرف واپس نہ کرو' نہ وہ عورتیں ان کفار کے لیے اور نہ ہی وہ کفار ان عورتوں کے لیے حلال ہیں۔"

اور اگر کوئی بے نماز شخص کے ساتھ اپنی بیٹی کی شادی کر دے تو نکاح منعقد نہیں ہو گا۔ اس لیے اگر بعد میں بے نماز شوہر توبہ کر کے باقاعدگی سے نمازیں پڑھنی شروع کر دے تو ان دونوں کا دوبارہ نکاح کرایا جائے گا۔ جیسا کہ سابق مفتیٔ اعظم سعودیہ شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن بازؒ کا اس کے متعلق یہی فتویٰ ہے۔ (۲)

بیٹے کے قصاص میں باپ کو قتل کرنے کا حکم

اگر بیٹا باپ کو قتل کر دے تو قصاص کے دلائل کے عموم کی وجہ سے بیٹے کو قتل کر دیا جائے گا لیکن اگر

---

(۱) [دیکھئے: فتاوی المرأة المسلمة' مرتب ابو محمد اشرف (ص / ٥٤٦)]

(۲) [مزید تفصیل کے لیے راقم الحروف کی مرتب کردہ کتاب " **فتاوی نکاح و طلاق** " (جو دورِ حاضر میں پیش آمدہ جدید ازدواجی مسائل و احکام پر مشتمل عرب علماء کے فتاویٰ کا مجموعہ ہے) ملاحظہ فرمائیے۔]

باپ بیٹے کو قتل کر دے تو پھر بدلے میں باپ کو قتل نہیں کیا جائے گا کیونکہ حدیث میں اس کی تخصیص کر دی گئی ہے۔ جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ لَا يُقَادُ الْوَالِدُ بِالْوَلَدِ ﴾

"والد سے بچے کے بدلے قصاص نہیں لیا جائے گا۔" (۱)

(جمہور، احناف، احمدؒ) اسی کے قائل ہیں (کیونکہ باپ بچے کے وجود کا سبب ہے لہٰذا بچہ باپ کے خاتمے کا سبب نہیں بن سکتا)۔(۲)

کیا ابلیس کی اولاد ہے؟

جی ہاں، ابلیس کی اولاد ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ أَفَتَتَّخِذُونَهُ وَذُرِّيَّتَهُ أَوْلِيَاءَ مِن دُونِي وَهُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ ﴾ [الكهف : ٥٠]

"کیا تم اسے اور اس کی اولاد کو مجھے چھوڑ کر اپنا دوست بنا رہے ہو حالانکہ وہ تم سب کا دشمن ہے۔"

(شیخ شنقیطیؒ) اس آیت میں اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان کہ "اور اس کی اولاد کو" اس بات کی دلیل ہے کہ شیطان کی اولاد ہے، تو اب یہ دعویٰ کرنا کہ اس کی اولاد نہیں اس آیت کے مناقض اور صریح مخالف ہے جیسا کہ آپ دیکھ رہے ہیں تو جو بھی بات قرآن کریم کے مخالف ہو وہ بلاشبہ باطل ہے۔(۳)

لیکن کسی بھی قابل اعتبار ذریعے سے یہ بات ثابت نہیں کہ شیطان کی اولاد کیسے ہوتی ہے؟ وہ شادی کے ذریعے ہوتی ہے، یا خود اولاد کو جنم دیتا ہے اور اگر خود جنم دیتا ہے تو پھر وہ انڈے دیتا ہے یا بچے وغیرہ وغیرہ۔ یہی وجہ ہے اس میں مختلف آراء پائی جاتی ہیں۔

(شعبیؒ) فرماتے ہیں کہ مجھے ایک شخص نے کہا کہ کیا ابلیس کی بیوی ہے؟ تو میں نے اسے جواب دیا کہ میں اس شادی میں شریک نہیں تھا، پھر مجھے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان یاد آیا کہ "کیا تم اسے اور اس کی اولاد کو مجھے چھوڑ

---

(۱) [**صحیح** : صحیح ترمذی (۱۱۲۹، ۱۱۳۰) کتاب الدیات : باب ماجاء فی الرجل یقتل ابنه یقاد منه أم، صحیح ابن ماجة (۲۶۶۲، ۲۵۹۹) ترمذی (۱۴۰۰) احمد (۱۶/۱) ابن ماجة (۸۸۸/۲) بیهقی (۳۸/۸)]

(۲) [سبل السلام (۱۵۷۷/۳) تحفة الأحوذی (۷۵۲/۴) الأم (۱۹۵/۴) السیل الجرار (۳۹۰/۴) السنن الکبری للبیهقی (۳۸/۸)]

(۳) [تفسیر أضواء البیان (۹۳۳/۴)]

کر اپنا دوست بنا رہے ہو حالانکہ وہ تم سب کا دشمن ہے۔" تو مجھے علم ہوا کہ اولاد بیوی کے بغیر نہیں ہو سکتی اس لیے میں نے اسے کہا کہ ہاں اس کی بیوی ہے۔

(مجاہدؒ) کہتے ہیں کہ ابلیس سے نسل پیدا ہونے کی کیفیت یہ ہے کہ اس نے اپنی شرمگاہوں کو اپنی ہی شرمگاہ میں داخل کیا تو پانچ انڈے دیئے' ان کا کہنا ہے کہ اصل اولاد یہ ہے۔

علاوہ ازیں بعض اہل علم کا کہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی دائیں ران میں آلہ تناسل اور بائیں ران میں فرج (یعنی عورت کی شرمگاہ) پیدا کی ہے تو وہ اسے اس میں ڈالتا ہے' پھر ہر روز دس انڈے دیتا ہے اور ہر انڈے سے ستر مذکر و مؤنث شیطان نکلتے ہیں۔(۱)

(راجح) یہ تو ثابت ہے کہ شیطان کی اولاد ہے جیسا کہ قرآن کی درج بالا آیت میں ہے' لیکن اس کی پیدائش کی کیفیت کیا ہے چونکہ اس کا ذکر کتاب و سنت اور صحیح احادیث میں کہیں بھی موجود نہیں اس لیے اس کے متعلق کوئی بھی حتمی رائے قائم کرنا مناسب نہیں۔(واللہ اعلم)

(شیخ شنقیطیؒ) اولادِ ابلیس کی پیدائش کے متعلق درج بالا علماء کی مختلف آراء کے متعلق فرماتے ہیں کہ یہ بات کوئی مخفی نہیں کہ یہ اور اس طرح کے دوسرے اقوال قابل توجہ نہیں اس لیے کہ کتاب و سنت سے ان اقوال کی تائید نہیں ہوتی۔ آیت کریمہ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ ابلیس کی اولاد ہے لیکن اس اولاد کی کیفیتِ ولادت میں کچھ بھی صحیح ثبوت نہیں ملتا اور اس طرح کی چیزیں رائے سے معلوم نہیں کی جا سکتیں۔(۲)

"ألحمد لله الذی بنعمته تتم الصالحات حمدا كثيرا طيبا مباركا على أن وفق هذا العاجز تصنيف ﴿ كتاب الأولاد والوالدين ﴾ وأسأله المزيد من العلم والعمل والفضل والتوفيق وأن يجعل هذا الكتاب سبب نجاتي ووسيلة دخولي في جنات النعيم مع النبيين والصديقين والشهداء والصالحين"

(۱) [أيضا]
(۲) [أيضا]

کی تحقیقی اور معیاری مطبوعات

نام کتاب: ﴿فقہ الحدیث﴾ قیمت: -/880

فقہ الحدیث کا معنی ہے "حدیث کی سمجھ"۔ یہ کتاب امام شوکانی" کی فقہی مسائل پر مبنی مختصر مگر جامع کتاب "الدرر البہیہ" کی واحد اردو شرح ہے اور دو ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے۔ اس میں اسلامی طرزِ زندگی سے متعلق تقریباً تمام مسائل باحوالہ مکمل تخریج اور علامہ البانی" کی تحقیق کے ساتھ جمع کیے گئے ہیں۔

نام کتاب: ﴿پانچ اہم دینی مسائل﴾ قیمت: -/69

یہ کتاب اُن پانچ اہم دینی مسائل (عشرہ ذوالحجہ' عیدین' قربانی' عقیقہ اور نومولود سے متعلقہ احکام) کا مجموعہ ہے جن سے ہر مسلمان کو واسطہ پڑتا رہتا ہے۔ اس کتاب میں مذکورہ پانچوں مسائل کو کتاب وسنت اور صحیح احادیث کی روشنی میں مکمل تخریج وتحقیق کے ساتھ بالتفصیل ذکر کیا گیا ہے۔

نام کتاب: ﴿جنت کی کنجیاں﴾ قیمت: -/60

اس کتاب میں صحیح احادیث کی روشنی میں اُن اعمالِ صالحہ کو یکجا کیا گیا ہے جن کے عامل کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے جنت میں داخلے کی نوید سنائی ہے۔ یہ کتاب متلاشیانِ جنت کے لیے مشعل راہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس لیے اس کا ہر مسلمان گھرانے میں ہونا نہایت ضروری ہے

نام کتاب: ﴿فتاویٰ نکاح وطلاق﴾ قیمت: -/380

یہ کتاب دنیا کے مختلف ممالک میں دورِ حاضر میں پیش آمدہ جدید ازدواجی مسائل واحکام پر مشتمل سابق مفتی اعظم سعودیہ شیخ ابن باز، سابق نائب مفتی اعظم سعودیہ شیخ ابن عثیمین، شیخ ابن جبرین، شیخ عبدالرحمٰن سعدی، شیخ محمد بن ابراہیم آل شیخ، شیخ محمد بن صالح المنجد حفظہ اللہ اور دیگر کبارِ عرب علماء کے فتاویٰ کا حسین انتخاب ہے۔

نام کتاب: ﴿ 100 مشہور ضعیف احادیث ﴾ قیمت: -/50

ضعیف حدیث کی تعریف' اقسام' وضع حدیث کے اسباب' ضعیف حدیث پر عمل کا حکم' ضعیف حدیث کی بنیاد پر دورِ حاضر میں مروّج بدعات' اور دیگر مفید معلومات پر مشتمل مقدمہ اور 100 ایسی ضعیف احادیث جو معاشرے میں مشہور ہیں' مگر کم علم خطباء بڑی بے باکی سے انہیں بیان کرتے ہیں' کا ذکر اس کتاب میں موجود ہے۔

نام کتاب: ﴿ نماز کی کتاب ﴾ قیمت: کارڈ -/135 .... مجلد -/225

اِس کتاب میں رسول اللہ ﷺ کا وہ طریقۂ نماز نقل کیا گیا ہے جو صحیح احادیث سے ثابت ہے۔ اوقاتِ نماز' اذان' شرائطِ نماز' سترہ' باجماعت نماز' نفل نماز' نماز تراویح' سجدۂ سہو' سجدۂ تلاوت' فوت شدہ نمازوں کی قضاء' نماز جمعہ' نماز عیدین' نماز خوف' نماز سفر' نماز کسوف' نماز استسقاء اور نماز استخارہ وغیرہ کے مسائل قلم بند کیے گئے ہیں۔

نام کتاب: ﴿ زکوٰۃ کی کتاب ﴾ قیمت: کارڈ -/135 .... مجلد -/225

اِس کتاب میں زکوٰۃ کی فرضیت، فضیلت، زکوٰۃ ادا نہ کرنے والوں کا انجام، جن لوگوں پر زکوٰۃ واجب ہے، جن اموال میں زکوٰۃ واجب ہے اور جن میں واجب نہیں، سونا چاندی، حیوانات، نباتات، تجارتی اموال، معدنیات اور دفینوں کی زکوٰۃ، مصارفِ زکوٰۃ، جنہیں زکوٰۃ دینا جائز نہیں اور دیگر زکوٰۃ سے متعلقہ مسائل موجود ہیں۔

نام کتاب: ﴿ روزوں کی کتاب ﴾ قیمت: کارڈ -/120 .... مجلد -/200

یہ کتاب فرضیت وفضیلتِ صیام، رویئتِ ہلال، روزہ دار کے لیے جائز وحرام اُمور، روزہ باطل کرنے والی اشیاء، روزے کی قضاء، نفلی روزے، جن ایام کے روزے ممنوع ہیں، نماز تراویح، اعتکاف، لیلۃ القدر اور فضائل قرآن سے متعلقہ دلائل ومسائل پر مشتمل ہے۔ نیز آخر میں بالاختصار صدقہ فطر، عیدین اور قربانی کے مسائل بھی درج ہیں۔

نام کتاب: ﴿ حج وعمرہ کی کتاب ﴾ قیمت: کارڈ -/135 .... مجلد -/225

اس کتاب میں اصطلاحاتِ حج وعمرہ، حج وعمرہ کے فضائل واحکام، اقسامِ حج، حجۃ النبی ﷺ، حج وعمرہ کا مختصر ومفصل طریقہ، میقات، احرام، تلبیہ، طواف وسعی، رمی جمار، حلق، قربانی، طواف زیارت، ایامِ تشریق وطوافِ وداع، فضائل مکہ ومدینہ، زیارتِ مسجد نبوی وقبر نبوی اور زیارتِ مسجد قباء وجنت البقیع کے احکام وآداب کا بیان ہے۔

نام کتاب: ﴿ طہارت کی کتاب ﴾ قیمت: کارڈ -/135 .... مجلد -/225

یہ کتاب مسائل طہارت پر مشتمل ایک جامع کتاب ہے' اس میں نجاستوں کی تطہیر' آداب قضائے حاجت' مسنون وضوء اور غسل کا طریقہ' مسواک کی فضیلت' موزوں اور جرابوں پر مسح' تیمم' ایام ماہواری' نفاس اور طہارت سے متعلقہ چند دیگر جدید مسائل بھی صحیح احادیث کی روشنی میں تخریج و تحقیق کے ساتھ یکجا کیے گئے ہیں۔

نام کتاب: ﴿ جنازے کی کتاب ﴾ قیمت: کارڈ -/135 .... مجلد -/225

اس کتاب میں تقریباً وہ تمام مسائل جمع کر دیئے گئے ہیں جو وفات سے متعلقہ ہیں مثلاً مرض اور اس کی فضیلت، علاج، آزمائشوں پر صبر، قریب المرگ شخص کے متعلق احکام، حسن خاتمہ کی علامات، غسل، کفن، نماز جنازہ، تدفین، ایصال ثواب، زیارت قبور، عذاب قبر اور سماع موتی وغیرہ۔

نام کتاب: ﴿ نکاح کی کتاب ﴾ قیمت: کارڈ -/135 .... مجلد -/225

یہ کتاب حکمت نکاح' اہمیت وضرورت نکاح' فوائد نکاح' احکام وفضائل نکاح' وقت نکاح' ارکان وشرائط نکاح' عقد نکاح' اعلان نکاح' حرام رشتے' باطل نکاح' منگنی' منگیتر کو قبل از نکاح دیکھنا' حق مہر' جہیز' صالح میاں بیوی کی صفات' آداب مباشرت' حقوق زوجین' حمل' تعدد ازواج اور دیگر بیشتر نکاح کے قدیم وجدید مسائل پر مشتمل ہے۔

نام کتاب: ﴿ طلاق کی کتاب ﴾ قیمت: کارڈ -/135 .... مجلد -/225

اس کتاب میں اصلاح زوجین کا طریقہ، طلاق کی کراہت واباحت، طلاق میں نیت کا دخل، طلاق کی اقسام اور الفاظ، جس شخص کی طلاق واقع نہیں ہوتی، رجوع، خلع، ایلاء، ظہار، لعان، عدت، نفقہ، رضاعت اور حضانت سے متعلقہ تمام مسائل تفصیل کے ساتھ کتاب وسنت کی روشنی میں درج کیے گئے ہیں۔

زیر طبع کتب

مسنون عمرہ (پاکٹ سائز بمع رنگین تصاویر)	کتاب التوحید (توحید کی کتاب)
کتاب الجہاد (جہاد کی کتاب)	کتاب السنۃ (سنت کی کتاب)
کتاب الدعوات (دعاؤں کی کتاب)	کتاب الایمان (ایمان کی کتاب)

سلسلہ

فقہ الحدیث

13

کتاب الاولاد والوالدین

- آج کے دور میں امام بخاریؒ، امام ابن تیمیہؒ اور امام غزالیؒ وغیرہ کے نقشِ قدم پر چلنے والے عالی ہمت ایک نوخیز محقق **حافظ عمران ایوب لاہوری** ہیں۔
- حافظ صاحب نے اس کتاب سے قبل **" فقه الحديث "** کے نام سے ایک ضخیم کتاب مرتب کی ہے، جس نے ملک بھر کے اہل علم سے دادِ تحسین پائی ہے۔
- اب انہوں نے قرآن وسنت کی روشنی میں اولاد اور والدین کے موضوع پر یہ کتاب مرتب کی ہے، جس میں اولاد کی طلب اور دعا سے لے کر ان کے حصول پر اظہارِ تشکر اور پھر مابعد کی تمام منزلوں یعنی تسمیہ، گھٹی، عقیقہ، رضاعت، تعلیم وتربیت اور اخلاق وکردار کی آبیاری تک کے تمام موضوعات کو صحیح احادیث کی روشنی میں اُجاگر کیا ہے۔اس کے ساتھ اولاد کے ذمے والدین کے حقوق اور اس سلسلے میں اولاد کے دینی فرائض کو بھی انہوں نے بڑی خوبصورتی سے کتاب میں سمو دیا ہے۔اسی کتاب میں یتیم بچوں کے بارے میں بھی قرآن وسنت کی روشنی میں بہت اہم ہدایات دی گئی ہیں۔یقیناً ہمارے معاشرے میں یتیم بچوں کو وہ مقام نہیں دیا جاتا جو ایک حقیقی اسلامی معاشرے کی تصویر پیش کرے۔
- ہماری نظر میں یہ کتاب بہت اہم گائیڈ بک ہے، جو ہر خاندان کی ضرورت ہے۔ اس کی روشنی میں اچھی معاشرت اور پاکیزہ اسلامی ماحول، گھروں کے اندر پیدا ہوگا تو اس کی خوشبو پورے معاشرے میں پھیلے گی۔
- حافظ صاحب کا معیارِ تحقیق بھی بہت قابل قدر ہے اور انہوں نے اپنی پیش کش میں اس بات کو ملحوظ رکھا ہے کہ مستند حوالوں سے اپنا موقف قارئین کے سامنے پہنچایا جائے۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ رب العالمین عزیز گرامی کو علمِ نافع اور عملِ صالح کی مزید دولت سے مالا مال کرے اور ان کے قلم سے تشنگانِ علم کی پیاس بجھانے کا اہتمام ہوتا رہے۔

حافظ محمد ادریس حفظہ اللہ

ڈائریکٹر ادارۂ معارف اسلامی، لاہور

فقہ الحدیث پبلیکیشنز
تفہیم کتاب وسنت کا تحقیقی وطباعتی ادارہ
لاہور۔ پاکستان